~~۵۶۳۳~~
ع ۴۱۶۸
کرک تادیان

تحریک قادیان

(ہمارے لئے یہ عقیدہ کیوں قابل قبول نہیں)

حصہ اوّل

کتب خانہ وقف متصبیہ
شہر میرٹھ

کتب خانہ وقف متصبیہ
شہر میرٹھ

(سیّد) حبیب

(تعداد اشاعت ۔ ۔ ۔ ۲۰۰۰)

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

حصہ اول

تحریک قادیان

یہ عقیدہ ہمارے لئے کیوں قابل قبول نہیں

مصنفہ

فدائے ملت مولانا سید حبیب صاحب مدیر سیاست لاہور

مصنف و مترجم

گل انصاف - جپ جی - سگ باسکرول - انمول رتن - سفرنامہ افغانستان

سفرنامہ چترال وغیرہ وغیرہ

جس کو

سید عنایت شاہ صاحب مہتمم اعلیٰ روزنامہ سیاست لاہور

نے طبع کرا کر شائع کیا

قیمت عہ

بار اول ستمبر ۱۹۳۳ء

تعداد ۲۰۰۰

باہتمام مولوی ذاکر حسین پرنٹر مقبول عام پریس لاہور میں چھپا کر پبلشر سید
عنایت شاہ مہتمم اعلیٰ روزنامہ سیاست نے دفتر سیاست لاہور سے شائع کی

اپنے برادر عزیز

سیّد عنایت شاہ صاحب سلمہٗ

کے

نام سے اس کتاب کو بہ مسرّت تمام

معنوَن

کرتا ہوں۔ کہ بھائیوں بھائیوں میں انتہائی

تعاون و محبّت و اُلفت کی ایک

یادگار باقی رہ جائے۔

(سیّد) حبیب

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
سبب تالیف	۵	قسط ہفتم	۸۷
نقد و تبصرہ	۷	قسط ہشتم	۹۲
خلاصۂ تحریر	۳۴	قسط نہم	۹۶
تمہید	۳۷	قسط دہم	۱۰۱
تشکر و امتنان	۴۸	قسط یازدہم	۱۰۶
نہایت ضروری گذارش	۵۲	قسط دوازدہم	۱۱۱
افتتاح اسباب۔ بہ فاتحۃ الکتاب	۵۵	قسط سیزدہم	۱۱۶
قسط اول	۵۷	قسط چہاردہم	۱۱۸
قسط دوم	۶۳	قسط پانزدہم	۱۲۴
قسط سوم	۶۷	قسط شانزدہم	۱۲۹
قسط چہارم	۷۲	قسط ہفدہم	۱۳۲
قسط پنجم	۷۶	قسط ہژدہم	۱۳۶
قسط ششم	۷۹	قسط نوازدہم	۱۴۰

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
قسط بستم	۱۴۴	قسط بست و ہشتم	۱۷۴
قسط بست و یکم	۱۴۹	قسط بست و نہم	۱۷۷
قسط بست و دوم	۱۵۳	قسط سیوم	۱۸۳
قسط بست و سوم	۱۵۷	قسط سی و یکم	۱۸۵
قسط بست و چہارم	۱۶۱	قسط سی و دوم	۱۹۰
قسط بست و پنجم	۱۶۴	قسط سی و سوم	۱۹۵
قسط بست و ششم	۱۶۷	تتمہ اوّل	۲۰۱
قسط بست و ہفتم	۱۷۲	تتمہ دوم	۲۱۵

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین ۝

سببؒ تالیف

سیاست کے ایک چھوٹے سے شذرہ میں اس کتاب کی تالیف کا سبب مرقوم ہے۔ یہ شذرہ روزنامہ سیاست کی ۴ ر اپریل ۱۹۳۲ء کی اشاعت سے نقل کیا جاتا ہے وھو ہٰذا:۔

مدیر و مالکان سیاست بفضلہ تعالیٰ حنفی المذہب سنی مسلمان ہیں۔ اور وہابی چکڑالوی۔ قادیانی یا دوسرے ایسے فرقوں سے انہیں دور کا تعلق بھی نہیں اسلئے کہ یہ تفریق اتحاد ملّت کے لئے مضر ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں اور مظلومیٔ حجاز کے موقعہ پر وہابی گروہ کی سینہ زوریوں کے خلاف سیاست دین حقہ کی ایسی خدمت بجا لایا کہ اپنے بیگانے کے منہ سے صدائے آفریں بلند ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی سیاست یہ بھی خوب سمجھتا ہے کہ اس کا حلقۂ عمل سیاسات سے زیادہ نسبت رکھتا ہے لہٰذا یہ فرقہ وار جھگڑوں میں با دل ناخواستہ کم سے کم دخل دیکر جلد سے جلد ان سے اجتناب کرتا ہے اور دشمنان دین کے مقابلہ میں شیعہ سنی وغیرہ کی تفریق کو معیوب و مفاد ملّت کے منافی سمجھ کر اس سے تغافل روا رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک کشمیر کے وقت سیاست نے امیر جماعت احمدیہ قادیان کی ان تجاویز کو جو یقیناً

نتائج کے لحاظ سے مفید ثابت ہوئیں لبیک کہا اور ان کے ساتھ تعاون کیا۔ سیاست انکی خدمات کشمیر کو استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور انکی محنت و عرق ریزی کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ مولوی ظفر علی صاحب نے حال ہی میں تحریک قادیان کے خلاف جو ہنگامہ برپا کیا سیاست اس سے علیحدہ رہا۔ اسلئے کہ سیاست مولوی صاحب کے اس فعل کو خلوص نیت پر مبنی نہیں سمجھتا۔ اور نہ موجودہ زمانہ کو ایسی ہنگامہ خیزی کیلئے مفید جانتا ہے۔ تاہم ارادہ یہ تھا کہ جوں ہی مولوی ظفر علی صاحب کا پیدا کردہ ہنگامہ فرو ہو جائے تحریک قادیان کے متعلق گالی گلوچ سے بالکل مبرا چند ایسے مضامین سپرد قلم کئے جائیں جو کسی اصول پر مبنی ہوں اور برادران قادیان کو موقعہ دیا جائے کہ وہ ان کا جواب دیں تاکہ ان پر ان کی غلط روی اور دنیا پر ان کی تحریک کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ اس طے شدہ حکمت عملی کے خلاف ۲۵ اپریل کے سیاست میں مدیر مراسلات کی غلط فہمی کے باعث ایک مضمون شائع ہو گیا جس میں تحریک قادیان اور اس کے لاہوری حصہ کو برا بھلا تو کہا گیا۔ لیکن کوئی دلیل پیش نہ کیگئی۔ نیز بحث جو کچھ بھی تھی تشنۂ تکمیل رہی لہذا بغرض اطلاع ناظرین کرام ملتمس ہے کہ وہ اس مضمون کو خارج از بحث سمجھیں۔ میں خود چند روز میں تحریک قادیان کے متعلق ایک متین و سنجیدہ بحث شروع کرنیوالا ہوں۔ جو بفضلہ تعالےٰ ملت کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ فیصلہ کن ہوگی۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰه

حبیب

میں اس تحریر پر کسی اضافہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

(مصنف)

نقد و تبصرہ

ہر کتاب کی اشاعت کے نقادان فن اس کے حسن و قبح پر نظر ڈالتے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کو ریویو یا تنقید کہتے ہیں۔ یہ کتاب سیاست میں بالاقساط شائع ہوئی۔ لہذا علمائے کرام و زعمائے ملت کو بتدریج اس کا مطالعہ کر کے اس پر رائے زنی کرنے کا موقعہ ملا۔ یہ آرار ذیل میں درج کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمایئے۔ اور اگر ان سے اتفاق ہو تو خاکسار مصنف کے لئے دعائے خیر کیجئے۔ ورنہ عیوب و نقائص سے مطلع فرما کر مرہون منت فرمایئے۔

حبیب

عُلماء و زعماء کی آراء

حضرت مولانا محمدؐ کرم الدین صاحب رئیس بھین ضلع جہلم

مکرمی جناب شاہ صاحب مدظلہٗ السلام علیکم۔ تحریک قادیان کا سارا مضمون میں نے بغور پڑھا۔ بڑا لطف آیا۔ آپ کی محنت و تحقیق قابل داد ہے۔ مضمون نہایت قیمتی ہے۔ اور متلاشئ حق مسلمان کے لئے تسلی بخش ذخیرہ ہے۔ کاش یہ سارے پرچے کسی طرح مجھے مل سکتے۔ میرے خیال میں مضمون ختم ہونے کے بعد اس کو کتاب کی صورت میں کسی اچھے کاغذ پر طبع کرایا جائے تو بہت بڑا فائدہ عامتہ المسلمین کو اس سے پہنچے گا۔

جناب سائیں جلال الدین صاحب۔ لاہور

السلام علیکم۔ مزاج شریف تحریک قادیان کے متعلق جو مضامین آپ اپنے روزنامہ میں لکھ رہے ہیں۔ وہ عامتہ المسلمین کے لئے نہایت مفید ہیں۔ جس پیرایہ میں آپ مرزائی فرقہ کے عقائد

کی قلعی کھول رہے ہیں - وہ آپ ہی کا کام ہے جہانتک مجھے علم ہے۔ عوام الناس آپ کی اس خدمت کے معترف ہیں - میری رائے ہے کہ یہ تمام مضامین بالآخر بصورت کتاب شائع ہونے کے قابل ہیں خدا آپ کو اجر عظیم دے گا -

حضرت کشفی شاہ نظامی - رنگون

مکرمی جناب سید صاحب زاد لطفہٗ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ - آپ نے جو سلسلہ قادیانی تحریک کے بارے میں شروع کیا ہے - اس پر مبارکباد دیتا ہوں - امید ہے کہ اگر قادیانی جماعت کو خدا اور رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے محبت ہو گی - تو وہ مرزا غلام احمد کے تمام باطل دعادی سے دست بردار ہو جائیں گے - کیونکہ جو آدمی قانون کو توڑتا ہے - وہ باغی ہوتا ہے - مرزا غلام احمد نے یا اُن کی جماعت نے اسلام کے قانون کو توڑا ہے - یہ سب اسلام کے باغی ہیں -

قاضی حبیب اللہ صاحب منشی فاضل از ڈھوک چھل ڈاک خانہ روات ضلع راولپنڈی

میرے محترم کرمفرما مخدوم ملت جناب شاہ صاحب السلام علیکم - آپ نے جس کوشش وسعی سے مسلمانوں کے لئے "تحریک قادیان" کے عنوانات سے معلومات کے جواہرات یکجا کئے ہیں - ان کو صرف اخباری صفحات تک محدود نہ رکھیں - تاکہ ایسا نہ ہو کہ یہ پرچہ ضائع ہو جانے سے وہ بھی ضائع ہو جائیں - بلکہ ان کو باحتیاط کتابی صورت میں محفوظ فرمائیں - تاکہ آئندہ مسلمانوں کے کام آئیں - تاکید سمجھیں - علماء کی اکثر کتابیں اس بارہ میں عوام کے لئے اسواسطے بھی زیادہ مفید نہیں ہوتیں کہ ان میں اعلیٰ علوم کو بھی دخل ہوتا ہے جس سے عوام محروم ہوتے ہیں - شاہ صاحب آپ نے کلموا الناس علی قدر عقولھم پر عمل کرتے ہوئے یہ مضمون عام فہم لکھا ہے - جزاک اللہ -

سید جعفر احمد صاحب محلہ سید گل بازشاہ جی پشاور شہر

میں جناب کے جریدہ شریفہ سیاست کا عرصہ سے مطالعہ کر رہا ہوں۔اس کی قابل ستائش پالیسی اور قابل قدر خدمات کا مداح ہوں۔فتنہ قادیانیت کے تعلق میں جو سلسلہ مضامین جناب کے قلم سے جاری ہے۔وہ ہر جگہ اشتیاق اور پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہے۔اور پسند خاص وعام ہے۔آپ جیسی بزرگ ہستی کی خدمت میں التماس کرنا درحقیقت چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔یا بالفاظ دیگر لقمان کو حکمت سکھانا ہے۔لیکن پھر بھی آپ کے اخلاق سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ایک مفید عام تجویز پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔کہ اس سلسلہ مضمون کو یکجا جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔جو گم کردہ راہ لوگوں کو شمع ہدایت کا کام اور مناظرہ کرنے والوں کو ایک زبردست ہتھیار کا کام دے گا۔انشاء اللہ ہر مسلمان اس دُر بے بہا کو ہاتھوں ہاتھ خریدے گا۔اس کے علاوہ خدا کے ہاں سے بھی آپ کو اجر ملے گا۔

(۷)

حضرت مولانا مرزا محمد قطب الدین احمد بیگ صاحب وکیل ورئیس وجاگیر دار ایڈیٹر رہنما راولپنڈی شہر

مکرم ومعظم بندہ جناب سید صاحب۔السلام علیکم۔بندہ نے جناب کے سلسلہ مضامین تحریک قادیان کی تمام اقساط کا بڑے غور وتعمق سے مطالعہ کیا۔واقعی جناب نے جس طرح آسان ترین وعام فہم طریق سے اس اہم ترین مسئلہ پر استدلال کیا جس طرح آپ نے مرزا صاحب کے اپنے اقوال سے ان کے قریباً قریباً جملہ اہم ترین دعاوی کی تکذیب کر کے شرعی طور سے ثابت کر دکھایا کہ شان نبوت تو کجا ایک معمولی اولوالعزم انسان سے بھی ایسی حرکات قولاً وفعلاً سرزد نہیں ہو سکتیں جو مرزا صاحب سے اپنی مزعومہ نبوت کے دور میں اس کثرت وتواتر سے ہوئیں۔جو حد وعد سے باہر ہیں۔یہ سب واقعتہً عدیم النظیر وبے مثال ہے سب سے زیادہ قابل تعریف آپ کا ایسے الجھاؤ کی بحث میں جادۂ اخلاق وتہذیب پر باستقلال تمام گامزن رہنا ہے۔میری رائے ہے کہ اس سلسلہ مضامین کو نہ صرف کتابی صورت

ہی میں شائع کیا جائے۔ بلکہ انگریزی خوان نوجوانوں کو جو اکثر مرزائیت کا شکار ہوتے ہیں۔ بد راہی سے بچانے کے لئے اس کا ترجمہ انگریزی میں بھی شائع کیا جائے۔ اور اردو اور انگریزی ہر دو کتابوں کو مفت تقسیم کیا جائے۔ انگریزی ترجمہ شائع کرانے اور تقسیم کرانے کا فرض بندہ اپنے ذمہ لیتا ہے۔ امید کہ جناب اس چشمۂ فیض کو جاری وساری رکھیں گے۔ تاکہ تشنہ کامان حقیقت اس سے تادیر سیراب ہوتے رہیں۔

(۴)

منشی دین محمد صاحب یکی گیٹ ۔ لاہور

فدائے ملت سید صاحب۔ السلام علیکم۔ تحریک قادیان کا سلسلہ ایسا نہیں کہ اس میں کسی بھی دن رکاوٹ ڈالی جائے۔ صبح جب الفتوا کی سرخی پر نظر پڑتی ہے۔ تو طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے۔ سلسلۂ مضامین تحریک قادیان جس طرح عام فہم اور سلیس عبارت میں نکل رہا ہے۔ وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ واللہ آپ تو چھپے رستم نکلے۔ کتابی صورت میں اس کا شائع کرنا ازبس ضروری ہے اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ کاش مولانا ظفر علی خاں صاحب ایسے ویسے مضامین تحریر کرنے کے بجائے ایسے انمول موتیوں کا سلسلہ شروع کرتے۔ مولانا سید صاحب یہ سلسلۂ مضامین شروع کرکے سچ مچ آپ نے بہت بڑا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا۔ اسپر ہر چہار طرف سے واہ واہ ہو رہی ہے۔

(۵)

جناب حضرت مولانا احمد حسن صاحب انصاری خطیب جامع مسجد شملہ

مرزائیوں کے متعلق جو قسطیں آپ شائع فرما رہے ہیں۔ بیحد سبق آموز و حقیقت افروز ہیں آپ براہ کرام انہیں بعد اختتام مستقل رسالہ کی صورت میں شائع فرمائیں۔ تاکہ عامۃ المسلمین کے لئے فوائد و منافع بے اندازہ کا موجب ہو۔

(۶)

حضرت مولانا محمد عمر صاحب نعمانی شملہ

سلسلہ مضامین ہذا ایک غیر متناہی صورت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ اور جوں جوں مضمون نگار کا شبدیز قلم میدان قادیانیت میں طرارے بھر رہا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متضاد و متباین تخیلات عالم آشکارا ہو رہے ہیں۔

جس خاردار اور دشوار گذار وادی میں فاضل مضمون نگار نے قدم رکھا ہے۔ اس کی آبلہ پائی کچھ اسی قبیل کے رہروؤں سے پوچھا چاہئے۔ سچائی کے اظہار کی تلخ کامی تو قدیم الایام سے ہی شرمندہ معنی نہ تھی۔ لیکن اس وقت ہر ایک سچا اور راست باز شخص انقلاب زمانہ سے ہر طرح مورد صد ہزار آفات ہے۔ ابن الوقتی۔ چاپلوسی۔ فریب و دجل۔ کذب و زور۔ فسق و فجور چشمک برق و تبسم شرار کے مانند بادی النظر میں درخشاں و تابناک نظر آتے ہیں۔ لیکن بالآخر صداقت ہی کا بول بالا ہوتا ہے۔ اور کھوٹے کھرے کا سودا چلن پر کھل جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ صداقت شعاری انہی مردان حق کا شیوہ ہے۔ جو بلا لومتہ لائم کوہ وقاری سے اپنی جگہ پر قائم رہیں۔ اور زمانے کی تمام آفات و بلیات کو اپنے سر لیں۔ حتیٰ کہ اس بادیہ پیمائی میں جان شیریں بھی جہان آفرین کو تفویض کرنے سے دریغ نہ کریں۔ بقول شخصے۔ ؎

حق گویم و حق دانم و در راہ انا الحق ؎ منصور صفت سر بہ سر دار فرو سم

سلسلۂ مضامین تحریک قادیان اب اس دور سے گذر رہا ہے۔ جس کیلئے تہدیدی ڈانٹ ڈپٹ لزوم مالا یلزوم کا حکم رکھتی ہے۔ پس آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا! ممکن ہے کوئی قادیانی بزرگ اُٹھیں اور مناظرہ و مباہلہ ہی کی دعوت دینے لگیں۔ ڈھول دھپہ اور ہاتھا پائی تک جو اس صدی کے مہذب مسلمانوں کا شعار ہو گیا ہے نوبت پہنچے۔ جوابی مضامین کی طباعت کی تو کوئی شکایت ہی نہیں لیکن اگر ایسا ظہور میں آیا۔ تو ان تمام کارفرمائیوں کے جواب میں محض اتنا عرض کریں گے کہ ؎

طفلان شہر بے خبر انداز جنون ما ؎ یا این جنون ہنوز سزاوار سنگ نیست

سچائی کی تلخ کامی کا حال شبیرؑ سے دریافت کرو۔ سقراط سے پوچھو۔ منصور حلاج و سرمد کی زبانی سنو اور اسی قسم کے صدہا عاشقان پاک طینت سے معلوم کرو۔ جنہوں نے اعلائے کلمتہ الحق کے صلہ میں کڑیاں سہیں۔ خون کی ہولی کھیلی۔ اور آخر کار جادۂ صداقت پر بکمال طمانیت خاطر قربان ہو گئے رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

بر سبیل تذکرہ یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے۔ کہ بنی نوع انسان کی تقسیم کے تین مدارج

ہیں۔ ایک اعلیٰ۔ دوسرا متوسط اور تیسرا ادنےٰ۔ قرآن الحکیم کی بلاغت ملاحظہ ہو کہ ان تینوں مراتب کے افراد سے مخاطبت کے وقت کس بلند پایہ اور حکمت آمیز تعلیم کی تلقین فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ یعنی درجہ اول سے حکمت سے۔ درجہ ثانی سے موعظت حسنہ سے اور درجہ ثالث یعنی عوام سے اس مجادلہ سے جو سب سے بہتر ہو پیش آنا ضروری و ناگزیر ہے۔ ورنہ قرآن مجید کی حکمت بالغہ کا منشا و مقصود فوت ہو جاتا ہے۔ مقام ابتہاج ہے کہ تحریک قادیان کے معرکۃ الآراء مضمون میں یہ امر خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور اتنے کٹھن راستے سے گزرتے وقت فاضل مضمون نگار نے اپنے ہیرو کو زیر مشق تکفیر ہونے سے بچالیا ؎

عمرش دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است

ورنہ عام طور پر یدخلون فی دین اللہ افواجا کی بشارت سننے والوں نے یخرجون من دین اللہ افواجا کا قاعدہ مقرر کرلیا ہے۔ اور طرہ بریں یہ کہ اس پر ناز ہے۔ افسوس ؎

کافر تو بنا دیا سبھی کو۔ مومن نہ بنا سکے کسی کو

ہاں بخیالے کہ ؏ عیب ہے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔ یہاں اس قدر عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو کام کافر گروں کے کرنے کا تھا۔ وہ اگر نقل کفر کفر نہ باشد کا کلیہ اجازت دے۔ تو یہی کفار قادیان و لاہور ہی کر رہے ہیں۔ ہمارے رہنما و پیشوا جبہ و عمامہ میں مزین ہیں۔ ابھی اس بحث کے ہی چکر سے نہیں نکلے۔ کہ مولوی کون ہے؟ شعار اسلام کیا ہیں؟ پاجامہ کی طوالت کتنی ہو؟ پتلون سے مسلمانی نہ دب جائے۔ ڈاڑھی کا حجم کس قدر ہو؟ انگریزی تعلیم جائز ہے یا ناجائز؟ سود حرام ہے یا حلال؟ افسوس ؎

یاران تیز گام نے محمل کو جالیا ✢ ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے

ہاں جس چیز سے اپنی جیب پر زد پڑتی ہو۔ اس کے جواز میں کوئی پس و پیش نہیں ہوتا۔ امامت۔ اذان اور قرآنی تعلیم کا معاوضہ کبھی حرام اور قطعاً حرام تھا۔ لیکن انقلاب زمانہ کے

کارن آج یہ سب کچھ شیرِ مادر بنا ہوا ہے۔ اور ذاتی مفاد و تفوق کے مناظر ہمہ وقت پیش نظر رہتے ہیں۔

خانۂ شرع خراب است کہ یاران ہمہ کار ٭ در عمارت گری گنبد دستار خود اند

خانصاحب قاضی نذیر احمد صاحب ایڈووکیٹ راولپنڈی

میرا ناچیز خیال یہ ہے۔ کہ جس بات کو میں نے آپ کے سلسلہ مضامین میں نہایت ہی پسند کیا اور اس کی تقلید کی۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے جو سلسلہ مرزائی عقائد کی نسبت لکھا ہے۔ اس میں ہر بات کا موازنہ علم کے ساتھ مگر حلم کے ساتھ کیا ہے۔ اعتراضات وزنی ہیں۔ لیکن شریفانہ۔ باطل کی پردہ دری پورے زور کے ساتھ کی ہے۔ لیکن دل آزاری سے گریز کیا ہے۔ آپ کی یہ ادا مجھے واقعی دل سے پسند آئی۔ اور جو کچھ زمینداروں کے خلاف میں پہلے دیکھ چکا ہوں۔ اس کے روبرو مجھے حیرانی تھی۔ کہ آیا یہ ایک ہی قلم تھا جس نے یہ بھی اور وہ بھی تحریر کیا۔

اسلامیان زراعتی کالج لائلپور

قبلہ شاہ صاحب دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعدہٗ عرض ہے۔ کہ تحریک قادیان پر آج تک جتنی اقساط شائع ہوئی ہیں۔ شروع سے اخیر تک مطالعہ سے گذریں حقیقت یہ ہے کہ جب سے یہ اقساط شائع ہو رہی ہیں۔ عالم اسلام میں ایک تھلکہ مچ گیا ہے یہ مضامین قصر قادیان کی بنیادیں ہلانے والی ہیں۔ ہم لوگ سراپا ان جواہر پاروں کیلئے انتظار بن کر سیاست کے ایجنٹ کی راہ تکتے رہتے ہیں۔ جونہی وہ سائیکل سوار جلکی مدھمیں روزہ دار کی طرح جس کو اُفق مغرب میں گم ہونے والا آفتاب سراپا انتظار بنائے رکھتا ہے نمودار ہوتا ہے۔ ہم کہہ نہیں سکتے۔ کہ ہماری خوشی کا کیا عالم ہوتا ہے۔ ان مضامین حقیقت آگین کو پڑھ کر بے اختیار دل سے نکلتا ہے۔ کہ خدا جانے اس کے مطالعہ سے کتنے مسلمان ہوں گے اور ہر

وہ شخص جو مسلمان ہوگا دعا دے گا۔ کہ اے حبیب اس کا اجر نیک اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات پاک آپ کو عطا فرمائے اور جنّت میں جگہ دے۔

عُلمائے کشمیر کا مکتوب

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمتہ والموعظتہ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ان ربک ھو اعلم بمن ضل من سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین۔ ؔ درحقیقت جناب فدائے ملت حضرت قبلہ مولانا سید حبیب شاہ صاحب مالک جریدہ سیاست نے اس فرمان خداوندی کے مطابق نہایت سنجیدگی و متانت اور طریق مستحسن کے ساتھ لاہوری اور قادیانی حضرات کو مرزا صاحب کے وہ الہامات اور اقوال پیش کرکے دکھائے ہیں۔ کہ جناب مرزا صاحب اپنے بیان کردہ اقوال کے مطابق نہ نبی بن سکتے ہیں اور نہ مجدد وغیرہ۔ ہم جناب شاہ صاحب کے اس مستحسن اقدام عمل کے بید متشکر و ممنون ہیں۔ جو کہ جناب موصوف نے اس معاملہ میں مندرجہ بالا فرمان ایزدی کے مطابق اختیار کیا ہے۔ کاش کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بھی اس فرمان ربی کے مطابق عمل کرتے تاکہ ان کو آج اس مصیبت سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔ اور نہ ان کی تحریک جو کہ انہوں نے حضرات قادیان کے خلاف شروع کی تھی زمین میں دفن ہوتے ہوتے ناکامیاب ہو جاتی۔ چونکہ ان کی تحریک بظاہر اس آیتہ کریمہ کے خلاف تھی۔ اس واسطے کامیاب نہ ہو سکی۔ ہم دوبارہ بلکہ سہ بارہ جناب قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں اس خدمت دینی کے عوض ہدیۂ تبریک و تشکر پیش کرتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ وہ اس مذہبی تحریک میں اور زیادہ دلچسپی سے حصّہ لینگے۔ اور مسلمانان عالم کو جناب مرزا صاحب کے مزید اقوال و الہامات باطلہ سے آگاہ کرینگے۔ مولوی ظفر علی خانصاحب سے بھی امید ہے۔ کہ وہ بھی بصورت اجرائے زمیندار اس معاملہ میں اس فرمان خداوندی کے مطابق جناب فدائے ملت حضرت مولانا سید حبیب شاہ صاحب کی تقلید کریں گے۔ اللہ تعالےٰ حضرت موصوف کو بلیات دہر سے

محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔ آخر میں جناب موصوف کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ وہ ان اقساط کو کتابی صورت میں جمع فرما کر شائع فرمائیں۔

خواجہ عبدالغفور صاحب کابلی پشاور شہر

مخدوم و محسن جناب قبلہ سید صاحب آداب و نیاز۔ عرض آنکہ ابتدا میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے نبوت کا دعوے نہیں کیا تھا۔ میں ان دنوں مولوی غلام حسن خاں احمدی کے ساتھ جو اس وقت صدر پشاور کمیٹی ہیں مرزا صاحب کے سلام کو قادیان گیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ جناب مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم و مغفور نے ہندوستان۔ عربستان افغانستان اور مصر کے تمام عالموں کی تصدیق سے مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ اس فتویٰ کو جس پر دنیا بھر کے عالمان دین کے دستخط ثبت تھے۔ تمام جہان میں تقسیم کیا بعد ازاں مولانا ثناء اللہ اور مولانا ظفر علی خاں نے بھی اس ضمن میں مقالات و مضامین سپرد قلم کئے۔ بندہ درگاہ نے جملہ تحریروں کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن جناب کی طرز ادا و استدلال نرالی ہے۔ عبارت عام فہم۔ دلائل واضح اور صاف اور پھر ان سب پر طرہ یہ کہ آپ نے نہایت ہی عام فہم طریق پر مرزا صاحب کے اقوال سے ان کی تردید کی۔ جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔ مجھے یقین کامل ہے کہ جو مرزائی بھی انصاف کی عینک لگا کر جناب کی حقیقت آموز تحریروں کو پڑھے گا۔ فی الفور نادم و پشیمان ہو کر انشاء اللہ العزیز راہ راست کو اختیار کرلے گا۔ آپ میری اس تحریر کو بطور پیشگوئی اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ آپ کے طرز تحریر کو دنیا بھر پسند کر کے آپ پر آفرین و صد مرحبا کہہ رہی ہے۔ واقعی آپ نے ثابت کر دکھایا کہ مرزا صاحب نے اپنے کفر پر اپنے فتویٰ سے مہر ثبت کی ہے۔ میں آپکو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کا طرز تحریر بیحد شریفانہ و بااخلاق ہے۔ جس کیلئے خاص طور پر آپ مستحق تبریک و تہنیت ہیں۔ امید کہ جناب والا خلق خدا کو کاملۃً مستفیض کرنے کیلئے اپنی بیش بہا تحریرات کو بالضرور کتاب کی صورت میں شائع فرمائیں گے۔

خانصاحب آغا محمد سلطان مرزا صاحب سینئر سب جج راولپنڈی

مکرمی جناب شاہ صاحب تسلیم۔ مزاج اقدس۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے۔ میں آپ کے مضامین جو فرقہ قادیان کے خلاف نکل رہے ہیں۔ بہت شوق سے پڑھ رہا ہوں۔ میں تو اب تک آپ کو ایک بذلہ سنج اخبار نویس سمجھتا رہا۔ آپ تو بڑے ہی لائق عالم و فاضل نکلے۔ مضامین نہایت مدلل و مشتمل بر براہین قاطعہ ہیں۔ کاش مسلمان ان کو غور سے پڑھیں۔ اگر تعصب کی عینک اُتار کر صاحبان قادیان پڑھیں گے تو ضرور ان کے دل پر اثر ہوگا۔ نہ منطق میں عیب نہ دلائل میں کمزوری سوقیانہ تُو تُو میں میں سے مبرا۔ فضول یا وہ گوئی سے منزا۔ ان مضامین کا ایک ایک لفظ میزان عدل میں سے تلا ہوا آتا ہے۔ کیا ممکن نہ ہوگا۔ جب یہ سلسلہ ختم ہو جائے تو تمام مضامین کو ایک جگہ جمع کر کے کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے۔ اگر آپ ایسا کرنے پر آمادہ ہیں۔ تو میں اس غرض کے لئے عــہ روپے پیش کرتا ہوں۔ ہدیہ میری طرح ناچیز ہے۔ لیکن اس قطرہ کا شوق بھی قابل داد ہے۔ جو اپنے تئیں دریا میں گم کر کے دریا کی وقعت میں حصہ لینا چاہتا ہے۔

مہتر فضل الٰہی صاحب از بھیرہ

مکرمی شاہ صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے قلم سے سلسلہ مضامین "تحریک قادیان" دیکھ کر دل میں خیال آیا ہے کہ آپ کی خدمت میں اظہار عقیدت کیا جائے لہذا عرض ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ فی الحقیقت متانت و سنجیدگی سے اتمام حجت کرنا آپ کا ہی کام تھا۔ امید ہے کہ آپ اس سلسلہ کو باضابطہ کتابی صورت میں شائع کریں گے تاکہ یادگار جیتب قائم رہے۔ کاروبار لائقہ سے یاد فرمائیں۔

ناظم اعلیٰ انجمن مستشار العلماء پنجاب

محترمی جناب سید صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ انجمن مستشار العلماء پنجاب لاہور نے

جریدہ سیاست ہیں آپ کی قوت دینی کو جو آپنے سلسلہ تحریک قادیان کی تردید کیلئے حرکت میں لا رکھی ہے
نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور اس کے متعلق مندرجہ تحت قرارداد منظور کی ہے:۔
"جریدہ فریدہ "سیاست" لاہور کو اس کے اس صدیقی کارنامے پر ہدیۂ تہنیت و تشکر پیش کیا
جائے۔کہ اس نے نہایت آڑے وقت میں مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے سلسلہ مرزائیہ کی مناسب
تردید کرنا اپنا فرض منصبی سمجھا ہے۔ انجمن مستشار العلماء جریدۂ مذکور سے متوقع ہے۔کہ وہ آئندہ
بھی مسلمانوں کی ایسے ظلمات کفریہ سے حفاظت کیلئے اپنے صفحات کو وقف کرتا رہے گا۔نیز
انجمن ایسے امور میں جریدہ مذکور کیلئے اپنی ناچیز خدمات پیش کرتی رہے گی۔ اور اسکی ترقی
کیلئے دعاگو رہے گی۔

سیّد محمد عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن اسلامیہ سری گوبندپور

السلام علیکم ۔مزاج مقدس ۔تحریک قادیان کے متعلق جو مضامین آپ نے اپنے اخبار گوہر بار میں
شائع فرمائے ہیں۔ ایسے سلیس اور مدلل ہیں۔جو عامۃ المسلمین کے لئے نہایت مفید ثابت ہو
رہے ہیں۔ قادیان یہاں سے بالکل قریب ہے۔ اور آئے دن یہ لوگ یہاں آکر مرزائیت کا
پروپاگندہ کرتے رہتے ہیں۔حالانکہ ایک بڑا زبردست سالانہ جلسہ اسی غرض سے ہوتا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً
مناظرہ اور تبادلہ خیالات بھی ہوتے رہتے ہیں۔مگر اس سے عام مسلمان اتنا استفادہ حاصل نہیں
کرسکے۔جتنا کہ آپ کے شائع شدہ مضامین سے کر رہے ہیں۔ دعا کرتا ہوں۔کہ آپ کو خداوند کریم
اس سے بھی زیادہ ہمت و برکت دیکر خدمت اسلام کی توفیق عنایت کرے۔ آمین۔ ملتجی ہوں۔کہ
آپ ان مضامین کو ضرور کتابی صورت میں شائع کریں۔تاکہ چند نسخہ جات منگوا کر تقسیم کئے جائیں۔

حاجی میر شمس الدین صاحب صدر مستقل انجمن حمایت اسلام لاہور

مکرمی جناب سید صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔تحریک قادیان کے متعلق جو سلسلہ مضامین

آپ نے جاری کر رکھا ہے۔ میں بڑی دلچسپی اور غور سے اس کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ آپکا طرز بیان اور طریق استدلال قابل ستائش ہے۔ جس قدر اعتراضات مرزا غلام احمد صاحب قادیان کے دعاوی اور ان کی تعلیم پر وارد ہو سکتے ہیں۔ ان سب کو ایک عمدہ ترتیب اور ایک مربوط سلسلہ میں آپنے جمع کر دیا ہے۔ اور اس سلسلہ کے اختتام پر یہ ایک ایسا مجموعہ قادیانی تحریک کے متعلق تیار ہو جائیگا کہ اس کے بعد تحریک مرزائیت کے بارے میں کسی دوسری کتاب یا تحریر کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ خداوند کریم آپ کی اس سعی کو مشکور فرمائیے۔ اور توفیق دے کہ آپ اس سلسلہ کو بوجہ احسن انجام تک پہنچائیں۔ اس سلسلہ کی قسط بست وہشتم مندرجہ اشاعت سیاست مطبوعہ ۲۸ جون ۳۳ء کے آخر میں آپ نے ان دو سوالوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک تو قادیانی صاحبان کی طرف سے حیات وممات مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہے۔ اور دوسرا غیر قادیانیوں کی جانب سے یہ ہے۔ کہ ان حقائق کی موجودگی میں جو مرزائیت کے متعلق آپ نے طشت از بام کئے ہیں بڑے بڑے تعلیم یافتہ مسلمان مرزا صاحب کے پیرو کیوں بن گئے۔ اس عاجز کی رائے میں یہ دونوں سوال باریک بے محل غیر متعلق اور ناجائز ہیں۔ جیسا کہ آپ نے خود بھی مانا ہے۔ اسلئے ان سوالوں کے جواب میں وقت صرف کرنا تضیع اوقات ہے۔ جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے۔ کہ حیات وممات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ کو آپ کے مضامین کے ساتھ کوئی واسطہ اور تعلق نہیں۔ دوسرے سوال کا جواب ان لوگوں کے ذمہ ہے جنہوں نے مرزا صاحب کی پیروی اختیار کی۔ اور ان کو پیغمبر تسلیم کیا اصل سوال جو اس بارے میں آپ سے کیا جا سکتا ہے۔ وہ میری رائے میں یہ ہے کہ ان حقائق اور واقعات صحیحہ کو جو آپ لکھ رہے ہیں مدنظر رکھتے ہوئے احمدی یا مرزائی جماعت کو آپ دائرہ اسلام میں داخل قرار دیتے ہیں یا خارج یا بالفاظ واضح تر آپ اس گروہ کو مسلمان سمجھتے ہیں یا نامسلمان۔ اس سوال کی نسبت خود غیر احمدی مسلمانوں میں کسی حد تک اختلاف موجود ہے۔ آپ کی اس قدر محنت اور جانفشانی جو آپ تحریک قادیان کی حقیقت کے انکشاف اور اظہار کی نسبت کر رہے ہیں

اگر اس اختلاف کو دور کرنے پر منتج نہ ہوئی تو میرے خیال میں یہ مسئلہ غیر منفصل رہے گا۔ جو کامل طور پر یک سو ہو جانا چاہیے۔ پس التماس ہے کہ آپ جس محل اور موقع پر موزوں اور مناسب تصور فرمائیں احمدی جماعت کے اسلام یا عدم اسلام کی نسبت اپنی رائے کا غیر مبہم الفاظ میں اظہار فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔ میں نے اپنے خیال کو بہت اختصار کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے۔ کہ زیادہ تفصیل کی حاجت نہ تھی۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

(۵)

عالیجناب میرزا سر ظفر علی صاحب

سابق جج ہائیکورٹ لاہور

مکرمی مولانا سید حبیب صاحب السلام علیکم۔ تحریک قادیان کے متعلق جو مضامین آپ روزنامہ سیاست میں شائع کر رہے ہیں۔ میں سب پڑھتا ہوں اور آپ کے طرز تحریر اور اعتدال پسندی کی تعریف کرتا ہوں۔ واقعات قابل بحث کو تقسیم کر کے آپ نے ہر ایک واقعہ کو پبلک کے سامنے اس طرح پیش کیا ہے کہ ہر ایک شخص خود فیصلہ کر سکے۔ کہ حق کس طرف ہے۔ یہ سلسلہ مضامین عامتہ الناس کی رہنمائی کیلئے انشاء اللہ تعالیٰ نہایت مفید ثابت ہوگا۔ جو گمراہ ہو چکے ہیں وہ پورا غور کرنے پر واپس ہونگے۔ اور باقی لوگ گمراہ ہونے سے بچ جائیں گے۔ مرزائی لوگ ایسے مسائل کی بحث کیا کرتے ہیں۔ جن کا مرزا غلام احمد صاحب کے دعویٰ نبوت پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ سوال تو یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے خود کئی ایک معیار مقرر کئے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حق کو باطل پر غالب کرنے کیلئے ان کے ہر ایسے دعوے کی تکذیب ان کے مقرر کردہ معیار سے کی اور انہی کی رو سے وہ نبی ثابت نہ ہو سکے۔ اسلئے ان مسائل پر جن میں علماء دین کے اندر اختلاف ہے۔ بحث کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اور جب مرزا غلام احمد صاحب اپنے پیش کردہ معیار کی رو سے نبی ثابت نہیں ہوتے۔ تو ان کو نبی کس طرح مانا جا سکتا ہے۔

حضرت ابو الحسنات مولانا حکیم سید محمد احمد صاحب قبلہ خطیب جامعہ وزیر خان لاہور

مجمع مکارم مجد کم اکارم سیادت پناہ حامی اسلام جناب شاہ صاحب دام بالمجد والکرم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ میں اپنے نجی کام کے سلسلہ میں آلور گیا ہوا تھا واپس آیا تو جناب کے چند مضمون میری نظر سے گذرے۔ اگرچہ بزم تنظیم میں ماہانہ پندرہ روزہ نمبر نکل رہے ہیں۔ اور اپنی بساط کے موافق خاص خدمت کر رہے ہیں۔ مگر جناب کے مضامین دیکھکر میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ مخلصانہ خدمت اور حق گوئی اور ہمت اسی کا نام ہے۔ جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔ آج میرا جی چاہتا ہے۔ کہ میں آپ کے حق میں وہ لفظ استعمال کروں۔ جن کو ابتک سنکر خاموش رہا کرتا تھا۔ "فدائے ملت زندہ باد۔ مولانا سید حبیب شاہ زندہ باد"۔ لیکن ابھی دو امور کی کمی میری نظر میں ہے۔ ایک یہ کہ ابتک تحقیقات نے جناب کو کس نتیجہ پر پہنچایا۔ بلاخوف لومتہ لائم صاف لفظوں میں اس کی تشریح بھی ہونی چاہیے۔ آیا ابتک کے مندرجہ مضامین سے آپ جناب مرزاجی اور ان کی تبعین کے ارتداد کو تسلیم فرما چکے ہیں یا کیا یہ وہی سوال ہے جو قبل ازیں میں زمیندار میں بھی کر چکا ہوں۔ دوسری کمی یہ ہے۔ کہ یہ اقساط محض جریدہ کے ذریعہ اب تک شائع ہوئی ہیں یہ چونکہ ازبس مفید ہیں اور طریق استدلال نہایت پسندیدہ ہے۔ بنابریں اس مضمون کو بہت جلد کتاب کی صورت میں شائع کرنا چاہیے۔

جناب قاضی دلاور شاہ صاحب فاروقی نامہ نگار سیاست مقیم ٹل دہلی

جناب مولانا صاحب قبلہ۔ خداوند تعالیٰ آپ کو اپنے عزائم میں کامیاب کرے۔ آپکی زیارت کا مجھے بے حد شوق ہے۔ انشاء اللہ مستقبل قریب میں حاضر خدمت ہو جاؤنگا۔ آپ کے تمام مضامین جو سلسلۂ قادیان کے متعلق ہیں۔ بے حد مقبول ہو چکے ہیں۔ پارہ چنار سے مجھے ایک

دوست تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ملازمت کی وجہ سے مجھے اکثر مرزائیوں کے ساتھ رہنا پڑا۔ اُن کے ظاہری اخلاق اور ظاہری اسلام سے کچھ حد تک متاثر ہوا تھا۔ قریب تھا۔ کہ انہی کے سلسلہ سے منسلک ہوجاتا۔ لیکن جب سے مولانا صاحب نے ان کی اصلیت پر قلم اُٹھایا ہے۔ میرا دل بالکل صاف ہوگیا ہے۔ اور خدا کے فضل سے ان کے فاسد خیالات سے بچ گیا ہوں۔

خواجہ عبدالرحمان صاحب کابلی المعروف افغان گھڑی ساز پشاور شہر

مخدوم و محسن بندہ جناب قبلہ شاہ صاحب۔ آداب و نیاز۔ جناب کی قدمبوسی کی کمال آرزو کے بعد از اظہار معروض خدمت عالی و متعالی ہوں۔ کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کچا چٹھا جو آنجناب نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا۔ اور اسے جو جناب نے عام فہم اور مدلّل عبارت میں سیاست کے صفحات کی وساطت سے ہدیہ قارئین کرام کیا۔ اس پر ہر خاص و عام اور دوست و دشمن نے صدائے تحسین و مرحبا بلند کی۔ خدائے برتر و اعلیٰ آپکو جزائے خیر کرامت فرمائے۔ ضرورت ہے کہ آنجناب اس کو کتابی صورت میں شائع فرماکر باعث فیض رسانیٔ عامۃ المسلمین ہوں۔ بوجہ اس تہذیب و اخلاق اسلامی کے جو آپ نے بوقت مخالفت مرعی رکھا۔ دعا ہے کہ رب العالمین بطفیل شافع المذنبین آپکو جنت الماویٰ بطور انعام اس بہترین کارنامہ کے عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

جناب محمد بشیر مرزا صاحب علیگ۔ کلکتہ

قادیانی عقیدہ کے متعلق جس طرح اور جو کچھ آپ لکھ رہے ہیں۔ یہ ایک دیرینہ ضرورت تھی خصوصًا ان کے واسطے جو اسکے متلاشی رہے ہوں۔ ایک معترض نے اعتراض کیا۔ کہ آپ نے دو کتابوں کا نام لکھا تھا۔ ان کتابوں کی نقل کردی ہے۔ مگر معترض صاحب نے یہ نہ خیال کیا کہ اس قسم کے مسائل کے جوابات زیادہ تر کتابوں کے حوالہ ہی سے دیئے جاتے ہیں۔ خواہ وہ قرآن پاک ہو۔ یا حدیث کی کتابیں ہوں۔ یا وہ کسی محقق نے لکھی ہوں۔ ان کے ساتھ لکھنے

والے کے خیالات اور دلائل ایک مجموعہ بن کر آئندہ کسی لکھنے والے کے کام آیا کرتے ہیں۔ میں خود متلاشی رہا ہوں کہ کوئی ایسا مجموعہ مل جاتا۔ جو اس طرح اعتقاد کا غلط ہونا یا کم سے کم مشتبہ ہونا ہی ثابت کرسکتا۔ مگر باوجود تلاش مجھے ایسا کوئی مجموعہ نہ مل سکا۔ آپ کا سلسلہ تحریر مکمل ہو کر ایک مفید اور محقق حق کے لئے ایک کار آمد کتاب ہوگی۔ اس لئے ازبس ضروری ہے کہ ان سب تحریروں کو جو آپ لکھ رہے ہیں۔ یا آئندہ لکھیں۔ کتابی صورت میں شائع فرمائیں مجھ جیسے بہت سے لوگ ایسی پر از معلومات کتاب کے متلاشی ہونگے۔ اور ضروری سمجھیں گے۔ کہ ایسی کتاب کی ایک جلد گھر میں رہے۔ تاکہ ان کی اولاد یا عزیز اگر کسی وقت قادیانی عقیدہ کی طرف راغب ہوں تو ان کو جوابات شریفانہ اور سادہ زبان میں گھر کے اندر ہی مل جائیں۔ میرے خیال میں جب یہ سلسلہ مضامین ختم ہو جائے تو اسکو کتاب کی صورت میں شائع کر دیا جائے۔ اور وہ خریدار جو طبع ہونے سے پہلے قیمت نقد بھجوا دیں۔ ان کو پچیس فی صدی قیمت میں رعایت بھی دی جائے آخر میں یہ اور لکھنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معہ جسم آسمان پر جانے نہ جانے پر روشنی ڈال سکیں۔ تو باعث منت ہوگا۔

میں اور مجھ جیسے بہت زیادہ یہ یقین اگر یقین حکمی نہیں تو بالکل قریب بعین الیقین رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معہ جسم دنیوی آسمان پر نہیں گئے۔ اور نہیں۔ کیونکہ (۱) مرزا صاحب قادیانی اور ان کے پیروؤں کی دلائل اس بارے میں گویا تصفیہ کن نہیں۔ (۲) یہ عقیدہ مسلمان ماننے والوں کو کفر تک نہیں لے جاتا۔ اور نہ انکار کرنے والوں کو خارج از اسلام کرتا ہے۔ بلکہ اس عقیدہ کو فروعی کہا گیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ تحریروں کو مجموعی صورت یعنی کتاب میں لانے کی ازبس ضرورت ہے۔ اور استدعا ہے کہ یہ نیک کام بھی بالضرور کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ کوئی مبالغہ نہیں۔ سچی بات ہے۔ کہ عقیدہ قادیان کے متعلق آپ ایک بڑی ضرورت کو پورا کر رہے ہیں۔ زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ زبان شریفانہ اور بیان واقعات پر مبنی اور مشرح ہے غرض ان خیالات کو کتاب کی صورت میں چھاپنا ازبس ضروری ہے۔

مولانا غلام دستگیر صاحب نامی - لاہور

مکرمی جناب شاہ صاحب زاد لطفہٗ - السلام علیکم - چند روز ہوئے مجھے سر مرزا ظفر علی صاحب متولی مسجد وزیر خاں و ریٹائرڈ جج ہائیکورٹ پنجاب سے ملنے کا اتفاق ہوا - آپ نے پوچھا کہ کیا آپ تحریک قادیان کے متعلق مولانا سید حبیب صاحب کا سلسلہ مضامین جو سیاست میں نکل رہا ہے پڑھتے ہیں - میں نے جواب نفی میں دیا - تو آپ نے فرمایا - کہ یہ سلسلہ نہایت مفید اور قابل مطالعہ ہے - اس سے مجھے شوق پیدا ہوا - اور میں نے سلسلہ مضامین بڑے شوق اور غور سے پڑھا - شاہ صاحب میں آپ کو مبارک دیتا ہوں کہ آپ نے نہایت معقولیت اور متانت سے قادیانیت کے حالات کا انکشاف فرمایا ہے - اگر قادیانی دوست اس کو بے تعصبی اور غور سے پڑھیں - تو فوراً تائب ہو جائیں - واقعی مرزا صاحب نے امت محمدیہ میں تفرقہ ڈالنے کے سوا اور کوئی کام نہیں کیا - مجھے اچھی طرح یاد ہے - کہ جب سر مرزا صاحب موصوف کی دیندار والدہ مکرمہ فوت ہو گئیں تو ان کے بڑے بیٹے نے جو بد قسمتی سے قادیانی ہو گئے ہیں نماز جنازہ میں شرکت نہ کی کیونکہ اس گروہ کی نظر میں جو شخص مرزا صاحب کی نبوت کا قائل نہ ہو مسلمان نہیں - لہذا نہ اُس سے دنیوی تعلق جائز ہے نہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا روا - مرزا صاحب قادیانی کے الہامات پر آپ نے خوب تبصرہ کیا - اور پیشینگوئیوں کی بھی بوجہ احسن خبر لی ہے - غالباً سر مرزا صاحب موصوف نے ہی ایک دفعہ ذکر کیا تھا - کہ جب مرزا صاحب قادیانی نے لوگوں کے خلاف پیشینگوئیوں کی اندھا دھند اشاعت شروع کر دی تو ڈپٹی کمشنر نے انہیں بلا کر تنبیہ کی جس سے مرزا صاحب کانپ اُٹھے اور لکھ کر دیدیا کہ حضور میں آئندہ دہشت انگیز پیشگوئیاں شائع نہیں کروں گا - ڈپٹی کمشنر نے اپنے مسلمان ریڈر سے کہا دیکھا تمہارا پیغمبر ایسا ہے کہ ایک معمولی حاکم سے ڈر کر کہہ رہا ہے کہ میں آئندہ پیشگوئیاں شائع نہ کروں گا - کیا مسلمانوں کے مامورین من اللہ کی یہی شان ہے کہ خدا کی طرف سے جو حکم پائیں - اس کی اشاعت سے ڈریں؟ ریڈر نے جواب دیا - کہ مرزا صاحب کو جمہور اہل اسلام نے سچا قرار نہیں دیا - ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی دنیاوی طاقت سے نہیں

ڈرے اوران کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ کیونکہ جو شریعت وہ لائے وہ ابدی ہے۔ اوراس کے بعد کسی شریعت کی ضرورت نہیں۔ یہ سن کردہ ڈپٹی کمشنر چپ رہا۔

شاہ صاحب آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ اگر آپ اس سلسلۂ اخباری کو بصورت کتاب شائع کردیں۔ تاکہ آپ کی محنت ٹھکانے لگے اور لوگ اس سے متمتع ہوتے رہیں۔

مولانا سلام الدین صاحب۔ سری نگر

مکرمی ایڈیٹر صاحب اخبار سیاست لاہور۔ السلام علیکم۔ جو سلسلہ مضامین جناب شاہ صاحب نے تحریک قادیان کے بارے میں جاری فرمایا ہے۔ وہ ہر جگہ نہایت ذوق وشوق کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اور اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ سری نگر میں ان مضامین کو بہت شوق سے پڑھا اور پڑھکر دوستوں کو سنایا جاتا ہے۔ امید ہے کہ اس سلسلہ کو کافی عرصہ تک اسی طرح جاری رکھینگے اور خاتمہ پراس کو ایک کتابی صورت میں مدون فرماکر شائع کرینگے۔ تاکہ ہر شخص کے پاس یہ موجود رہ سکے۔ جس سے کہ وہ مستفید ہوسکے۔ ان مضامین کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ زبان سلیس اور شستہ ہے۔ اخلاقی پہلو ہروقت مدنظر رکھا گیا ہے۔ اور ہر جگہ پر معیار شرافت اسی بلندی پر کہ جس کا ابتدا میں دعوے کیا گیا تھا۔ قائم رکھا گیا ہے۔ گویا وجادلھم بالتی ھی احسن کا نہایت عمدہ نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

دربار فاضلیہ بٹالہ شریف ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مکرمی سید صاحب زاد مجدہٗ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ عرفان پناہ حضرت قبلہ خان بہادر سیدنا ومولانا سید میاں نذر محی الدین صاحب قادری سجادہ نشین دربار فاضلیہ بٹالہ شریف نے ہدایت فرمائی ہے کہ میں یہ ظاہر کروں۔ کہ آں ممدوح آپ کے جریدہ گرامی کی ان خدمات جلیلہ پر اظہار تحسین فرماتے ہیں۔ جو کہ آپ اور آپکے اخبار کی

طرف سے ہر شکل کے وقت مسلمانوں کے لئے عمل میں لائی جاتی ہیں۔ یقین کیجئے۔ کہ آپکا اخلاص عمل لوگوں کے دلوں پر اثر کر رہا ہے۔ الحاد۔ بد دینی اور عقاید باطلہ کے طلسم کو توڑنا آپکو بحیثیت سید ہونے کے اپنے ورثہ میں ملا ہوا سمجھنا چاہئے۔ سچائی کو پسند کرنے والوں کی دعائیں اور ہمدردی آپ کے ساتھ ہیں۔ تحریک قادیان کے متعلق مضامین ایک کتاب کی صورت میں منضبط ہو جائیں تو ازبس مفید ہوگا۔

(✤)

خواجہ غلام محمدؐ صاحب۔ جالندھر

مکرمی جناب سید صاحب۔ السلام علیکم۔ امید ہے۔ کہ آپ خیر و عافیت سے ہوں گے۔ خداوند کریم آپ کو سلامت رکھے "تحریک قادیان" کے متعلق جو سلسلہ مضامین آپ نے جاری کر رکھا ہے۔ اس کا میں بڑی دلچسپی اور غور سے مطالعہ کیا کرتا ہوں۔ آپ کا طرز بیان اور طریق استدلال قابل ستائش ہے۔ پڑھکر بے اختیار زبان سے نکلتا ہے "زندہ باد سید حبیب" جس قدر اعتراضات بھی مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیان کے دعاوی اور ان کی تعلیم پر وارد ہو سکتے ہیں۔ ان کو ایک عمدہ ترتیب اور ایک مربوط سلسلہ میں آپ نے جمع کر دیا ہے۔ اور اس سلسلہ نایاب و بے بہا کے اختتام پر ایک ایسا مجموعہ قادیانی تحریک کے متعلق تیار ہو جائیگا۔ کہ دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میرے دوست **قبلہ چودھری عبد الرحمٰن صاحب ممبر لیجسلیٹو کونسل پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی "راہون" جاگیردار و رئیس اعظم راہون (ضلع جالندھر)** میرے پاس آئے۔ ان کو قادیانیوں کی تردید سے بہت دلچسپی ہے۔ مینے ان کو پہلے بھی بہت سی قادیانیت کے بارے میں کتب دیں۔ اب میں نے ان کو آپ کے مضامین کے سلسلہ کے کالم اخبار سے کاٹ کر بھیجے اور دوران قیام جالندھر میں آپ کے پورے پرچے پڑھائے۔ تو وہ عش عش کرنے لگے کہ کوزہ میں دریا بند کر دیا ہے۔ اور بے ساختہ کہنے لگے کہ زندہ باد سید حبیب۔ ایسے مدلل اور با تہذیب مضامین سید صاحب کی زور طبیعت کی عرق ریزی کا نتیجہ ہیں۔ کاش کہ یہ سلسلہ کتابی صورت

میں آ جائے۔ چودھری صاحب کے گاؤں میں بھی مرزائی ہیں۔ اور چودھری صاحب کی ان سے ہمیشہ ٹکر رہتی ہے۔ اور وہ ہمیشہ راہون میں بابو حبیب اللہ کلرک محکمہ نہر کو جو مرزائیوں کی کتب کے حافظ ہیں بُلواتے ہیں اور ان سے بحث و مباحث کراتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر علماء کو بھی بُلواتے ہیں۔

سیّد نور الاکبر صاحب چترالی از کاکاخیل (سرحد)

واجب التعظیم والتکریم سیدی۔ جناب کے سلطنت تیموریہ چترال کی سیاحت کے دوران میں ہم چترالیوں کی آنکھیں آپ کی دیدار فیض بار سے منور ہوئیں۔ کیونکہ آپ ہی ہندوستانی مدیرانِ محترم میں سب سے پہلے شخص ہیں۔ جو یہاں تک تشریف لائے۔ آج کل آپ تحریک قادیانیت پر جو مدلل و مؤثر سلسلہ مضامین لکھ رہے ہیں۔ وہ قادیانی جماعت کے لئے درس عبرت اور آپکے لئے موجب نجات ہے۔ قادیانیوں کے لئے یہ سبب ہدایت ہو سکتا ہے بشرطیکہ ان میں دماغ اور بصیرت ہو جو فی الواقعہ نہیں۔ مضامین مذکورہ کا مجموعہ گنجِ بے بہا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے جس قدر جلد ممکن ہو اس کو کتابی شکل دے کر ہندوستان بھر میں تقسیم کرنے کی کوشش فرمائیے۔ انشاء اللہ تعالےٰ رب جلیل آپ کو جزائے خیر دیگا۔ سید صاحب خدا کے فضل اور مسلمانوں کی خوش قسمتی سے آپ اسلامی دنیا کے ایک درخشندہ ستارہ ہیں اسلامی دنیا کے صحیح حالات سے ہندوستانی مسلمانوں کو آپ نے باخبر رکھنے میں جو زرّین خدمات سرانجام دیں۔ وہ اظہر من الشمس ہیں۔ آپ مسلمانوں کے واحد اور نڈر ترجمان ہیں۔ آپ نے مظلومین کشمیر والور کی حمایت میں بے نظیر قلمی جہاد کیا ہے۔ آپ ہی نے افغانستان اور غازی محمد نادر شاہ خلد اللہ ملکہ کی سچی خدمت کی ہے۔ اور آپ ہی غازی موصوف کے سچے مخلص اور جان نثار دوست ثابت ہوئے۔ دیندار و خدا ترس تاجدار چترال دام اقبالہ کی سچی دوستی کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا اور آپ ہی اس لائق ہیں۔ کہ تاجداران موصوف آپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھیں۔ بے شک آپ

اسلامی دنیا کے مرد مسلمانوں کے ہمدرد ہیں۔ آپ ہی نے متضاد العمل گاندھی جی اور فرقہ پرست کانگرس کی مسلم کش چالوں سے مسلمانوں کو ہر وقت آگاہ کیا۔ اور آپ ہی نے آٹھ کروڑ مسلمانوں کے روحانی باپ مولانا محمد علی مرحوم کی اس وقت دستگیری اور حمایت کی جبکہ مولانا ظفر علی خاں جیسے اہل قلم ذاتی کاوشوں کی بناء پر ان کی تذلیل کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ آپ ہی نے نیشنلسٹ مسلمانوں کی زرین مصلحتوں سے مسلمانوں کو بچائے رکھا۔ اور آپ ہی نے گاندھی پرست مسلمانوں کا قافیہ تنگ کیا۔ آپ ہی نے مویدین وعلم برداران تحریک عصیان مدنی کے استدلال کی دھجیاں بکھیر دیں۔ جو دراصل مسلمانوں کی حق تلفی کے لئے شروع کی گئی تھی۔ الغرض آپ کی ذات مجموعہ کمالات ہے۔ اور آپ کے ملکی وملی کارناموں کو آنے والی نسلیں فخر سے یاد کیا کریں گی۔ ایک طالب علم کے لئے نہایت مشکل ہے۔ کہ آپ کی ذات وصفات پر تبصرہ کرے یہ کام تو جناب جعفر شاہ میاں صاحب مولانا آزاد گل میانصاحب جناب سرور گل میانصاحب سا کاخیل جیسے اہل قلم اصحاب کا ہے۔ لیکن میرے دل کے نہ خاموش ہونے والے اخلاص نے اسکے لکھنے پر مجبور کیا۔ سلامتی ہو تم پر اے پیکر حریت وفدائے ملت سلامتی ہو تجھ پر اور تمہارے اخبار کو ہر بار پر۔ سلامتی ہو اے بلبل چمن ہند تم پر اور تیری ہمت مردانہ پر اے سید القوم سلامتی ہو تجھ پر اور تیرے دودمان پاک پر ہاں سلامتی ہو۔ اور شاباش ہو آپ کے قادیان شکن اور اسلام پرور قلم اور دماغ پر! آمین! ثم آمین۔

آنریبل صاحبزادہ نواب سر عبد القیوم خاں صاحب
وزیر حکومت سرحد

آپ اس سلسلہ کو لکھتے ہوئے ہرگز کسی سے نہ ڈریں۔ خدا نے چاہا تو ایک روز خود برادران قادیان آپ کا شکریہ ادا کریں گے۔ کہ آپ نے ان کی رہنمائی کی۔

مولوی غلام مصطفےٰ صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لاء ایڈووکیٹ گوجرانوالہ

اور تو میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اتنا کہتا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے دنیا میں ثواب کے کیا کیا کام کئے ہیں۔ لیکن اتنا کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ آپ کی مغفرت کیلئے کفایت کریگا۔

مولانا رشید صحرائی مدیر اخبار "کشمیری" - لاہور

عام خیال ہے۔ کہ قادیانی تحریک وحدتِ اسلامیہ اور مرکزی قوتوں کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہے۔ یہ سیلابِ بلا عالمِ اسلام میں تباہی لا رہا ہے۔ قادیانیوں نے اپنی تحریک کی ترویج و اشاعت کے لئے جو ذرائع اختیار کر رکھے ہیں۔ اُن سے خطرہ ہے۔ کہ وہ اپنی فتنہ سامانیوں کے ساتھ آفتابِ اسلام پر گھٹا بن کر نہ چھا جائے۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیائے اسلام کی ایمانی روشنی پر ظلمتِ کفر غلبہ حاصل کرلے۔ پس اس خوفناک تحریک کا جس قدر بھی جلد استیصال کیا جائے مناسب ہے۔ اس سیلاب کو روکنے کے لئے ایسے تردیدی بند باندھنے کی ضرورت ہے۔ جو کبھی سیلابِ کفر و ہذیان سے متزلزل نہ ہوسکیں۔ اس مقصد کے لئے فوری و عارضی اقتضائے جوش میں اکثر اصحاب نے ہنگامہ آرائی کی۔ پُرجوش جلسے کئے۔ ولولہ انگیز و محشر خیز تقاریر کیں۔ مگر یہ فرہادی "تیشہ" قادیانی "سنگِ گراں" کو نہ کاٹ سکا۔ اور اس تحریک کی فنا میں التوا پیدا ہوگیا۔ آخر ملک کے مشہور صحیفہ نگار مولانا سید حبیب شاہ صاحب مالک روزنامہ سیاست بہمہ فراست کمرِ ہمت باندھ کر اور جرأت و بسالت کو جلو میں لیکر میدانِ مجادلہ میں مردانہ وار اُترے۔ اور تاویلاتِ باطلہ کو بیک ضربت استدلال واستشہاد فنا کرکے رکھدیا جس سے دینِ حنفہ محمدیؐ کا نور تمام عالم میں پھیل گیا۔ محترم مدیر سیاست نے انتہائی متانت و سنجیدگی کے ساتھ جو سلسلہ مضامین بالاقساط شروع کر رکھا ہے۔ اور جس انتہائی بالغ نظری و دانشمندی سے قادیانی دلائل کو توڑ کر او رمرزائی دعووں کو باطل کرکے حقیقت بیانی کا ثبوت دیا ہے۔ ان کا یہ کارنامہ دنیائے اسلام کے لئے موجب فخر و امتنان ہے۔ ہماری رائے میں عقیدت مندان اسلام کی

خواہش کے مطابق ان تمام حقیقت افروز و قابلِ قدر مضامین کو کتابی صورت میں شائع کرنا دنیائے اسلام پر ایک بھاری احسان ہوگا۔ ہمیں یقین ہے۔ تمام تردیدی دلائل کی یکجا اشاعت مسلمانوں میں عمدہ و مفید نتائج پیدا کرے گی۔

جناب مولانا غلام مرشد صاحب - لاہور

محترم و مکرم جناب مولانا سید حبیب صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ نے جس خوش اسلوبی سے تحریک قادیان اور مرزا صاحب کے مخصوص عقائد پر تنقید فرمائی ہے۔ وہ قابل صد ستائش ہے۔ اگر ان تمام نمبروں کو یکجا کر کے ایک کتابی شکل میں شائع کیا گیا تو اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہوگا۔

منشی احمد خاں صاحب صدر بازار پشاور چھاؤنی

تحریک قادیان کتابی صورت میں جلوہ افروز ہو کر گمراہان ضلالت کو بتائے گی۔ کہ

"یہ عقیدہ ہمارے لئے کیوں قابل قبول نہیں"

اور صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کرے گی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ سید صاحب نے تردیدی دلائل جس سنجیدگی و متانت اور تہذیب سے زیب قرطاس فرمائے ہیں۔ یہ صرف انہی کا حصہ ہے۔ میں نے جہاں تک مرزا غلام احمد صاحب قادیان کے ادعاء نبوت والی کتب کی سیر کی ہے۔ اور ان کے مریدوں سے دوستانہ تعلقات رکھے ہیں۔ ان کے پیش نظر مجھے امید واثق ہے۔ کہ سید صاحب کے دلائل کی تردید ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ قادیانی اور لاہوری احباب انصاف سے خدا کو حاضر و ناظر جان کر اور تعصب اور ہٹ دھرمی کو دور کر کے جواب لکھنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ تو ممکن نہیں کہ سید صاحب کی دلیلوں کی تردید ان سے ہو سکے۔ آج مبلغ ایک روپیہ کا منی آرڈر جناب کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ جب "تحریک قادیان" کتابی صورت میں

جلوہ افروز منصۂ شہود ہو۔ تو ایک کتاب میرے نام روانہ فرما دیجئے گا۔ مہربانی ہوگی۔

مولانا محمد دین صاحب سوداگر پارچہ سفید دروازہ۔ لاہور

مکرمی جناب شاہ صاحب قبلہ سلامت باشند۔ السلام علیکم۔ فتنۂ قادیانی کے متعلق آپ جو مفید سلسلۂ مضامین اپنے اخبار میں شائع کر رہے ہیں۔ اُسے اوّل سے آخر تک میں نہایت دلچسپی سے پڑھ رہا ہوں۔ میں بے خوف لومتہ لائم کہنے کو تیار ہوں کہ جس سلاست متانت اور تہذیب سے آپ نے مضمون کو نباہا ہے وہ آپ ہی کا حصّہ ہے۔ علمائے کرام نے بے شک اس فتنہ کے خلاف قلم اُٹھایا ہے۔ مگر دقّتِ مضامین کے باعث عوام الناس نہ سمجھ سکے۔ الحق آپ نے اس فتنۂ عظیم کا انکشاف کر دیا۔ یہ فتنہ ہند سے گذر کر پوری تنظیم کے ساتھ دیگر ممالک میں پھیل رہا ہے۔ مگر ہمارے امرا مذہب سے بیگانہ ہیں۔ اور علمائے کرام نے بھی پوری توجہ اس طرف نہیں کی۔ اور اپنے آرام و آسائش کی فکر میں لگے رہے میری مدت سے آرزو ہے۔ اور اس کے متعلق میں نے بارہا اپنے ہم مذہب علمائے کرام سے عرض کی ہے۔ . . . . . .

. . . . کہ کم ازکم حنفی مسلمانوں کی جن سے اسلامی سوادِ اعظم قائم ہے۔ تنظیم کی جائے۔ مگر ان بزرگوں نے کبھی توجہ نہیں کی۔ ایسے حالات میں آپ کا اس مضمون پر قلم اُٹھانا واقعی جہاد اکبر ہے۔ مسٹر ظفر علی خاں صاحب بھی اس مضمون پر خامہ فرسائی کرتے رہے ہیں۔ مگر زبان کی تیزی کے سبب وہ اس سلسلہ کو قائم نہیں رکھ سکے۔ جناب نے جو اسلوب اختیار کیا ہے۔ وہ نہایت بے ضرر اور مفید ہے۔ مگر اخباری مضامین ہنگامی حیثیت رکھتے ہیں۔ نہ کہ مستقل۔ لہٰذا میری تجویز ہے۔ کہ آپ ان مفید مضامین کو کتابی شکل میں شائع کر دیں۔ اور میرا نام خریداروں کی فہرست میں لکھ لیں۔ جسقدر کتابیں درکار ہونگی منگوا کر مفت احمدیوں میں تقسیم کر دوں گا۔ اور دوسرے احباب سے بھی درخواست کروں گا۔ کہ وہ بھی خریدار بنیں۔ میں حضرت مولانا مولوی حکیم سید ابوالحسنات محمد احمد صاحب قادری خطیب مسجد

وزیر خاں کا ازحد ممنون ہوں۔ کہ میری درخواست پر انہوں نے فتنۂ قادیانی پر ایک عرصہ سے ایک سلسلہ مضامین لکھنا شروع کر رکھا ہے۔ جو رسالوں کی صورت میں شائع ہو رہا ہے جو ۱۶ نمبر تک شائع ہو گیا ہے۔ یہ رسالے ازحد مفید ہیں۔ تمام حنفیوں کو چاہئے کہ مولوی صاحب کا اس کار خیر میں ہاتھ بٹائیں۔ تاکہ یہ سلسلہ ہمیشہ کیلئے جاری رہے۔

مولانا ابوالریاض حکیم محمد معراج الدین صاحب مدیر "الفقیہ" امرتسر

مولانا سید حبیب صاحب مدیر جریدہ سیاست لاہور نے تردید تعلیم قادیان میں جو طرز اختیار کی ہے۔ وہ جادلھم بالتی ھی احسن کا بہترین نمونہ ہے۔ جس سے نہ صرف قادیانی زہر کے زائل کرنے کا تریاق فاروقی تیار کیا جا رہا ہے بلکہ ان اہل قلم کے لئے ایک سبق آموز مجموعہ تیار ہو رہا ہے۔ جو اس وقت یا آئندہ اسی میدان تردید میں قلم کا گھوڑا دوڑانا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک اخباری دنیا میں شائع ہو جانے کے بعد رفاہ عام اہل اسلام کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ از بس ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان اوراق پراگندہ کو کتابی صورت میں شیرازۂ جمعیت دیکر ہمیشہ کیلئے ایک مفید اور کارآمد اسلامی میگزین کی صورت میں انہیں اسلام کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ تاکہ آئندہ ہر وقت اور ہر موقعہ پر اہل قلم مجاہدین اسلام کے لئے سیف و سنان کا کام دے۔ اخیر میں ہم یہ بھی بتانا چاہتے ہیں۔ کہ مولانا نے گو مسئلہ تکفیر مرزا اور مسئلہ حیات مسیح کے مقام پر یہ عذر پیش کرتے ہوئے پہلوتہی کی ہے کہ یہ دونو امور مولوی صاحبان کے سپرد ہیں۔ اور ان ہی کی ڈیوٹی ہے اور یہ کہ اس میں ایک قطعی فیصلہ کرنے کے بغیر بھی انسان مسلمان رہ سکتا ہے۔ مگر تاہم یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ خود نہ سہی کسی دوسرے اہل قلم سے مکمل طور پر اس کمی کو بھی پورا کرا دیں۔ تو اس کتاب کی اہمیت اور بھی بڑھ جائیگی ورنہ اس وقت تک اسکی ضرورت صرف عام خیالات اور سیاسی نکتہ خیال تک ہی محدود رہتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ مولانا کے ہم خیال گو اس موقعہ پر آپ کی ہاں میں ہاں ملائیں گے۔ مگر ہم مجبور ہیں

کہ روز روشن کی طرح اس امر کو بے نقاب کردیں۔ کہ اس وقت انقلاب زمانہ سے مفتی صاحبان کی بجائے اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان درجہ قضا پر رونق افروز ہوتے نظر آتے ہیں۔ اور قاضی صاحبان کے منصب قضا کو لیڈران قوم اپنا ذاتی منصب سمجھ رہے ہیں۔ دوسرے مولوی اور مفتی صاحبان کے پاس صرف الجواب صحیح کے سوا کچھ نہیں رہا۔ اس لئے ہم سید صاحب کی خدمت میں پرزور اپیل کرتے ہیں۔ کہ تکفیر مرزا اور حیات مسیح کے متعلق بھی اپنا فیصلہ یا اپنا اٹل فتویٰ صادر کردیں۔ تاکہ جدید تعلیم یافتہ اصحاب کے نزدیک بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے۔ کہ واقعی جو کچھ اہل علم نے آج تک اس فرقہ کی تردید میں کر دکھایا تھا یا کر دکھایا ہے۔ وہ سب کچھ حق اور صحیح تھا اور ایسے امور کی تکمیل کرنے والے حق بجانب تھے۔

اخبار "شرار" لاہور

اس مہدیت خیز زمین پر ایک ایسے شخص کا وجود بیحد غنیمت ہے۔ جو حق و صداقت کی اشاعت میں ایک ایسی شریفانہ جنگ کر سکتا ہو۔ جس کا ایک حرف بھی تہذیب و شائستگی کے بلند ترین معیار سے نہ گر سکے۔ قادیانی تحریک اسلام کی وحدت اور مرکزی قوتوں کے لئے ایک بھاری چوٹ ہے اس لئے اس خوفناک تحریک کا جس قدر بھی جلد استیصال کیا جائے بہتر ہے۔

ہم یہ دیکھکر انتہائی مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ فدائے ملت مولانا سید حبیب صاحب نے جس شرافت اور جس دیانتداری' جس حسن اخلاق اور جس صلاحیت و خوبی سے اپنے حقیقت افروز مضامین کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ اور جس انتہائی دانشمندی سے احمدی دلائل کو احمدی دعووں پر الٹتے ہوئے زعم باطل کو توڑ کر اپنی بالغ نظری و حقیقت بیانی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ سرزمین پنجاب پر صرف انہی کا حصہ ہے۔ اور جس خدمت حسنہ کے لئے وہ ملک بھر سے خراج تحسین وصول کرنے کے مستحق ہیں۔ اور نیز ہم عقیدت مندان اسلام کی اس رائے کی پرزور

تائید کرتے ہیں۔کہ ایسے قابل قدر اور پُراز معلومات مضامین کو کتابی صورت میں تبدیل کردینا اسلام پر ایک بھاری احسان ہوگا۔

انجمن فاروقیہ فاروق گنج۔لاہور

یہ جلسہ حضرت مولانا سید حبیب شاہ صاحب آف سیاست کے ان مضامین کو جو آپ قادیانی فرقہ کے متعلق مسلسل لکھ رہے ہیں۔بنظر استحسان دیکھتا ہے اور مولانا کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہے۔کہ وہ ایسے احسن طریق سے اس کٹھن مضمون کو لکھ رہے ہیں۔کہ جس میں آجتک کوئی ایسا جملہ یا حرف نہیں لکھا گیا۔کہ جو کسی کا دل دکھانے والا ہو۔یہ جلسہ عام مسلمانوں سے پرزور سفارش کرتا ہے۔کہ وہ ان مضامین کو ضرور پڑھیں۔تاکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قادیانی تاثرات سے محفوظ ہوجائیں۔

کتاب ہذا کا جواب

قادیانی اور لاہوری حضرات اس کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں۔جن کی تکمیل کے بعد میں بفضل ایزد متعال جواب الجواب لکھوں گا۔جو سیاست میں شائع ہونے کے بعد حصہ دوم و سوم کی صورت میں چھپے گا۔مسلمان بھائی مطمئن رہیں۔

مصنف

خلاصۂ تحریر

اس خیال سے کہ ناظرین کرام کو میرے استدلال کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ میں ان دلائل کو جو تحریک قادیان کے متعلق میں نے پیش کی ہیں۔ ایک جگہ جمع کئے دیتا ہوں۔ باقی تفصیلات ہیں۔ جو ان دلائل کے ثبوت میں سپرد قلم ہوئیں۔ یہ دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

پہلی دلیل۔ مرزا صاحب کی تحریر مبتذل اور بیش پا افتادہ اغلاط سے پُر ہے۔ لہذا یہ الہام کی عبارت نہیں ہو سکتی۔ جس کو خدا کی زبان کہتے ہیں۔

دوسری دلیل۔ میرا ایمان ہے کہ حضور شافع المذنبین کے دین کی تجدید کیلئے اگر کوئی مرسل آئے تو وہ جس طرح مجنون، کاہن اور ساحر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح شاعر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور مرزا صاحب شاعر تھے مگر کلام شاعری کے لحاظ سے ناقص ہے۔

تیسری دلیل۔ مرزا صاحب کے دعاوی کی کثرت وندرت اور انکے تنوع کا یہ حال ہے کہ انسان ان کی فہرست ہی کو دیکھکر پریشان ہو جاتا ہے۔

چوتھی دلیل۔ مرزا صاحب فرزند خدا ہونے کے مدعی ہیں۔ اور یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔

پانچویں دلیل۔ مرزا صاحب کا ایک دعوٰی الوہیت کا بھی ہے۔ یعنی آپکو خود خدا ہونے کا دعوٰی ہے۔ یہ بھی تعلیم اسلام کے خلاف ہے۔

چھٹی دلیل۔ میرے عقیدہ کے مطابق احمد مجتبٰے محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ مرزائی صاحبان بھی حضور ممدوح کی شان میں خاتم النبیین کے لفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مگر مجھے علیٰ وجہ شہادت علم ہے۔ کہ خاتم النبیین کا جو مفہوم عام مسلمانوں کے ذہن میں موجود ہے وہ احمدی جماعت کے مفہوم ذہنی سے کوسوں دور ہے۔

ساتویں دلیل۔ ہر پیغمبر کے معتقدین مرتد ہوئے۔ لیکن شاید تاریخ عالم میں مرزا صاحب

کے سوا کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس میں کسی نبی پر ایمان لانے والوں میں اپنے نبی کے دعوے نبوت کے متعلق اختلاف ہوا ہو۔ مرزا صاحب واحد مدعی نبوت ہیں جن کے ادعائے نبوت کے متعلق خود ان کے معتقدین میں اختلاف ہے۔

آٹھویں دلیل۔ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور خدائے تعالےٰ نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا ہے

نویں دلیل۔ مرزا صاحب نبوت کے مدعی بھی ہیں۔ اور اس سے انکار بھی کرتے ہیں۔

دسویں دلیل۔ مرزا صاحب پر ایسے الہامات ہوئے ہیں جو خود انکی فہم میں نہیں آئے حالانکہ میرے علم ویقین کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر یا نبی ایسا نہیں گذرا جس پر خدائے تعالےٰ نے اسقدر بے اعتمادی کی ہو کہ اس کو پیام بھیجا ہو اور پھر اسکو پیام کے معنی نہ سمجھائے ہوں

گیارہویں دلیل۔ مرزا صاحب کے ایسے الہامات کی وجہ سے جو خود مرزا صاحب نہیں سمجھ سکے مدعیان نبوت کاذبہ کیلیئے ایک وسیع میدان پیدا ہو گیا ہے۔ آئے دن ایک نبی علم نبوت بلند کیا کریگا اور کہے گا کہ مرزا صاحب کے فلاں الہام کی وضاحت کیلیئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔

بارہویں دلیل۔ مرزا صاحب نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوتا ہے لیکن وہ پہلے بارہ سو سال میں سے کسی مجدد کا نام نہیں بتا سکے۔ حالانکہ ہر پیغمبر نے اپنے سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء میں سے بعض کا نام ضرور لیا ہے۔

تیرہویں دلیل۔ مرزا صاحب نے الہامات کے نام سے قرآن و حدیث کی بعض آیات میں تصرف کیا ہے۔

چودہویں دلیل۔ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔ اور انہوں نے خود پیشگوئی کی صحت کو معیار نبوت ٹھہرایا ہے۔

پندرہویں دلیل۔ مرزا صاحب کے بعض افعال و اقوال پیغمبر تو کجا عام انسان کی شان کے شایان بھی نہ تھے۔

سولہویں دلیل۔ مرزا صاحب نے کوئی ایسا کام بطور نبی نہیں کیا۔ جو انکے دعائے نبوت

کو ضروری یا مسلمانوں کے لئے مفید ثابت کرے۔

سترہویں دلیل۔ مرزا صاحب کی لبعض کارروائیوں سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔

اٹھارہویں دلیل۔ مرزا صاحب نے کرشن کو نبی ظاہر کر کے خود ان کے اوتار ہونے کا دعوٰی کیا۔ اور یہ دونوں باتیں تعلیم قرآن حمید کے خلاف ہیں۔

کتاب ہذا کا جواب

قادیانی اور لاهوری حضرات اس کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں۔ جن کی تکمیل کے بعد میں بفضل ایزد متعال جواب الجواب لکھوں گا۔ جو ستیا میں شائع ہونے کے بعد حصہ دوم و سوم کی صورت میں چھپے گا۔ مسلمان بھائی مطمئن رہیں۔

مصنّف

تمہید

(سیاست مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۳۳ء بہ ترمیم مناسب)

(۱)

"سیاست" جیسے کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، ایک سیاسی اخبار ہے۔ اور اس کا مدعائے حیات صرف یہ ہے۔ کہ میدان سیاست میں ملت مرحومہ کی خدمت کرے (انشاء اللہ تعالےٰ) کہاں تک یہ اس مقصد میں اب تک کامیاب ہوا ہے۔ ایک ایسا سوال ہے جس کا انحصار انفرادی رائے پر ہے اور کہاں تک یہ آئندہ اپنی زندگی کے مقصد وحید کو پورا کر سکے گا۔ ایک ایسا معاملہ ہے جس سے خدائے علام الغیوب کے سوا کوئی آگاہ ہو نہیں سکتا۔

میرے ذہن میں اسلام کا یہ مفہوم محفوظ ہے۔ کہ اسلام آٹھ دن میں ایک مرتبہ یا ہر روز دو دفعہ گرجا یا مندر میں جا کر دعا مانگنے یا اپنے معبود کی عبادت کرنے والوں کے مذہب کے بالکل برعکس ایک ایسا دین ہے جو دنیا سے جدا نہیں۔ بلکہ دنیا میں انسان کو ایسے طرز زندگی گذارنے کی تعلیم دینے والا جو انسانیت کے لئے باعث فخر اور وجہ ناز ہو صرف یہی ایک مذہب ہے جس کا نام اسلام ہے۔ لہٰذا سیاست اور شریعت میں کوئی فرق نہیں۔

لیکن جب شریعت حقہ کا دائرہ عمل انسان کی دنیا و آخرت پر حاوی ہو لازم ہے کہ اس کے شعبے متعدد و متنوع ہوں۔ خود اللہ تعالےٰ نے قرآن حمید فرقان مجید میں یہ فرما کر کہ لازم ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت ہو۔ جو اہل عالم کو نیک روی کی دعوت دے اور برائی سے روکے۔ بتا دیا ہے کہ اگرچہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کہ وہ دین حقہ کا بہترین پیرو ہو۔ تاہم تقسیم عمل لازمی ہے۔ اور مسلمانوں میں سے صرف ایک مخصوص جماعت ہی فرض تبلیغ کو کماحقہ ادا کر سکتی ہے۔ یعنی یہ کبھی ممکن نہیں۔ کہ اسلام ہر مسلمان سے یہ توقع رکھے کہ وہ اپنی ملت کی تمدنی، معاشرتی، اخلاقی، سیاسی اور مذہبی بہبودی کے لئے بہ یک وقت مصروف عمل ہو بلکہ

لازم ہے کہ ان سب امور کیلئے مختلف جماعتیں میدان عمل میں مصروف سعی ہوں۔

بنا بریں راقم الحروف نے جب اوّل اول خدمت ملّت کیلئے میدان میں قدم رکھا تو اپنی طبعیت کی افتاد کے باعث شریعت حقہ کے شعبۂ سیاسیات کو اپنے لئے چن لیا۔ راقم الحروف کبھی اس رائے کی تائید نہیں کرسکا۔ کہ سیاست اور مذہب جدا جدا ہیں۔ یہ خیال صرف ان لوگوں کا ہے جو سیاسیات کو فریب کاری۔ شعبدہ بازی اور دروغ بافی کا مرادف سمجھتے ہیں۔ لیکن ایسی سیاست کفار کو مبارک ہو۔ مسلمان کی سیاست حق پژوہی حق گوئی اور حق پروری پر مبنی ہے۔ جو عین اسلام ہے۔ مسلمان سیاست کے میدان میں بھی کسی کو دہوکا نہیں دے سکتا۔ اس کا دین اسے اس قسم کی ننگ انسانیت فریب کاری سے روکتا ہے۔ لہذا ایک سچا مسلمان سیاست میں بھی دنیائے باطل پرست کو حق پروری کا عملی سبق دیتا ہے۔

سیاست اخبار کے اوراق اس بات کے شاہد ہیں۔ کہ ہمیشہ میری ذاتی تگ و دو اور میری تحریر و تقریر کا دائرہ صرف سیاسیات تک محدود رہا ہے۔ گاہے گاہے مسلمانوں کی معاشرتی اخلاقی اور دینی ضروریات کی طرف بھی تابہ امکان خود توجہ کی گئی۔ لیکن وہ بھی اسوقت اور ایسی حالت میں کہ ملک کی سیاسی حالت نے اس ضرورت کو غیر معمولی اہمیت دیدی ہو مثلاً زمانہ ارتداد میں سیاست نے وہ خدمت کی جس کا ہر مسلمان قائل و معترف ہے۔ تبلیغی جماعتوں نے اس کو استحسان و تشکر کی نظر سے دیکھا۔ اسوقت سیاسیات کا تقاضا بھی یہی تھا کہ تمام کاموں کو چھوڑ کر فتنہ ارتداد کا قلع قمع کیا جائے اس طویل تمہید سے مقصود صرف اس حقیقت کا اظہار ہے۔ کہ سیاست ایک سیاسی اخبار تھا۔ سیاسی اخبار ہے۔ اور سیاسی اخبار رہے گا۔ لہذا یہ کبھی شیعہ۔ سنی۔ حنفی۔ وہابی۔ اہل حدیث۔ اہل قرآن۔ چکڑالوی اور مرزائی وغیرہا کی بحث میں نہیں پڑا۔ اور نہ اب اس میں پڑنا چاہتا ہے۔

شائد کہا جائے کہ ابن سعود کی مخالفت کے زمانہ میں ہم حنفی وہابی کی بحث میں پڑ چکے ہیں یہ صحیح ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ فتنہ حجاز ایک سیاسی فتنہ تھا۔ ابن سعود نے جو کچھ کیا وہ مداخلت فی الدین تھی۔ اور اگر اس کو روا رکھا جاتا۔ تو چونکہ ممالک اسلام کا بیشتر حصہ غیر مسلم حکومتوں کے

زیر نگین ہے۔ لہٰذا ان غیر مسلم حکومتوں کو مداخلت فی الدین کا بہانہ مل جاتا۔ ہماری مخالفت ابن سعود اسی سیاسی مصلحت پر مبنی تھی۔ اور ہم بفضل تعالےٰ اس میں کامیاب ہوئے۔ اسلئے کہ اسی ابن سعود نے مجبور ہو کر خود منہدم شدہ مقابر و معابد کی حفاظت کا سامان کیا اور اگرچہ جو کچھ اب تک ہوا ہے۔ وہ کافی نہیں تاہم ایسے کٹر وہابی بادشاہ کا اس ضرورت کو تسلیم کرلینا۔ کہ اسے رعایا کے عقائد کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہئے۔ بجائے خود بہت بڑی کامیابی ہے۔

بہرکیف فتنہ حجاز کے زمانہ میں سیاسیات اسلام کا مقتضا و اہم ترین مطالبہ یہ تھا۔ کہ ابن سعود کو روکا اور ٹوکا جائے۔ ہماری تحریروں کے جواب میں بعض غلط کار حضرات نے ابن سعود کے مظالم کو شریعت کے مطابق ٹھہرا کر ان کے وجوب کی بحث شروع کردی۔ جس کے جواب میں لازم تھا۔ کہ شرعی دلائل پیش کی جائیں۔ ورنہ ہمیں اسوقت بھی حنفی وہابی بحث میں پڑنا گوارا نہ تھا۔ اور جونہی وہ ضرورت پوری ہوگئی ہم اس مبحث سے بالکل علیحدہ ہوگئے۔ اور ہمارا دعوٰی ہے۔ کہ سیاست میں اس کے بعد ایک لفظ بھی ایسا شائع نہیں ہوا۔ جو کسی اہل حدیث بھائی پر گراں گذر سکتا ہو۔

(۲)

الغرض میری دانست میں ہر ذی ہوش انسان تسلیم کرے گا۔ کہ مذہبی مباحث کیلئے علیحدہ رسالوں یا ہفتہ وار اخباروں کی ضرورت ہے۔ روزانہ سیاسی اخبار اس بار گراں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اور پھر مجھے اپنی علمی فرومایگی کا بھی اعتراف ہے۔ بی اے پاس کرلینا ایک بات ہے۔ اور بی۔ اے کے طلباء کو پڑھانا بالکل دوسری چیز ہے۔ اگر کوئی گریجوایٹ کسی موقعہ پر بی۔ اے کلاس کے کسی متعلم کو کوئی معمہ سمجھا نہ سکے۔ تو اس پر یہ اعتراض کرنا۔ کہ تم نے بی اے پاس کیسے کیا تھا۔ جہالت ہے۔ اسی طرح مسلمان ہونا ایک بات ہے۔ اور اسلام کی تعلیم دینے کے قابل ہونا بالکل دوسری شے ہے۔ مسلمان تو ایک جاہل مطلق انسان بھی ہو سکتا ہے لیکن مبلغ کے لئے قرآن مجید حدیث پاک اور فقہ شریف سے آگاہ ہونا بہت ضروری ہے جاہل

نہیں ۔ ہر تعلیم یافتہ مسلمان بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ۔ کہ وہ پیچیدہ مذہبی مسائل پر بحث بھی کر سکتا ہے ۔ تعجب کی بات ہے ۔ کہ طب کا تعلق بدن سے ہے ۔ تاہم طبیب کے سوا کبھی کوئی کسی عالم کے پاس یہ سوال لے کر نہیں گیا ۔ کہ مجھے فلاں شکایت ہے ۔ اسکی تشخیص کر کے نسخہ لکھ دیجئے پھر کیا وجہ ہے کہ علم دین کو جو یقیناً زیادہ گہرا اور بہت زیادہ توجہ کا طالب ہے ۔ بچوں کا کھیل بنا لیا جاتا ہے ۔ اور ہر کہ و مہ سے مسائل دینی پر رائے لی جاتی ہے ۔ اور ہر شد بود جاننے والا انسان دین حقہ کے مسائل دقیقہ کے متعلق بے باکی سے بحث کرنے لگتا ہے ۔ جو شخص معمولی زکام کا علاج بتانے سے اس لئے گریز کرتا ہے ۔ کہ اس نے طب کی تعلیم حاصل نہیں کی ۔ وہ پیدائش و وفات مسیح علیہ السلام کے ایسے مسائل پر نہایت دریدہ دہنی سے اظہار خیال کرنے لگتا ہے اگر ہم مسلمان یہ سمجھ لیں ۔ کہ اپنی تسلی کے لئے کسی عقیدہ کی کنہ سے واقف ہونے اور اس عقیدہ کی مین میکھ سمجھانے کے قابل ہونے میں بعد المشرقین ہے ۔ تو یقیناً مسلمانوں میں جو تفرقہ اور عناد موجود ہے ۔ یہ اگر بالکل مٹ نہ جائے تو بہت کچھ کم ضرور ہو جائے ۔ لیکن ہماری یہ حالت ہے ۔ کہ ہم ٹین ساز ہوتے ہوئے شیخ الاسلام کے عقائد پر حرف رکھنے اور ان سے بحث کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں ۔ مذہب حقہ کے معاملہ میں اس شوخ چشمی کا نتیجہ یہ ہے ۔ کہ ہمارے نوجوان گمراہ کن اغیار کے دام میں پھنس جاتے ہیں ۔ ہم ہر معاملہ میں زبان کو قابو میں رکھنا اور اسکو لگام دینا جانتے ہیں ۔ مگر مذہب اور اس کے مسائل ہمارے لئے گویا بازیچۂ اطفال ہیں ۔ اِنّا للہ و انّا الیہ راجعون ۔

اس گناہ کے سب سے بڑے مرتکب ہم اخبار نویس ہیں ۔ ہم لوگوں کی کیفیت یہ ہے ۔ کہ ہم روپے کا چوبارہ کرایہ پر لے کر بیٹھ جاتے ہیں ۔ ٹکے کی قلم دوات اور پیسہ کا کاغذ سامنے ہوتا ہے اور ہم اعتراض کرتے ہیں ان فہمیدہ و صاحب مطالعہ حضرات پر جن کا علمی تجربہ بے مثال ہوتا ہے ۔ اس سے ہمارے حوصلے بڑھ جاتے ہیں ۔ اور ہم آسانی سے کبر و نخوت کا شکار ہو کر خود کو عالم اجل سمجھنے لگتے ہیں ۔ اور دنیا کے ہر مسئلہ پر رائے زنی کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں نہیں نہیں

بلکہ ہر مسئلہ کے متعلق اپنی رائے کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اور اس کے منکر کو کافر۔ غدار۔ احمق۔ گاؤ دی اور خدا جانے کیا کیا کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

میں نہیں کہتا۔ کہ میں ان عیوب سے مبرا ہوں جو میرے ہم پیشہ حضرات کو لاحق ہیں معاذ اللہ! میں تو شاید اس لحاظ سے سب سے بڑا گنہگار ہوں۔ لیکن ہاں! اتنا ضرور ہے۔ کہ مذہب کے معاملہ میں جسارت کرتے ہوئے مجھے خوف معلوم ہوتا رہا ہے۔ اور میں نے حتی المقدور مذہبی بحث سے اجتناب کیا ہے۔ مجھے تسلیم ہے کہ میں نے قرآن شریف پر غور کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ہر روز اسکے نکات کا حل مجھے منادی دیتا ہے۔ کہ میری جہالت کی کوئی انتہا نہیں۔ حدیث شریف اور فقہ کو میں نے صحیح معنوں میں ہاتھ تک نہیں لگایا۔ میری کیا بساط ۔ کہ مذہبی مناقشات میں پڑوں۔ اور دین کے امور مہمہ پر رائے زنی کروں۔ العیاذ باللہ تعالے۔

میری بدنصیبی ہے کہ مجھے ایک ایسے شخص کا ہم عصر ہونے کا موقع ملا ہے۔ جو ہجو گوئی میں کمال رکھتا ہے۔ اور جو لوگوں پر افترا باندھنے انہیں اندھا دھند بدنام کرنے اور ان کے عقائد اور ان کے اصول کار کو بگاڑ کر اور غلط بیان کرنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ میری مراد مولوی ظفر علی صاحب سے ہے۔

مولوی صاحب کو ہر اس مسلمان سے خدا واسطہ کا بیر ہے۔ جو ان کی لیڈری کا قائل نہ ہو۔ اور ہر اخبار نویس مسلمان کے تو وہ خون کے پیاسے ہیں۔ زمانہ تھا۔ کہ سیاسیات میں میری اور انکی پالیسی ایک تھی۔ یعنی ہم دونوں کانگریسی تھے۔ اس زمانہ میں بھی یہ ناچیز ان کے حملوں سے محفوظ نہ رہا۔ اور اس کے بعد کا تو ذکر ہی کیا۔ موصوف کی زنبیل اتہامات میں سے مجھے جو کچھ انعام میں ملا۔ اس کی مختصر سی فہرست ملاحظہ فرمائیے:۔

اوّل ۔ یہ جاسوس ہے۔ (یہ اس روز لکھا گیا۔ کہ مجھے ہنوں جاتے ہوئے پولیس اور فوج کی ایک کثیر جماعت نے صوبہ سرحد سے خارج کیا تھا)

دوم ۔ یہ بد دیانت ہے (یہ خلافت کمیٹی کے سلسلہ میں کہا گیا۔ اور ایک تحقیقاتی کمیٹی بنائی گئی۔

(لیکن خداوندکریم کے قربان جائیے کہ اس نے میرا دامن پاک ثابت کیا)

سوم - یہ اہل قرآن ہے (یہ تحریک حجاز سے پہلے کی بات ہے)

چہارم - یہ شیعہ ہے (فتنہ حجاز کے زمانہ میں شیعہ حضرت سے تعاون کرنے پر یہ الزام تراشا گیا تھا)

پنجم - یہ قادیانی ہے (تحریک کشمیر میں کشمیر کمیٹی سے تعاون کرنے پر یہ اتہام لگایا گیا)

آخری الزام اب تک موجود ہے۔ اور مولوی صاحب پر کیا موقوف ہے۔ ان کے علاوہ مجھ سے دو ایک نہیں۔ بیسیوں آدمیوں نے بارہا کہا ہے۔ کہ جناب "سیاست" قادیانیوں کے خلاف کیوں کچھ نہیں لکھتا۔ اور یہ کہتے ہوئے ان کی مسکراہٹ مجھے بتا دیتی تھی۔ کہ ان کا منشا کیا ہے۔ اور وہ مجھے کیا بنانا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی ایک دوست مجھے ایبٹ آباد سے کشمیر جاتے ہوئے ملے۔ وہ گڑھی حبیب اللہ کے بسنے والے ہیں۔ ان کی موٹر تھی اور وہ مجھے ڈومیل تک چھوڑنے جا رہے تھے۔ قبلۂ عالم علیپوری کے ایک صاحبزادہ بلند اقبال ہمراہ تھے میں نے دوسروں کی طرح انہیں بھی بتایا۔ کہ مظلومین کشمیر کی امداد کیلئے صرف دو جماعتیں پیدا ہوئیں۔ ایک کشمیر کمیٹی دوسری احرار۔ تیسری جماعت نہ کسی نے بنائی۔ نہ بن سکی۔ احرار پر مجھے اعتبار نہ تھا۔ اور اب دنیا تسلیم کرتی ہے۔ کہ کشمیر کے یتامیٰ۔ مظلومین اور بیواؤں کے نام سے روپیہ وصول کر کے احرار شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے۔ ان میں سے ایک لیڈر بھی ایسا نہیں۔ جو بالواسطہ یا بلا واسطہ اس جرم کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ کشمیر کمیٹی نے انہیں دعوت اتحاد عمل دی۔ مگر اس شرط پر کہ کثرت رائے سے کام ہو۔ اور حساب باقاعدہ رکھا جائے انہوں نے دونوں اصولوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔ لہذا میرے لئے سوائے ازیں چارہ نہ تھا۔ کہ میں کشمیر کمیٹی کا ساتھ دیتا۔ اور میں بہ بانگ دہل کہتا ہوں۔ کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صدر کشمیر کمیٹی نے تندہی۔ محنت۔ ہمت۔ جانفشانی اور بڑے جوش سے کام کیا۔ اور اپنا روپیہ بھی خرچ کیا۔ اور اسکی وجہ سے میں ان کی عزت کرتا ہوں۔

"کشمیر کمیٹی سے تعاون کرنے اور احرار کے شر سے مسلمانوں کو بچانے کیلئے "سیاست"

نے جو کام کیا۔ اس کی سزا احرار کی طرف سے اسکو یہ ملی۔ کہ آپ آیا۔ وفد نے پنجاب کا ایک دورہ صرف اس غرض سے کیا۔ کہ "سیاست" کا مقاطعہ کرائیں۔ اور اس میں وہ اول اول بعض مقامات پر کامیاب بھی ہوئے۔ چنانچہ راولپنڈی میں ہماری اب دوسری ایجنسی جاری ہے اور پہلی صرف اس لئے بند ہوئی۔ کہ ایجنٹ صاحب ازراہِ نوازش ہمیں قادیانی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو معاف کرے۔

میں نے اپنے مذکورۃ الصدر دوست سے عرض کیا۔ کہ یہ غلط بات ہے۔ کہ سیاست قادیانیوں کے خلاف مذہبی لحاظ سے کچھ لکھنے پر تیار نہیں۔ آپ کوئی مدلل مضمون لکھکر روانہ کریں۔ پھر دیکھیں کہ وہ شائع ہوتا ہے یا نہیں۔ یہی بات ہر الزام دہندہ سے کہی گئی۔ مگر افسوس! کہ کسی نے کوئی مضمون بھیجکر ہمیں نہ آزمایا پر نہ آزمایا۔

میں جانتا تھا۔ کہ میرے خلاف جھوٹا پروپاغندہ جاری ہے۔ مگر میں نے الزام دہندوں کا اور اپنا معاملہ خدائے دانا و بینا پر چھوڑ رکھا تھا۔ میں اسکو بزدلی اور کمزوری سمجھتا تھا اور سمجھتا ہوں، کہ الزام دہندوں کی زبان بند کرنے کے لئے قادیان کے خلاف قلم اٹھاؤں۔ اور میں نے ہرگز ہرگز اب بھی اس خیال سے قلم نہیں اٹھایا۔ کہ خود کو اس الزام سے بری الذمہ ثابت کروں۔ ایسے لوگوں کے جواب میں تو اللہ تعالےٰ کے قرآن پاک کی یہ وعید کافی ہے کہ

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

تاہم اتنا عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ اتہام اس قدر پھیلا کہ یہ بات کسی مہربان نے قبلہ عالم محدث علی پور شریف کے کانوں تک بھی پہنچائی اور میرے علم و یقین کے مطابق انہوں نے کسی حد تک اس پر اعتماد کیا۔ مگر خدا بہتر جانتا ہے کہ کیوں مجھ سے استصواب کئے اور میرے کچھ عرض کئے بغیر انہوں نے یہ رائے بدل لی۔ جس کیلئے میں ممدوح کا شکر گذار ہوں۔

مگر اس پروپاغندہ کو سب سے زیادہ امداد میرے ایک امرتسری دوست سے ملی۔ جو میدان صحیفہ نگاری کے ناکام پہلوان بھی ہیں۔ میری آخری قید کے زمانہ میں یہ ازراہ نوازش میری

خاطر سے پشاور اور کلکتہ تک پہنچے۔ اور اللہ تعالٰے نے مجھے بھی یہ توفیق دی۔ کہ میں نے انہیں ایک اچھا روزگار دلوایا۔ اور ان کے بہنوئی کا گلا اپنے ایک لاہوری دوست کی امداد سے پھانسی کی رسی سے بچا دیا۔ انہوں نے ایک مرزائی کے اس احسان کو تو قبول کیا۔ لیکن اس کے بہت جلد بعد مجھ سے بگڑ بیٹھے۔ اس لئے کہ انہوں نے قرآن پاک کی متذکرہ صدر وعید کو بھلا دیا اور مجھے خواہ مخواہ قادیانی سمجھنے لگے۔ اور یقیناً اب بھی وہ اسی ہٹ پر قائم ہیں۔ اللہ تعالٰے انہیں ہدایت دے۔ آمین۔

واقعہ یہ ہے۔ کہ یہ صاحب قادیانیوں کی مخالفت میں ضد۔ ہٹ اور رجب الفانی کو جائز سمجھتے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کی رگ مخالفت میں بہت زیادہ تحریک پیدا ہوئی۔ اور آپ میرے پاس چند مطالبات لیکر آئے۔ ان کے مطالبات یہ تھے:۔

اوّل۔ چودھری ظفر اللہ خان صاحب کی حمایت سے باز آؤ (وہ اس زمانہ میں سر فضل حسین کی جگہ کام کرنے کے بعد دوسری گول میز کانفرنس کے لئے نمائندہ منتخب ہوئے تھے۔ اور "سیاست" نے ان کے انتخاب کی تائید کی تھی)

دوم۔ کشمیر کمیٹی سے تعلق توڑ کر احرار کی مدد کرو۔

سوم۔ اخبار "مباہلہ" امرتسر کے مالکوں کی مدد کرو۔

چہارم۔ مباہلہ کانفرنس میں شرکت کرو۔

چودھری صاحب کے متعلق میں نے ان سے عرض کیا۔ کہ بدنصیبی سے سر فضل حسین کے بعد پنجاب میں چودھری صاحب سے بہتر نمائندہ اس کام کے لئے جو لندن میں ہونیوالا ہے ملنا محال ہے۔ لیکن اگر آپ کو ان کی مخالفت منظور ہے۔ تو چونکہ وہ سر فضل حسین کی جگہ تعینات ہونے کے باعث پنجاب کونسل سے مستعفی ہو گئے ہیں۔ اور بدیں وجہ ان کیلئے دوبارہ منتخب ہو کر آنا ضروری ہے۔ لہذا بہتر ہے۔ کہ آپ کسی صحیح العقیدہ آدمی کو انکے مقابلہ پر کھڑا کریں۔ میں قلم اور زبان سے آپ کی مدد کروں گا۔ انہیں اگر شکست ہوئی۔

تو نہ وہ کونسل میں ہوں گے۔ اور نہ ان کے لندن جانے کا قصہ پیدا ہی ہوگا نہ سر ہوگا نہ درد سر۔ لیکن مولوی صاحب اس عملی مخالفت سے کانوں پر ہاتھ رکھنے لگے۔ ان کی مخالفت کا سرمایہ صرف یہ تھا۔ کہ قادیانیوں کو برا بھلا کہا جائے۔

میں نے ان سے عرض کیا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی مصلحتوں سے کوئی انسان آگاہ نہیں ہوسکتا اسکی قدرت کے قربان جائیے۔ کہ اس نے تحفظ حقوق کی تحریک کے سلسلہ میں ملت مرحومہ کے لئے ان لوگوں سے کام لیا ہے۔ جو کسی صورت میں بھی سچے مسلمان نہیں ہوسکتے۔ مثلاً آغا خاں کہ وہ خود خدا بنتے ہیں۔ لہذا اسلام سے انہیں دور کا تعلق بھی نہیں۔ مسٹر جناح کہ آغا خاں کے مرید ہیں اور نماز روزہ کے قریب نہیں پھٹکتے۔ چودھری ظفر اللہ خاں کہ قادیانی ہیں اور اور بھی ایسی مثالیں موجود ہیں۔ لیکن انہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ کہ اس سے میرا مقصود واضح ہوجاتا ہے۔ لیکن مولوی صاحب پر اس دلیل کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

احرار کے معاملہ میں مولوی صاحب کے مشورہ پر عمل کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا مولوی صاحب خود جماعت احرار میں شامل ہوکر اپنے شہر کی جماعت کے ڈکٹیٹر بنے۔ ان سے پہلے کئی ڈکٹیٹر قید ہوچکے تھے۔ مگر مولوی صاحب کو خدا نے جیل سے محفوظ رکھا۔ اور اس کے بعد جماعت کے متعلق ان کی تمام سرگرمیوں کا کچھ اس طرح سے خاتمہ ہوگیا۔ کہ ان کا نام تک کبھی سننے میں نہیں آیا۔ اس سے پہلے انکی تقریروں سے پنجاب بھر گونجتا رہتا تھا۔

مباہلہ والوں کے متعلق میں نے ان سے عرض کیا۔ کہ وہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب پر بدچلنی کا الزام لگاتے ہیں۔ کسی شریف آدمی پر ایسا مکروہ الزام لگانے سے قبل میں اس کا ثبوت چاہتا ہوں۔ فرمانے لگے کہ کیا ثبوت پیش کریں۔ میں نے کہا۔ کوئی ثبوت جو موجود ہو پیش کرکے میری تسلی کردیجئے۔ کہ یہ الزام حقیقت پر مبنی ہے۔ میں خداوند برتر و بینا کو ضامن دیکر عہد کرتا ہوں کہ میں مباہلہ والوں سے کہیں زیادہ مرزا صاحب کی مخالفت کروں گا۔ لیکن مولوی صاحب

نے آج تک بھلا یا برا۔ مضبوط یا کمزور تحریری یا زبانی کوئی ثبوت میرے سامنے پیش نہیں کیا۔

اس طویل داستان کے دہرانے سے میرا مقصود صرف یہ ہے۔ کہ اگرچہ میں اور سیاست بدنام ہوئے۔ مجھے نقصان پہنچا۔ میرے احباب مجھ سے جدا ہو گئے۔ لیکن میں نے ایک غلط الزام کی تردید اسلئے نہیں کی۔ کہ میں سمجھتا تھا۔ کہ ایسے فریب کاروں سے ڈر کر اگر میں نے اپنے اصول کو چھوڑ دیا۔ اور فرقہ وار بحث میں پڑ گیا۔ تو یہ پرلے درجہ کی بزدلی اور کمزوری ہوگی۔

لیکن ایک روز میں حسب معمول صبح دفتر میں پہنچا۔ اپنا اخبار دیکھا۔ تو اس میں چیختے ہوئے عنوانات سے مرزائیوں کے خلاف ایک مضمون دیکھا۔ جو دلیل سے بالکل خالی تھا تحقیقات پر معلوم ہوا۔ کہ ایک رات قبل دفتر میں مرزائیت کے متعلق کچھ بحث ہوئی۔ مولانا آزاد صمدانی صاحب نے جو انجمن حمایت اسلام کے جلسہ کے سلسلہ میں لاہور میں عارضی طور پر مقیم اور دفتر سیاست میں ازراہ کرم فروکش ہیں۔ اس بحث پر کچھ لکھنے کا ذمہ لیا۔ اور مولانا محمدؐ اسحاق صاحب مدیر سیاست نے انہیں اجازت دی۔ انہوں نے رواروی میں مضمون لکھ کر ان کے حوالہ کر دیا۔ جو مدیر صاحب نے شائع کر دیا۔

حضرت مولانا آزاد صمدانی صاحب آج کل قریشی صاحب کے فتنہ کے بخیئے ادھیڑنے میں مصروف ہیں۔ اور یوں ملت مرحومہ کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ کیونکہ قریشی صاحب نے حضرت امی لقب (فداہ روحی) صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام کو بضاعت قلیل کے عوض مال تجارت بنا کر فروخت کرنے اور اپنے دوزخ شکم کے لئے ایندھن جمع کرنے کا ذریعہ بنا کر مسلمانوں کو دھوکا دینے پر کمر باندھ رکھی ہے۔

ان حالات میں مولانا آزاد صاحب کا مرزائی گروہ کے متعلق بہتر مضمون سپرد قلم کرنے سے معذور ہونا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن یہ مضمون ایک قادیانی صاحب کیلئے اس بات کا بہانہ بن گیا۔ کہ وہ مجھے آکر مرزائیت کا پیام دیں۔ میری اور ان کی ملاقات اکبری دروازہ کے باہر ہوئی۔ اور ان کی باتوں کے جواب میں مجھے ناچار عرض کرنا پڑا۔

کہ تحریک قادیان کے بطلان کے دلائل ایسے واضح ہیں کہ میری سمجھ ہی میں یہ نہیں آسکتا کہ کوئی شخص کیسے اس تحریک پر ایمان لا سکتا ہے۔ اس پر وہ جھکے اور فرمایا۔ کہ تم دلیل پیش کرو۔ میں نے عرض کیا کہ سر بازار بحث کرنے سے معذور ہوں۔ سیاست میں میرے دلائل مطالعہ فرما لیجئے گا۔ وہ مجھے قسم دے گئے کہ ضرور کچھ لکھو۔ میں اسی وقت لوٹ کر دفتر میں آیا۔ اور سیاست میں ایک شذرہ لکھا (ملاحظہ ہو صفحہ ۵) جس میں بے دلیل مضمون کی اشاعت پر اظہار افسوس کرنے کے بعد بحث پر ایک سلسلہ لکھنے کا وعدہ موجود تھا اور یہ سلسلہ اسی عہد کے ایفا میں سپرد قلم ہوا۔

اس حقیقت کے اظہار سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ ان مضامین کے باعث طول و عرض ملک میں قادیانیوں اور مسلمانوں میں مباحثے ضرور ہوں گے۔ اور اس وقت برادران قادیان کسی سے یہ نہ کہہ سکیں گے۔ کہ الزام سے اپنا دامن صاف کرنے کے لئے میں نے یہ سلسلہ سپرد قلم کیا ہے۔ اس لئے کہ اس سلسلہ کے وجود کے لئے وہ اپنے ایک پُرجوش ہم عقیدہ کے مرہون منت ہیں +

حبیب

کتاب ہذا کا جواب

قادیانی اور لاہوری حضرات اس کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں۔ جن کی تکمیل کے بعد میں بفضل ایزد متعال جواب الجواب لکھوں گا۔ جو سیاست میں شائع ہونے کے بعد حصہ دوم و سوم کی صورت میں چھپے گا۔ مسلمان بھائی مطمئن رہیں۔ مصنف

تشکر و امتنان

اس اعلان کے بعد کہ میں تحریک قادیان پر اظہار خیالات کروں گا۔ مجھے تحریک قادیان کا از سر نو مطالعہ کرنا پڑا۔ میں پہلے بھی ایک دفعہ عرض کر چکا ہوں۔ اور اب دوبارہ وہی بات کہتا ہوں۔ کہ اپنی تسلی کے لیے کسی مسئلہ کا سمجھ لینا ایک بات ہے۔ اور اسی مسئلہ کا دوسرے کو سمجھانا بالکل جداگانہ امر ہے جس کا اٹھانا اور دھرنا آسان نہیں۔ لہذا جس طرح مجھے یہ معلوم ہے۔ کہ میں کیوں ہندو یا آریا یا یہودی یا عیسائی یا سکھ نہیں ہوں۔ اسی طرح مجھے یہ بھی علم ہے کہ میں قادیانی کیوں نہیں ہوں۔ تاہم اپنے دلائل کو دوسروں پر واضح کرنے کے لیے مجھے بعض کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت لاحق ہوئی۔ جن میں سے چند میرے پاس موجود تھیں۔ اور باقیوں کے حصول کی خاطر میں نے جدوجہد کی۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے اپنے ایک قادیانی شناسا سے درخواست کی۔ کہ وہ مجھے کوئی ایسی کتاب عاریتاً یا قیمتاً عطا فرمائیں۔ جس میں جماعت قادیان کی طرف سے رسمی طور پر یہ اعلان ہو۔ کہ مرزا صاحب کے دعاوی کیا کیا ہیں۔ اور ہمارے برادران قادیان کے عقائد کیا کیا ہیں۔ انہوں نے وعدہ تو کیا۔ مگر وہ وعدہ ایفا نہ ہوا۔ میں نے ایک خط قادیان بھی لکھا۔ اور وہاں سے متذکرہ صدر صفات کی کتاب طلب کی لیکن ان کی طرف سے کوئی کتاب یا جواب مجھے موصول نہیں ہوا۔

اپنے مشارٌ الیہ قادیانی دوست کے علاوہ میں نے مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ کہ وہ اپنی جماعت کی کوئی ایسی رسمی کتاب مجھے عنایت فرمائیں۔ جس میں مرزا صاحب کے دعاوی اور احمدی جماعت لاہور کے معتقدات کی تشریح موجود ہو۔ ممدوح نے فی الفور اپنی کتاب "تحریک احمدیت" مجھے تحفتہً بھیج دی۔ مرزا صاحب چونکہ کرشن ہونے کے بھی مدعی تھے۔ لہذا مجھے خواجہ کمال الدین صاحب آنجہانی کی کتاب

"کرشن اوتار" کی بھی تلاش تھی۔ اس کے لئے میں نے خواجہ صاحب کے فرزند ارجمند کی خدمت میں رقعہ لکھا۔ جواب آیا۔ کہ یہ کتاب اب ختم ہو چکی ہے۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب کو دوبارہ تکلیف دی گئی۔ جنہوں نے کتاب کرشن اوتار ازراہ لطف و کرم عاریۃً میرے پاس بھیجدی دی۔ لیکن واپسی کے لئے تاکید کر دی۔

ساتھ ہی میں نے ایک عریضہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی خدمت میں لکھا۔ جنہوں نے حسب عادت مجھ پر مہربانی کی اور اپنی دو کتابیں عقائد مرزا اور تاریخ مرزا میرے پاس بذریعہ ڈاک مفت روانہ کر دیں۔ اور ڈاک کا خرچ بھی خود برداشت فرمایا۔

حضرت علامہ حکیم مولانا سید محمد احمد صاحب قادری خطیب مسجد وزیر خاں مرحوم کو بھی تکلیف دی گئی۔ جنہوں نے ازراہ کرم کتاب مرزائیت پر تبصرہ ۲ قادیانی کی کہانی مرزاجی کی زبانی مفت روانہ کر کے مجھ پر احسان کیا۔

مولانا محمد بخش صاحب مسلم اگرچہ مولوی ظفر علی صاحب کے ساتھ قادیانی مقدمہ میں ماخوذ ہیں۔ مگر ان کی بعض عادات سے سخت بیزار ہیں۔ ان کی بندہ نوازی ہے۔ کہ وہ میرے پاس اکثر تشریف لایا کرتے ہیں۔ ان سے مشورہ کیا گیا۔ تو انہوں نے دو کتابیں دیکھنے کا مشورہ دیا۔ اور پھر خود ہی وہ کتابیں میرے پاس بھیج دیں۔ ان میں سے ایک کتاب مرزا صاحب کا وہ لیکچر ہے جو انہوں نے ۲ نومبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ میں دیا تھا۔ اور جس کو دسمبر ۱۹۲۲ء میں مینجر صاحب بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان نے دوسری مرتبہ شائع کیا۔ اور دوسری کتاب ترک مرزائیت ہے جو مولانا لال حسین صاحب اختر نے لکھی ہے۔ مولانا موصوف عرصہ تک احمدی جماعت لاہور کے مبلغ تھے۔ ان کی کتاب سے مجھے بہت مدد ملی۔

نیز حضرت تاج الشعراء علامہ مولانا تاج الدین احمد صاحب تاج نے ازراہ نوازش اس خیال سے کہ مجھے اپنے کام میں امداد مل سکے۔ ذیل کی کتابیں اپنے کتب خانہ میں سے مفت عنایت کی ہیں:۔

۱۔ الالہام الصحیح فی اثبات حیواۃ المسیح۔

۲۔ تہذیب قادیانی

۳۔ خواجہ کمال الدین کا مذہب۔

۴۔ ایک جھوٹی پیشین گوئی پر مرزائیوں کا شور و غل۔

۵۔ قادیان میں قہری نشان۔

۶۔ دافع البلا و معیار اہل الاصطفا۔

۷۔ مرزا کی کشتی نوح۔

۸۔ المسیح الدّجال

۹۔ جواب لیکچر جناب قادیانی۔

۱۰۔ صحیفۂ رحمانیہ نمبر ۸ و ۹ و ۱۰

۱۱۔ سیف چشتیائی۔

ہاں کوئٹہ میں ایک نہایت معزز دوست کے کتب خانہ سے کتاب عشرہ کاملہ مجھے عاریتہً مل گئی۔ جو مولوی محمدؐ یعقوب صاحب سنوری کی تصنیف ہے۔ اور جو یقیناً مفید معلومات کا مجموعہ ہے۔

علاوہ ازیں مجھے بہ تشکر اعتراف کرنا ہے کہ جناب سیّد دلاور شاہ صاحب قادیانی نے مجھے اپنی جماعت کی طرف سے ذیل کی تین کتابیں مفت بھجوادی ہیں:۔

۱۔ تبلیغ ہدایت مصنفہ مرزا بشیر احمد صاحب۔

۲۔ عقائد احمدیت۔ مرتبہ سید بشارت احمد صاحب وکیل اور

۳۔ دعوۃ الامیر۔ مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب۔

مجھے اعتراف ہے کہ ان کتابوں کا مطالعہ میری معلومات میں اضافہ کا باعث ہوا۔ گویا تحریر کے وقت ہر خیال کی کتابیں میرے سامنے موجود تھیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ

مجھے حق میں داخل اور باطل سے خارج کرے۔ مجھے فہم صداقت کی نعمت عطا فرمائے۔
اور میری تحریر کو حق و باطل میں امتیاز کا باعث بنائے۔ آمین ثم آمین

میں ان احباب کا جنہوں نے مجھے کتابیں عنایت کیں تہ دل سے شکر گذار ہوں۔

اسی موقعہ پر مجھے مولانا محمد اسحاق خاں صاحب بی۔ اے علیگ مدیر "سیاست" کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے۔ جنہوں نے کتابت اور پروف کی تصحیح میں اور دو ایک مواقع پر عمدہ مشورہ سے میری امداد کی +

جلیب

کتب خانہ وقف متصبیہ
شہر میرٹھ

نہایت ضروری گذارش

مسئلہ قادیان پر قلم اٹھانے سے قبل میں دو ایک باتیں لکھ دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو سکے۔

اوّل۔ مجھے اپنی علمی کم مائگی کا احساس ہے۔ میں بدرجہ مجبوری اس موضوع پر قلم اٹھا رہا ہوں۔ ورنہ یہ کام سیاسی اخبار نویسوں کا نہیں ہے۔ علمائے کرام کا کام ہے جنہیں قرآن پاک اور حدیث شریف وغیرہ پر کامل عبور ہے۔

دوم۔ مجھے کسی گروہ سے بحث کرنا مقصود نہیں۔ میں صرف یہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میری دانست میں تحریک قادیان کیوں میرے لئے اور مجھ ایسے مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔

سوم۔ اس مضمون میں احمدی مرزائی یا قادیانی الفاظ کے استعمال میں کسی خاص اہتمام سے کام نہیں لیا گیا۔ اور نہ ان کے استعمال سے کسی کی ہتک یا دل آزاری ہی مقصود ہے۔ احمدی تو ایسا لفظ ہے۔ جو مرزا صاحب کے پیرو خود اپنے لئے بصد شوق استعمال کرتے ہیں۔ کہ ان کے پیر طریقت نے یہی نام ان کے لئے تجویز کیا۔ قادیان وہ شہر ہے جسکے متعلق انکے ہادی کا اپنا شعر ہے کہ ؎

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے
(درثمین اردو صفحہ ۵۲)

لہذا کسی صاحب کو قادیان سے نسبت دینا ان کے لئے وجہ دل آزاری نہیں ہو سکتا مجھے اگر کوئی میرے اجداد کی نسبت سے مکی، مدنی، حجازی، عربی، یا وطن کی نسبت سے بخاری، کشمیری، پنجابی، ہندوستانی، یا ایشیائی کہے تو مجھ پر ایسا خطاب ہرگز گراں نہیں گذر سکتا۔

نیز مجھے یہ بھی عرض کرنے دیجئے کہ خود مرزا صاحب آنجہانی خود کو غلام احمد قادیانی لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ ازالۂ اوہام طبع اوّل کے صفحہ ۱۸۶ پر اور طبع ثانی کے صفحہ ۹۰ پر آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں"

اگرچہ اس حوالہ سے مقصود صرف اس حقیقت کا اظہار ہے کہ مرزا صاحب نے خود اپنے لئے قادیانی کا لفظ پسند فرمایا۔ لہٰذا ان کے کسی مرید کے لئے یہ لفظ نہ صرف ہتک آمیز ہی نہیں ہو سکتا بلکہ وجہ فخر و مباہات ہونا چاہئے۔ تاہم اس موقعہ پر یہ عرض کر دینا بھی بے جا نہ ہوگا کہ مرزا صاحب کا یہ خیال صحیح نہ تھا۔ کہ اس وقت کوئی شخص دنیا میں ایسا نہ تھا۔ جو

غلام احمد قادیانی

ہو۔ اس لئے کہ ضلع لودیانہ میں موضع قادیان موجود ہے۔ اور ضلع گورداسپور میں تین قادیان ہیں۔ جن میں سے ایک میں مرزا صاحب رہتے تھے اور ایک قادیان میں

غلام احمد قادیانی

ایک اور شخص موجود تھا۔ جو قریشی قوم سے تھا اور مرزا صاحب کا ہم عمر تھا۔ اور اگرچہ بعض اشخاص کے لئے مرزا صاحب کا یہی خیال ان کے دعاوی کے رد کرنے کے لئے کافی دلیل ہو سکتا ہے تاہم میں نے اس کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اس لئے کہ میرے پاس زیادہ وزن دار اعتراضات موجود ہیں۔ لہٰذا میں نے یہ واقعہ تذکرۃً سپرد قلم کیا ہے۔ اور بس۔

رہا مرزائی کا لفظ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ بانی تحریک قادیان کی حیات میں ایک سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کی شان میں کسی نے مرزا صاحب کی موجودگی میں یہ شعر کہا تھا کہ ؎

کیا ہے راز ملت از بام جس نے عیسویت کا
یہی ہیں وہ یہی ہیں وہ یہی ہیں پکے مرزائی

اور مرزا صاحب آنجہانی نے اس شعر کی داد دی۔ یوں بھی انسان غور کرے تو اپنے مرشد سے کوئی نسبت اس کے لئے وجہ آشفتگی نہیں ہو سکتی۔ عیسائیوں نے عیسائی کے لفظ کو

مسلم سے کہتر جان کر مسلمانوں کیلئے محمدی کا لفظ تجویز کیا۔ لیکن انہیں معلوم نہ تھا۔ کہ ایک سچے مسلمان کے لیئے اس سے زیادہ اور کوئی وجہ مسرت وغرور بات ہو نہیں سکتی۔ کہ اسے اس کے مرشد وہادی کے اسم مبارک سے نسبت دی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہر مسلمان بزبان حال وقال فخرو مباہات سے نعرہ بلند کرنے لگا۔ کہ ع

محمدی ہوں محمدی ہوں۔ محمدی ہوں محمدی ہوں

اور عیسائی اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔

چہارم۔ میری دلی خواہش ہے۔ کہ اس تحریر میں کوئی کلمہ یا فقرہ اشارۃً یا کنایۃً ایسا نہ ہو جو کسی پر گراں گذرے۔ لیکن اگر ایسا ہو تو اسکو میری لغزش تصور کیا جائے۔ اور اگر مجھے اسکی طرف متوجہ کیا گیا۔ تو مجھے عذر تقصیر میں کوئی تامل نہ ہو گا۔

پنجم۔ میں نے کسی شخص سے اس مضمون کی تدوین میں سوائے ازیں کوئی امداد نہیں لی کہ بعض دوستوں سے کتابیں حاصل کی ہیں۔ استدلال تمام تر میرا اپنا ہے۔ لہٰذا اگر بالفرض دلائل سے میرے استدلال کو کوئی صاحب رد کر سکیں گے۔ تو وہ شکست میری ذاتی شکست ہو گی۔ اس سے میرے ہم عقیدہ یا دوسرے علما یا عوام پر کوئی اثر نہ ہو گا۔

ششم۔ حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔ کہ حوالے سچے ہوں۔ اگر کوئی حوالہ غلط ہو یا اس کا صفحہ یا کتاب کا صفحہ یا کتاب کا نام صحیح نہ ہو۔ تو اس کو سہو کتابت یا لغزش قلم سمجھا جائے توجہ دلانے پر مجھے اس کی تصیح شائع کرنے میں کوئی عذر نہ ہو گا +

حبیب

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ۝ الخ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

افتتاح اسباب — بہ فاتحۃ الکتاب

"حمد وثنا ہو تیری" کون و مکان والے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

"یا ربِّ ہر دو عالم" دونوں جہان والے

رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

"بن مانگے دینے والے" عرش و قرآن والے

اَلرَّحْمٰنِ

گرتے ہیں تیرے در پر سب آن بان والے
بیشک "رحیم" ہے تو رحمت نشان والے

اَلرَّحِيْمِ

"یوم جزا کے مالک" خالق ہمارا تو ہے

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

"سجدہ ہیں تجھ کو کرتے" تیری ہی جستجو ہے

اِيَّاكَ نَعْبُدُ

"امداد تجھ سے چاہیں" سب کا سہارا تو ہے

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

تیری ہی بارگاہ میں یہ بھی اک آرزو ہے
"رستہ دکھا دے سیدھا" او آسمان والے
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ

"وہ راستہ" دکھا تو پروردگارِ عالم
صِرَاطَ
جس پر "چلا کئے ہیں" پرہیزگارِ عالم
الَّذِیْنَ
"نعمت تھی جن کو ملتی تجھ سے" نگارِ عالم
اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ
اور نام جن کا اب تک ہے یادگارِ عالم
تیری نظر میں ٹھہرے جو عز و شان والے

عاجز حبیبؔ کو تو ان کی "نہ" راہ چلانا
غَیْرِ
"مغضوب ہیں" جو تیرے اے خالقِ زمانہ
الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ
"گمراہ ہوئے" جو تجھ سے اے صاحبِ یگانہ
وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝
ہے عرض تجھ سے اتنی اے قادر و توانا
"مقبول یہ دعا ہو" او لامکان والے

اٰمِیْن

حبیبؔ

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ - الخ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قسط اوّل

ادعائے نبوت کوئی نئی بات نہیں۔حضور سرور کائنات فخر موجودات احمد مصطفےٰ محمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ماتحت دعویٰ نبوت کرنے والوں کی ابتدا خود خواجۂ دو جہان کے عہد ہی میں شروع ہوئی۔جو اب تک جاری وساری ہے۔اور یہ کہنا مشکل ہے کہ کب ختم ہوگی۔اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔علامہ اقبال کا ایک شعر کہ ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز ✤ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اس کی صداقت ناقابل انکار ہے۔مسلیمہ تو مرد تھا۔حضور ختم رسل بابی انت وامی یا رسول اللہ کے زمانہ میں ایک سے زیادہ عورتوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔مسلیمہ اور ایک مدعیہ نبوت عورت کی ناکامی نے دونوں کو متحد ہونے پر مجبور کیا۔مشاورت ہوئی۔دونوں تنہا تھے۔اتنے پیرو مرشد علیہ اللعنۃ بھی آ پہنچے۔شیطنت کے پینگ بڑھے۔بدکاری وبے ذاری کے لطف اٹھائے اور بی پیغمبرنی صاحبہ مسلیمہ سے روزے اور نماز بطور حق مہر بخشوا کر اور اپنا منہ کالا کرکے گھر کو سدھاریں۔

اس وقت سے لیکر اب تک مسلمانوں کو راہ ہدیٰ سے منحرف کرنے کے لئے کئی خدا کئی اوتار کئی پیغمبر کئی فرزندان خدا اور کئی مہدی اس دنیا میں آچکے ہیں۔آغا خاں اپنے مریدوں کے لئے

خود خدا ہے۔ اس کے غسل کا وہ پانی جو یورپ کی غلیظ ترین ناپاکیوں کا حامل ہوتا ہے۔ بطور تبرک بٹتا اور سونے کے بھاؤ بکتا ہے۔ ہندوستان اور عرب میں ایسے گروہ موجود ہیں جو کسی داعی ظاہر یا باطن کی آمد کے منتظر بیٹھے ہیں۔ یا جن کی دانست میں اب ہادی آچکا چنانچہ بلوچستان کے علاقہ مکران میں ایک قوم آباد ہے۔ جس کو ذکری کہتے ہیں۔ اس قوم کا خیال یہ ہے۔ کہ (معاذ اللہ)

۱۔ کلمہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہو چکا اور اب یہ لوگ جو کلمہ پڑھتے ہیں وہ لویں ہے

لا الٰہ الا اللہ محمد مہدی رسول اللہ

۲۔ ان کی دانست میں نماز موقوف ہو چکی ہے۔ یہ لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک شخص بلند آواز سے ذکر شروع کرتا ہے۔ اور باقی اسکا ساتھ دیتے ہیں

۳۔ ان کی رائے میں مہدی آچکے۔

غرض ان کے معتقدات عجیب وغریب ہیں۔

جن مہدی حضرات یا ان کے پیروؤں کا پتہ چلتا ہے۔ وہ کامیاب مہدی ہیں۔ ناکام مہدیوں کی تعداد کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔ مثلاً ضلع گجرات میں ایک گروہ ہے۔ جو ماں کے ساتھ بیٹے۔ بہن کے ساتھ بھائی اور بیٹی کے ساتھ والد کے تعلقات کی حرمت کا قائل ہی نہیں ان کے مہدی کا حکم ہی یہ ہے۔ کہ اپنی بیوی کو ماں یا بہن کہہ کر پکارو۔

غرض اگر آپ تلاش کریں گے۔ تو آپ کو ہر گلی میں کوئی نہ کوئی ایسا صاحب عزم مل جائے گا۔ جو ملہم من اللہ ہونے کا دعویدار ہوگا۔ اکثر صاحب قلم کامیاب ہوتے ہی پیری کا اور اس کے بعد ملہم ہونے کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں۔ کلکتہ کے ایک بہت بڑے عالم دین اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور اگرچہ وہ دعویٰ مہدیت سے باز آگئے۔ تاہم اب تک ان کی تحریر کا رنگ وہی ہے۔ جو کسی ایسے ہی شخص کا ہو سکتا جس کو یقین ہو کہ وہ جو کچھ بھی لکھ رہا ہے کسی قوت فوق العادۃ کے اشارے حکم یا تائید سے لکھ رہا ہے۔

القصہ اسلام کی گذشتہ ساڑھے تیرہ سو سال کی زندگی میں جس قدر مدعی نبوت یا مہدویت یا مسیحیت پیدا ہوئے۔ ان سب میں سے مرزا صاحب قادیانی بھی ایک ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ قلت مطالعہ یا عدم واقفیت اس امر کا سبب ہے۔ مدعیان نبوت میں سے مرزا صاحب کامیاب بھی شمار نہیں ہو سکتے۔ ان کو جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہی ہے۔ یعنی یہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ جہاں بے کار علماء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے ان کی مخالفت کو اپنا پیشہ بنا لیا۔ اور یوں ان کا پروپاگنڈہ بڑھ گیا۔ جن علمائے کرام نے دلیل سے اور اظہار حق کے لئے ان کی مناسب مخالفت کی۔ میں ان کی عزت کرتا ہوں۔ اور ان کے حق میں میرے منہ سے دعائے خیر نکلتی ہے۔ مگر ایسے بزرگوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔

پس مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت۔ مجددیت۔ مسیحیت و مہدویت میں کوئی نئی بات نہیں۔ البتہ کرشن کا اوتار بن کر ایک بت پرست (کرشن) کو پیغمبر بنا دینا ضرور ایک نرالی بات ہے۔ اور انکی یہ جدت طرازی ان کیلئے ایک شان امتیاز پیدا کرتی ہے اور بس۔

بعثت سرور کونین و صاحب قبلتین صلعم کے وقت سے لیکر اب تک جن لوگوں نے مہدیت کے دعاوی پیش کئے۔ یا نبوت کے منصب پر قبضہ ثابت کرنے کی سعی کی۔ ان میں سے بعض نہایت کامیاب مدعیان نبوت کا حال بطور مثال سُن لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ مرزا صاحب کی ظاہری کامیابی مقابلتہً کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ وھو ہذا:۔

ابن تومرت

فتوحات اسلامیہ میں بحوالہ تاریخ کامل وغیرہ لکھا ہے۔ کہ پانچویں صدی کے شروع میں "محمد بن تومرت" ساکن جبل سوس نے دعویٰ کیا کہ میں سادات حسینی میں سے ہوں اور مہدی موعود ہوں۔ اس کے حالات میں مذکور ہے۔ کہ اس نے امام غزالیؒ وغیرہ اکابر علماء سے تحصیل علوم کے بعد رمل و نجوم میں بھی مہارت بہم پہنچائی۔ اور درس و تدریس کا سلسلہ

شروع گیا۔ اس کا علم وفضل اور زہد وتقوے دیکھکر اور اس کی جادو بھری تقریریں سن کر لاکھوں آدمی اس کے شاگرد ومرید بن گئے۔ اور ایک لشکر لڑنے مرنے والا تیار ہوگیا بادشاہ وقت کو بھی اس نے شکست دی۔ جس کی اس نے پہلے سے پیشگوئی کردی تھی۔

مناسبت معنوی وطبعی کے لحاظ سے عبداللہ ونشریسی اور عبدالمومن وغیرہ اس کے معتمد علیہ قرار پائے۔ عبداللہ ایک بڑا فاضل شخص تھا۔ اس کے علوم وفنون کو ابن تومرت نے کچھ عرصہ تک ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ اس کو ایک مجذوب کی مانند نہایت میلے اور گندے حال میں گونگا بنائے رکھا۔ جب لوگوں میں اس مدعی مہدویت کا خوب چرچا ہوگیا۔ تو اپنی پہلے سے سوچی ہوئی چال چلا۔ یعنی فاضل عبداللہ ونشریسی سے کہا۔ کہ اب اپنا کمال علم وفضل ظاہر کرو۔ چنانچہ اس کی بتائی ہوئی تدبیر کے موافق ایک دن صبح کے وقت عبداللہ نہایت نفیس لباس پہنے اور خوشبوئیں لگائے مسجد کی محراب میں دیکھا گیا۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا۔ کہ فرشتہ نے آسمان سے آکر میرا سینہ شق کیا۔ اور دھوکر قرآن اور موطا وغیرہ کتب آسمانی واحادیث وعلوم سے بھر دیا۔ مکار مہدی موعود اس بات کو سن کر رونے لگا۔ کہ میری جماعت میں اللہ تعالے نے ایسے آدمی بھی پیدا کئے ہیں۔ جن پر حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح فرشتے اُترتے ہیں۔ اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ شق کیا گیا تھا۔ اسی طرح اس عاجز کی جماعت کے ایک ذلیل شخص کا سینہ فرشتوں نے شق کرکے قرآن وحدیث اور علوم لدنیہ سے بھر دیا ہے۔ غرضیکہ اس حکیم الامۃ ونشریسی کے طفیل اسکو بہت کچھ فروغ حاصل ہوا۔

بعض لوگ اس جھوٹے مہدی کے دعووں کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے تھے جن کی فہرست اسم وار اس نے عبداللہ کو دیدی تھی۔ جب عبداللہ کا سینہ شق ہونے اور علوم لدنی اس کو عطا ہونے کا معجزہ تسلیم کرالیا۔ تو اس عبداللہ سے ہی کہلوایا۔ کہ مجھے اللہ تعالے نے دوزخیوں کی شناخت کا بھی نور عطا کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ایسی متبرک جماعت میں

دوزخیوں کا رہنا ٹھیک نہیں۔ لہٰذا ان دوزخیوں کو قتل کر دینا چاہئے۔ میرے اس بیان کی تصدیق کے لئے تین فرشتے آسمان سے نازل ہوئے ہیں۔ جو فلاں کنوئیں میں موجود ہیں۔ اور خفیہ طریق سے تین مخلص مرید ایک سنسان مقام پر ایک چاہ میں اتار بھی دیئے۔ حسب الحکم مہدی کاذب ساری جماعت اس چاہ پر پہنچی۔ جہاں مکار مہدی نے اول دو رکعت نماز پڑھی بعد ازاں کنوئیں میں آواز دی کہ:۔

"عبداللہ ونشریسی کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسے دوزخیوں کی شناخت کا علم دے کر حکم دیا ہے۔ کہ دوزخی قتل کر دیئے جائیں۔ کیا یہ سچ ہے؟ چاہ میں سے آواز آئی۔

سچ ہے! سچ ہے!! سچ ہے!!!

اس تصدیق کے بعد بدیں خیال کہ یہ عالم تحتانی کے فرشتے اوپر آکر افشائے راز نہ کردیں۔ ان کو عالم بالا پر ہی پہنچا دیا جائے۔ تو مناسب ہے۔ مہدی موعود نے ونشریسی وغیرہ سے متوجہ ہو کر کہا۔ کہ یہ چاہ اب نزول ملائکہ سے متبرک ہو گیا ہے۔ اس میں نجاست وغیرہ گرنے اور اس سے قہر الٰہی نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اس کو بند کر دینا مناسب ہے۔ چنانچہ سب کی رائے سے فوراً اس چاہ کو بند کر دیا گیا۔

بعدہٗ ونشریسی کے بتلانے کے موافق سب مخالف چن چن کر قتل کر دیئے گئے۔ یہ کام کئی دن میں سرانجام ہوا۔ اس طرح مہدی کاذب اپنے مخالفین کا قلع قمع کر کے فتنہ و فساد اور ملک گیری میں مشغول ہوا۔ اور ۲۰ سال تک مدعی مہدویت رہ کر عبدالمومن کو جانشین کر کے مر گیا۔

عبدالمومن

محمد ابن تومرت نے مرنے سے پیشتر اس کو امیرالمومنین کا لقب دیکر اپنا جانشین کر دیا تھا۔ اور اس کے حق میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ بہت سے ملک فتح کرے گا۔ عبدالمومن ۳۴ برس تک لوگوں کے ساتھ سخاوت و احسان کے سلوک کرتا رہا۔ اور چونکہ جوانمرد اور بہادر تھا اس لیے ملک فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ چنانچہ جس طرف کو گیا اسکی فتح ہوئی۔ اندلس اور عرب کو بھی اس

نے فتح کیا۔ ۵۵۱ھ میں اپنے بیٹے محمد کو ولیعہد کر کے اپنے مریدوں سے بیعت کرائی۔ آخر ۳۳ سال تک مہدی کا خلیفہ اور امیر المومنین کہلا کر اور بڑی شان و شوکت سے بادشاہت کر کے ۵۵۸ھ میں مر گیا۔ اور اپنی اولاد کو بادشاہت دے گیا۔ بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا۔ اور مدت العمر محمد بن تومرت کی تعلیم مہدویت پھیلاتا رہا۔

ظریف ابو صبیح و صالح بن ظریف

دوسری صدی کے شروع میں اس نے حکومت کی بنیاد قائم کی۔ اور نبوت کا دعویٰ کر کے نیا مذہب اپنی قوم میں رائج کیا۔ اور پانچویں صدی کے آخر تک اس کی اولاد میں سلطنت رہی۔ چنانچہ صالح بن ظریف شروع ہی میں اپنے باپ کا مرید ہوا۔ یہ شخص اپنی قوم میں عالم و دیندار تھا۔ باپ کی طرح اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور کہا کہ میں مہدی اکبر ہوں اور عیسیٰ بن مریم میرے ہی وقت میں نازل ہوں گے۔ اور میرے پیچھے نماز پڑھیں گے اس نے اپنا نام خاتم الانبیا بھی رکھا۔ مفصل حال" ابن خلدونؒ میں موجود ہے۔
یہ ایک جدید قرآن کے اپنے اوپر نازل ہونے کا دعویدار تھا جس کی سورتیں اس کے مرید نمازیں میں پڑھتے تھے۔ چند سورتوں کے نام یہ ہیں۔ سورۃ الدیک۔ سورۃ الحمر۔ سورۃ الفیل۔ سورۃ ادم۔ سورۃ نوح۔ سورۃ ہاروت و ماروت۔ سورۃ ابلیس۔ سورۃ غرائب الدنیا۔ وغیرہ وغیرہ، ۴۴ سال تک نہایت استقلال اور کامیابی سے اپنے مذہب کی اشاعت اور بادشاہت کرتا رہا۔ اس کے بعد اس کے خاندان میں حسب ذیل مشہور بادشاہ ہوئے

نام بادشاہ	مدت سلطنت	نام بادشاہ	مدت سلطنت
الیاس بن صالح	۵۰ سال	یونس بن الیاس	۴۴ سال
ابو غفیر محمد صالح کا پڑوتا	۲۹ "	ابو انصار عبداللہ بن ابو غفیر محمد	۴۴ "

ان لوگوں نے بڑی شان و شوکت سے حکومت کی۔ اور ایسے صاحب اقبال و شوکت و جلال تھے۔ کہ بڑے بڑے بادشاہ اور خلفاء بھی ان سے ڈرتے تھے۔

عبد اللہ مہدی صاحب افریقہ

یہ شخص ۲۹۶ھ میں مہدویت کا مدعی ہوا۔ اگلے سال افریقہ میں جاکر وہاں کا فرمانروا ہوگیا۔ اور مہدویت کا زور شور سے اعلان کیا۔ ۶۳ سال کی عمر پائی۔ اور ۳۲۲ھ میں اپنے بیٹے ابوالقاسم کو ولیعہد کر کے اپنی موت سے مرگیا۔ گویا ۲۷ سال دعوٰی مہدویت کے ساتھ زندہ رہا۔ اسکی اولاد میں ۵۶۳ھ تک سلطنت رہی۔ اور ۱۳ فرمانروا اس کے خاندان میں ہوئے۔

(مفصل دیکھو ابن خلدون جلد چہارم اور تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم)

ایسے اور بہت سے نام پیش کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن میں مندرجہ بالا مثالوں کو اپنے مقصود کے لئے کافی سمجھتا ہوں۔

قسط دوم

دعویداران مسیحیت و مہدویت کی جماعت کثیر میں سے صرف تین اشخاص کے حالات اس لئے اوپر درج کئے گئے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی موجودہ مفلوک الحالی کے مقابلہ میں علمبرداران تحریک قادیان کی ثروت وجاہت و تمکنت بھی ان کی صداقت کی ایک دلیل سی بنگئی ہے اس کا ازالہ ہوسکے اس لئے کہ جن مدعیان نبوت کا مختصر حال اس سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کی شوکت ثروت و تمکنت اور ان کا جاہ و جلال قادیان سے لاکھوں گنا بڑھا ہوا تھا وہ صاحب تخت و تاج و حامل شمشیر و علم ہوگذرے ہیں۔ لہذا ظاہری شان و شوکت سے مرعوب ہونا درست نہیں۔ اس کو خداوند کردگار نے اپنے کلام میں

متاعٌ قلیل

کا نام دیا ہے۔ لہذا اس سے مرعوب ہونا دانشمندی سے بعید ہے۔

تاہم اس سے مرزا صاحب کے دعاوی کی تکذیب نہیں ہوتی اس کے لئے زیادہ وزنی دلائل کی ضرورت ہے۔ میں جن دلائل کی بنا پر تحریک قادیان سے اتفاق نہیں کرسکتا وہ ملاحظہ فرمائیے۔

پہلی دلیل

قرآن مجید فرقان حمید کے ماننے والوں کو اس حقیقت پر ناز ہے۔ اور اس بات پر مسلمان بجا طور پر فخر و مباہات کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں الہامی کتابوں کے ماننے والوں میں صرف مسلمان ہی ایسے ہیں۔ جن کا ایمان ایک ایسی کتاب پر ہے۔ جس میں کوئی تبدیلی نہ اب تک ہوئی ہے نہ آئندہ ہوگی۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے۔ کہ جس طرح اس کتاب کا مصنف لاشریک و بے مثال ہے۔ اسی طرح یہ کتاب بھی بے عدیل و بے نظیر ہے اور اس کتاب مقدس کے مقابلہ میں بھی کوئی اور کتاب تصنیف نہیں ہو سکتی۔ پوری کتاب تو بڑی بات ہے۔ قرآن پاک کا اپنا دعویٰ ہے کہ اس کی سورتوں کی طرح کی ایک سورۃ بھی کوئی لکھ نہیں سکتا خواہ لکھنے والا ایک ہو یا دنیا جہان کے تمام عالم و فاضل و عام انسان حیوان فرشتے دیوی اور دیوتا جمع ہو کر بھی ایسی کوشش کیوں نہ کریں۔ اسلام دشمنوں سے گھرا ہوا ہے اس کو غلط ثابت کرنے کے لئے امریکہ اور یورپ کے قارونوں کا روپیہ پانی کی طرح بہہ چکا۔ اور پادریوں نے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی۔ مگر اس کی ایک للکار کا جواب نہ دے سکے۔ وہ للکار کیا ہے:

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین ٥

یعنی خداوند کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر جو قرآن ہم پر نازل کر رہے ہیں۔ اس کے بارے میں تم کو کچھ شک ہو تو اگر تم سے ہو سکے تو اس کی ایسی ایک ہی سورۃ تیار کر لاؤ اور اللہ تعالےٰ کے سوا جس کو چاہو اپنی امداد کے لئے بلا لو۔

غور کیجئے ساڑھے تیرہ سو سال میں اس دنیا میں کتنے آدمی آئے۔ اور چلے گئے۔ ہر لمحہ کی آبادی کتنی سو کروڑ کی ہے۔ یہ صرف انسانوں کی تعداد ہے۔ غیر انسان مخلوق اس کے علاوہ ہے۔ اتنی بڑی تعداد سے چند آیتیں قرآن پاک کے مقابلہ میں تیار نہ ہو سکیں۔ یہ قرآن پاک کی صرف زبان کا اعجاز ہے۔ دوسری خوبیوں کا تو ذکر ہی کیا۔

پس جس مسلمان کی نگاہوں میں قرآن پاک کی یہ خوبی کھب چکی ہو۔ وہ کسی مدعیٔ الہام کی تائید نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ مدعیٔ الہام ایسا بیان اور ایسی زبان نہ لائے۔ جس کا دنیا میں جواب نہ ہو۔

مرزا صاحب کی تحریروں کو میں نے لبغور پڑھا ہے۔ میں اس کتاب میں بارہا اپنی علمی فرومائگی کا اعتراف کر چکا ہوں اور پھر اس کا اقرار کرتا ہوں۔ لیکن مجھ ایسا ہیچمداں بھی یہ دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کی تحریر مبتذل اور پیش پا افتادہ اغلاط سے پر ہے۔ ان کی تحریروں میں عربی اور فارسی اور اردو کو استعمال کیا گیا ہے۔ جو لوگ عربی سے آگاہ ہیں (اور میں یہاں دم مارنے کی قدرت نہیں رکھتا) وہ ان کی عربی میں فاش غلطیاں دکھا سکتے ہیں فارسی کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن میں اردو کے متعلق وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ سہو کتابت وغیرہ کے لئے ہر ممکن موقعہ دینے کے بعد بھی ان کی تحریر کو نہایت معمولی اغلاط سے مملو پاتا ہوں۔ اور من حیث الکل بھی ان کی تحریر نہ معجز نما ہے۔ اور نہ پر زور مثلاً ان کی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۳۲ میں انہوں نے "اپنی قلم" کے الفاظ استعمال کر کے تذکیر و تانیث کی ایک نہایت ہی پیش پا افتادہ غلطی کی ہے۔ حقیقۃ الوحی میں صفحہ ۲۵۵ پر "سرخی کی قلم" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور ایک اور موقعہ پر "ہوش آئی" کے الفاظ لکھ کر آپ نے اپنی ادبی کمزوری کا بدترین نمونہ پیش کیا ہے۔

میں ہر بات مختصر طور پر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ لہذا عبارت کے طویل نمونے مبتذل طرز تحریر کے ثبوت میں پیش کرنا نہیں چاہتا۔ ورنہ مرزا صاحب کی تحریر سے ایسے متعدد نمونے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ حق تو یہ ہے۔ کہ ساری تحریر کا معیار ادب بہت ادنےٰ ہے۔ اور ادبی لحاظ سے تحریر کی خوبی کا نمونہ کہیں شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن پاک کے بے مثال طرز تحریر پر ایمان لانے کے بعد میں یقین نہیں کر سکتا۔ کہ خدا نے قرآن مجید نے جب ایک اور نبی تجدید دین محمد کے لئے بھیجا تو خدا نعوذ اللہ

طرزِ تحریر کو بھول گیا یا عربی کی بجائے اردو کے اختیار کرتے ہی اس کی زبان میں فرق آگیا لیکن یہاں تو عربی بھی غلط ہے۔

شاید کہا جائے کہ ادبی چٹخاروں سے مذہب کو کیا واسطہ۔ لہٰذا میں پھر عرض کروں گا کہ قرآن پاک نے جب ہمارے مذہب کی بنا ہی اس بات پر رکھی ہے۔ کہ زبان کو معیارِ صداقت مذہب قرار دیکر اس کا دعویٰ کیا ہے کہ اسکی زبان لاجواب ہے۔ تو اب کسی وجہ سے اسکی اہمیت کو گھٹانا قرآن پاک کے ایک ایسے اصول کو نظر انداز کرنا ہے۔ جو خدائے قرآن الحکیم نے مدعیان نبوت کی تکذیب یا تصدیق کے لئے ہمیں عنایت کیا ہے۔

اگر مرزا صاحب کا دعویٰ یہ نہ ہوتا کہ ان کی زبان کا ذمہ وار بھی خود خدا ہے۔ تو شاید اس اعتراض کی اہمیت کچھ کم ہو جاتی۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ مرزا صاحب بہ بانگ دہل کتاب نزول المسیح کے صفحہ ۵۶ پر فرماتے ہیں:-

"یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ میں خاص طور پر اللہ تعالےٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں۔ کیونکہ جب میں عربی میں یا اُردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں۔ تو میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر لکھتے ہیں:-

"ایسا ہی عربی فقرات کا حال ہے۔ عربی تحریروں کے وقت میں صدہا فقرات وحی متواتر کی طرح دل پر وارد ہوتے ہیں۔ اور یا یہ کہ کوئی فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے وہ فقرات دکھا دیتا ہے۔"

غرض مرزا صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی تحریر اعجاز خداوندی کا ایک نمونہ ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی تحریر مبتذل ہوتی ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کی اسی محولہ بالا تحریر سے ظاہر ہے۔ جو اعجاز تحریر کے متعلق نزول المسیح سے لیگئی ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی یہ کہے۔ کہ قرآن پاک کے

نازل کرنے والے خداوند قدوس نے مرزا صاحب کو مبعوث یا مقرر فرما کر اعجاز تحریر دکھایا۔ تو سوائے اس کے اس کے لیئے دعائے ہدایت کی جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

دوسری دلیل

بعثت خاتم النبیین کے زمانہ میں کفار نے حضرت امی لقب (فداہ امی وابی) پر جو الزام لگائے ان میں آپ کو ساحر۔ کاہن۔ مجنون اور شاعر بھی کہا گیا۔ خداوند محمد نے ان سب الزامات کی بڑے زور سے تردید کی۔ اور الزام شاعری کی تردید میں قدرے زیادہ زور سے کام لیا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ حضور شافع المذنبین کے دین کی تجدید کے لیئے اگر کوئی مرسل آئے۔ تو وہ جس طرح مجنون۔ کاہن یا ساحر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح شاعر بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب نے شاعری کے میدان میں بھی جلوہ نمائی کی ہے۔ مگر ان کی نثر کی طرح ان کی شاعری بھی نہایت مبتذل ہے۔ خواہ وہ شاعری اردو کی ہو یا فارسی کی۔ سارا کلام اس کا نمونہ ہے۔ لہذا میں اس دلیل کو طول دینے سے گریز کرتا ہوں۔

قسط سوم

جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دین کی سب سے بڑی خوبی سادگی ہے حضور کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے رسول اور نبی ہیں۔ اور اسکے بندے ہیں اور بس۔ ان کے دعویٰ میں کوئی ایچ پیچ نہیں۔ برعکس اس کے مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری

تیسری دلیل

یہ ہے کہ ان کے دعاوی کی کثرت ندرت اور ان کے تنوع کا یہ حال ہے کہ انسان ان کی فہرست دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے۔ نمونۃً آپکے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں ؎

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا ؛ منم محمد احمد کہ مجتبےٰ باشد۔

یہ شعر کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۳ پر موجود ہے۔ پھر براہین احمدیہ کے حصہ پنجم میں درثمین

کے صفحہ ۱۰۰ پر ارشاد ہوتا ہے۔

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں ٭ نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

ایسے اشعار کو شاعرانہ تخیل یا تعلی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ آپ کے دعاوی کی فہرست ماشاء اللہ بہت ہی طویل ہے۔ ان کی مختصر سی روداد ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ اللہ تعالےٰ ہونے کا دعوےٰ

مرزا صاحب اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحات ۵۶۴ و ۵۶۵ میں لکھتے ہیں۔

رأیتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی ھو ۔۔۔۔ فخلقت السمٰوات والارض ۔۔۔۔۔ وقلت زینا السماء بمصابیح۔

ترجمہ:۔ میں نے نیند میں خود کو ہو بہو اللہ دیکھا۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں وہی اللہ ہوں۔ پس میں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔ اور کہا کہ ہم نے آسمان کو ستاروں سے سجایا۔

۲۔ اللہ تعالےٰ کے فرزند ہونے کا دعویٰ

حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۸۶ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

انت منی بمنزلۃ ولدی

ترجمہ:۔ تم میرے بیٹے کی جگہ ہو

اور پھر البشریٰ جلد دوم صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو خطاب کر کے کہا کہ:۔

انت منی بمنزلۃ اولادی

۳۔ کرشن ہونے کا دعوےٰ

مرزا صاحب نے سیالکوٹ میں لکچر دیا۔ یہ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء کی بات ہے۔ یہ لکچر قادیان کی جماعت کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس لکچر میں آپ نے کرشن ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے بعد آپ البشریٰ کی جلد اول کے صفحہ ۵۶ پر خود کو

"ہے کرشن جی رودر گوپال"

فرماتے ہیں۔

۴۔ اوتار ہونے کا دعویٰ

ہندوؤں کو مخاطب کر کے جناب مرزا صاحب کتاب البشریٰ کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۱۶ پر لکھتے ہیں کہ:۔

برہمن اوتار (یعنی مرزا صاحب) سے مقابلہ اچھا نہیں

۵۔ آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ

کتاب البشریٰ ہی کی جلد اول میں صفحہ ۵۶ پر مرزا صاحب نے آریوں کا بادشاہ ہونیکا دعویٰ کیا ہے

۶۔ نبوت کا دعوے

یہ بہت اہم دعویٰ ہے۔ اس کے وجود سے مرزائیوں کی ایک جماعت نے انکار کیا ہے۔ یہ طویل بحث کا محتاج ہے۔ یہاں اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے۔ آپ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ جس کے ثبوت میں متعدد حوالے پیش کیئے جا سکتے ہیں۔

۷۔ ابن مریم ہونے کا دعوے

اپنی کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۴۲۳ پر مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ ہونے کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے نیز اس دعوے کے الفاظ آپ کی کتاب "ازالہ اوہام" میں ملتے ہیں۔ جس کے صفحہ ۶۵۸ پر آپ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"نازل ہونے والا ابن مریم یہی ہے جس نے عیسیٰ ابن مریم کی طرح اپنے زمانہ میں کسی ایسے شیخ والد روحانی کو نہ پایا۔ جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہرتا تب خدا تعالےٰ اس کا متولی ہوا۔ اور تربیت کی کنار میں لیا۔ اور اس اپنے بندہ کا نام ابن مریم رکھا۔۔۔"

نیز کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۶۵ پر آپ مسیح موعود ہونیکا دعویٰ بھی کرتے ہیں (ملاحظہ ہو طبع اول)

نیز سیالکوٹ میں مرزا صاحب نے ایک لکچر دیا تھا جس کا حوالہ میں قبل ازیں دے چکا ہوں۔ اس میں بھی آپ نے یہ دعویٰ کیا چنانچہ مطبوعہ لکچر کے صفحات ۳۲ و ۳۳ پر اس دعویٰ کا ذکر موجود ہے۔

۸۔ محمدؐ ہونے کا دعوےٰ

لیکن اسی پر اکتفا نہیں۔ خدا اور عیسٰی ابن مریم ہونے کے مدعی ہونے کے علاوہ آپ کا دعوےٰ ہے۔ کہ آپ خود محمد صلعم بھی ہیں۔ چنانچہ آپ اپنی تحریر موسومہ خطبہ الہامات کے صفحہ ۱۷ پر لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"خدا نے مجھ پر اس رسول کا فیض اتارا۔ اور اس کو پورا کیا۔ اور مکمل کیا۔ اور میری طرف اس رسول کا لطف اور جود بھرا۔ یہانتک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا"

اصل عبارت عربی میں ہے۔ میں نے آسانی کے خیال سے اس کا ترجمہ پیش کر دیا ہے۔

۹۔ ظلی محمدؐ ہونے کا دعوےٰ

اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۰۱ پر آپ نے ظلی طور پر محمدؐ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۱۰۔ احمدؐ ہونے کا دعوےٰ

آپ نے اپنے احمد ہونے کا دعویٰ پیش کیا جس کی تفصیل یوں ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیۃ شریفہ ہے۔ کہ:۔

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد

مرزا صاحب اپنی کتاب ازالہ اوہام کی طبع اول کے صفحہ ۶۷۳ پر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ احمد میں ہی ہوں۔

۱۱۔ ظلی احمدؐ ہونے کا دعوےٰ

تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۰۱ پر آپ نے ظلی احمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۱۲۔ مسیح موعود ہونیکا دعویٰ

اس کا ثبوت ابن مریم کے دعویٰ کی دلیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳۔ محمدؐ مفلح ہونے کا دعویٰ

البشریٰ نامی کتاب کی جلد دوم کے صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے۔ کہ:۔

حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا صاحب) نے فرمایا۔ کہ آج اللہ تعالےٰ نے میرا ایک اور نام رکھا ہے۔ جو پہلے کبھی سُنا بھی نہیں۔ تھوڑی سی غنودگی ہوئی اور یہ الہام ہوا۔ کہ

تمہارا نام محمد مفلح رکھا گیا ہے۔

۱۴۔ مجدّد ہونے کا دعویٰ

آپ کتاب نشان آسمانی صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ :۔

اس عاجز کو دعوے مجدد ہونے پر اب بفضلہ تعالیٰ گیارھواں برس جاتا ہے۔

اور درثمین فارسی صفحہ ۱۲۲ پر فرماتے ہیں ؎

رسید مژدہ زغیبم کہ من ہماں مردم ٭ کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد

۱۵۔ محدّث ہونے کا دعویٰ

حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹ پر آپ لکھتے ہیں کہ میں محدث ہوں۔ نیز توضیح مرام صفحہ ۱۸ تا ۱۹ پر بھی یہ دعویٰ موجود ہے۔

۱۶۔ مہدی ہونے کا دعویٰ

معیار الاجتہاد میں مرزا صاحب صفحہ گیارہ پر لکھتے ہیں :۔

"میں مہدی ہوں"

۱۷۔ جزوی و ظلی نبی ہونے کا دعویٰ

تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۰۱ پر آپ نے بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اسی طرح ظلی اور جزوی نبی ہونے کا دعویٰ آپ نے توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ تا ۱۹ پر بھی کیا ہے۔

۱۸۔ صور ہونے کا دعویٰ

چشمہ معرفت کا صفحہ ۷۶ ملاحظہ فرمائیے تو اس میں لکھا ہے۔ کہ :۔

اس جگہ صور کے لفظ سے مراد

مسیح موعود ہیں۔

۱۹۔ سنگ اسود ہونے کا دعویٰ

البشریٰ جلد اول صفحہ ۴۸ پر لکھا ہے۔ کہ :۔

"ایک شخص نے میرے پاؤں کو بوسہ دیا۔ میں نے کہا کہ سنگ اسود میں ہوں"۔

۲۰۔ عجیب ترین دعوے

لیکن سب سے عجیب دعویٰ وہ ہے۔ جو البشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۱۱۸ پر یوں درج ہے۔

"آمین الملک جے سنگھ بہادر"

دعاوی کی تو انتہا نہیں۔ کہاں تک لکھتا چلا جاؤں۔ اب انسان عقیدہ لائے تو کس دعویٰ پر۔

قسط چہارم

اختصار کے ساتھ اور شدید انتخاب کے بعد میں نے مرزا صاحب کے بیس دعاوی گنوائے ہیں۔ ان دعاوی میں سے جن کا تعلق اوتار یا کرشن وغیرہ سے ہے۔ ان کے متعلق مجھے جو کچھ عرض کرنا ہے۔ وہ میں کسی آئندہ قسط میں ناظرین کرام کے گوش گذار کروں گا۔ خدا اور فرزند خدا ہونے کے متعلق آپ کے دعاوی ایسے ہیں۔ کہ ان کے خلاف اگر تفصیلی بحث کی جائے۔ تو برسوں یہ سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔ اس لئے کہ توحید باری تعالےٰ اسلام کا اصل الاصول ہے۔ اور قرآن پاک تولید وولادت حق عزاسمہ کے خلاف دلائل سے بھرا پڑا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مرزا صاحب کے عقیدتمند عوام کو مرزا صاحب کے ان دعاوی سے آگاہ تک نہیں کرتے لوگوں کو ایک مجدد اور خادم دین محمد صلعم کی بیعت کیلئے دعوت دیجاتی ہے۔ اور جب فریب خوردہ انسان عقل کو کھو بیٹھتا ہے۔ تو اسکے لئے ایسے خلاف عقل دعاوی کے متعلق ان توضیحات کو تسلیم کرلینا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔ جو ایک دانش مند کے لئے لایعنی ہوتی ہیں۔ کسی مسلمان سے بلا تکلف وبلا اطلاع پوچھ کر دیکھ لیجئے۔ کہ کیا تم تسلیم کرسکتے ہو کہ اللہ تعالےٰ کسی سے پیدا ہوا۔ یا کسی کو اس کی فرزندی کا رتبہ حاصل ہے۔ تو وہ معاذ اللہ کہہ کر ایسے کلمات کے سننے تک

سے انکار کر دے گا۔ مگر عقیدت وہ شے ہے۔ کہ جہاں ایک دفعہ یہ جذبہ پیدا ہوا۔ موحد ترین انسان اپنے پیر کی ہر خلاف شرع حرکت کو عین شریعت سمجھتا۔ اور اپنے مرشد کے کفر نواز کلمات کو توحید کی دلیل واضح گردانتا ہے۔

برادران قادیان کہیں گے۔ اور اس کے سوا اور کہہ بھی کیا سکتے ہیں۔ کہ یہ باتیں راز و نیاز کی ہیں۔ جو شخص فنا فی اللہ ہو چکا۔ وہ خود کو فرزند خدا سمجھنے لگے تو کیا۔ لیکن یہ شریعت نہیں حضرت منصور نے دعویٰ "انا الحق" کیا۔ تو شریعت نے ان کی کھال کھینچ دی۔ قرآن الحکیم کی تعلیم کی رو سے ایسا دعویٰ خارج از اسلام ہے۔ اور ایک نبی کے لئے وہ گفتگو شایان شان نہیں جو کسی مجذوب کی زبان پر جاری ہو سکتی ہو۔

اور یوں عیسائیوں سے بھی پوچھ لیجئے۔ وہ کہیں گے۔ کہ :-

"ابتداء میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا۔ کلام خدا تھا۔"

ایک پاکیزہ تثلیث ہے۔ جس میں تولید و ولادت کی آلائش کا ذکر تک نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسی کلام کو کلمہ کہہ کر کہ وہ مسیح کا نام دیتے اور مسیح کو خدا کا فرزند مانتے ہیں اور یوں محولہ بالا اصول

"باپ بیٹا اور روح القدس"

کی تثلیث میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو نہایت وضاحت سے حکم دیا۔ کہ وہ ہرگز ہرگز یہ نہ کہیں۔ کہ :-

"خدا تین میں سے ایک ہے" (قرآن الحکیم)

بلکہ سورۃ قل میں ارشاد ہوتا ہے۔

لم یلد ولم یولد

یہ کلیہ بیان کر کے ایسے عقائد باطلہ کی ترویج کا دروازہ ہمیشہ کیلئے اور کلیتہً بند کر دیا گیا ہے۔

کسی زمانہ میں کہ بیکاری تھی۔ مجھے بھی یہ شوق پیدا ہوا تھا۔ کہ شاعری کے جسم زار کو مجروح ترکیا جائے۔ چنانچہ میرا اپنا ایک شعر ہے ؎

لیتے ہیں خوب وقت کا ہرجانہ سمجھکر ❊ بیکاری میں حبیب کبھی شاعری کے لطف

اس زمانہ میں تین نظمیں ایسی بھی قلم سے ٹپک پڑیں۔ جو قابل تعریف تھیں۔ ان میں سے ایک الحمد شریف کا ترجمہ ہے۔ جو اس کتاب میں کسی دوسری جگہ درج ہے۔ دوسری علامہ اقبال کے ترانہ کی تخمیس ہے۔ اور تیسری میں قل شریف کا ترجمہ ہے۔ آخری نظم کے دو شعر ہیں ؎

لم یلد اندر قرآں خود گفتی وصف خویش را ❊ تاکہ اب خود نگوید کس ترا یارب ما

لم یولد شان شدہ مشہور ہو لاکو بکو ❊ زانکہ از آلائش تولید ہستی پاک تو

پہلے شعر میں اب اور رب کے عقائد کا مقابلہ موجود ہے۔ مسیحی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اور بنی نوع انسان کا تعلق اب اور ابن کا ہے۔ یعنی باپ اور اولاد کا۔ لیکن اسلام کا عقیدہ اس کے برعکس یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ خلقت کا پروردگار۔ یعنی رب ہے۔ اور ان دو عقائد میں بعد المشرقین ہے۔ باپ پیدا کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا۔ وہ خالق کا منصب ہے خالق کی اجازت اور اس کے حکم سے باپ نے اولاد پیدا کی۔ لیکن وہ اس کو پال نہیں سکتا۔ پالنے والا پروردگار ہے۔ چنانچہ باپ کی موت اولاد کی پرورش کو ناممکن نہیں بنا دیتی۔ پس باپ ایک آلہ کار ہے۔ جس کا فعل بہت عارضی ہے۔ برعکس ازیں رب وہ خدائے قدوس ہے۔ جو خود باپ کو پال کر اولاد پیدا کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ اور پھر اس اولاد کی پرورش کرتا ہے پروردگار یا رب کے بغیر زندگی ہی خارج از امکان ہے۔

اسلام کے اس عقیدہ نے مسیحیت پر فتح پائی۔ مگر مرزا صاحب پھر مسیحی عقیدہ کی طرف لوٹ گئے۔ جو از بس اندوہناک ہے۔

کہا جائے گا کہ مرزا صاحب کو خدا کے فرزند ہونے کا جو دعوٰی ہے۔ وہ معنوی ہے۔ نہ کہ جسمانی۔ اگر بالفرض اس توضیح کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ عیسائی بھی یہ نہیں کہتے کہ خدانخواستہ حضرت مریم اور خداوند تعالےٰ میں جسمانی لحاظ سے زن و شوہر کے تعلقات تھے جس سے حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ اور اگر عیسائیوں کے اس دعوٰی کو خداوند اسلام

نے گوارا نہیں کیا۔ کہ معنوی لحاظ سے عیسٰی خدا کے بیٹے تھے۔ تو مرزا صاحب کے مقابلہ میں کیوں اس کلیہ سے ایک استثنے کو جائز رکھے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب نے عیسائیوں سے آگے بڑھ کر قدم رکھا ہے چنانچہ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

"بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدائے تعالےٰ تجھے اپنے انعامات دکھلا دے گا۔ جو متواتر ہوں گے۔ اور تجھ میں حیض نہیں۔ بلکہ وہ بچہ ہو گیا۔ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے"۔ (تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۴۳)

پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مرزا صاحب سے فرمایا :۔

انت من ماءنا وھم من فشل

ترجمہ :۔ اے مرزا تو ہمارے پانی سے ہے اور دوسرے لوگ خشکی سے ہیں۔

(ملاحظہ ہو اربعین جلد ۳ صفحہ ۳۴)

قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ کیا۔ لہذا یہ کہنا کہ باقی لوگ خشکی سے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ البتہ اگر یہاں "ماء" کے معنی نطفہ کر لئے جائیں تو لغواً صحیح ہو گا۔ مگر بات بدل جائے گی۔

اور ماء سے مراد نطفہ لینا خارج از جواز نہیں۔ اس لئے کہ مرزا صاحب کے مرید خاص قاضی یار محمد صاحب نے اپنے ٹریکٹ موسوم بہ "اسلامی قربانی" میں ایک ایسا فقرہ لکھا ہے۔ جس میں خدائے تعالےٰ کی (معاذ اللہ) قوت رجولیت کا ذکر بھی موجود ہے۔ اب غور کیجئے جب رجولیت کا ذکر بھی موجود ہو۔ عورت بننے کا دعوٰی بھی موجود ہو۔ نطفہ کا قصہ بھی موجود ہو تو اس مضمون پر ٹھنڈے دل یا تہذیب سے بحث کیسے اور کیونکر کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس پر بھی اکتفا نہیں۔ مرزا صاحب کشتی نوح کے صفحہ ۴۷ پر لکھتے ہیں۔ کہ :۔

مریم کی طرح عیسٰی کی روح مجھ میں نفخ کی گئی۔ اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ

ٹھہر یا گیا۔ اور کئی ماہ بعد جو دس ماہ سے زیادہ نہیں۔ بذریعہ الہام۔ مجھے مریم سے

عیسیٰ بنایا گیا:

اور اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے۔ درد زہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی۔

زبان کے لحاظ سے درد کو مؤنث لکھنا شائد اعجاز خداوندی ہو۔ لیکن تمام مراحل حمل کے موجود ہونے پر دعویٰ فرزند خدا کو معنوی تسلیم کر لینا ایک لقمہ ہے۔ جس کو مجھ ایسے گنہگار بھی آسانی سے نگل نہیں سکتے۔

قسط پنجم

پس تحریک قادیان کے خلاف میری

چوتھی دلیل

یہ کہ مرزا صاحب نے فرزند خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ مخلوق خدا میں سے کسی کو "بداہتہً" "صراحتاً" "کنایۃً" "اشارتاً" یا استعارۃً خدا کا بیٹا مانا جائے۔ اس معاملہ میں تو اللہ تعالےٰ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ اسکے پیغمبر محترم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بھی کوئی مرد اپنا باپ بنائے یا سمجھے اور جب کسی مرد کا رسول خدا کو اپنا باپ سمجھنا بھی خدائے برتر و توانا کو گوارا نہیں تو خود اللہ تعالےٰ کو باپ کہنے اور سمجھنے والے کے لئے اسلام کے وسیع حلقہ میں داخلہ کی گنجائش کہاں باقی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ

"محمدؐ تم مردوں میں سے کسی ایک کا بھی باپ نہیں ہے۔ بلکہ وہ خدا کا بھیجا ہوا رسول اور خاتم النبین ہے۔

پانچویں دلیل

مرزا صاحب کے ان دعاوی پر نظر دوڑائیے۔ جن کو میں نے قسط سوم میں جمع کر دیا ہے ان میں ایک دعویٰ الوہیت کا بھی ہے۔ یعنی آپ کو خود خدا ہونے کا دعویٰ ہے۔ میں اس دعوے کے متعلق کچھ لکھکر عامتہ المسلمین کی فراست و دانش کی ہتک کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ جیسے کہ میں عرض کر چکا ہوں میری سمجھ کے مطابق قرآن پاک کی تعلیم ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔ کہ استعارۃً وکنایتہً بھی کسی مخلوق کو خالق تسلیم کیا جائے کیا فنا فی اللہ کے بہانہ سے کسی کو اللہ ماننے والے فنا فی الرسول کو رسول خدا مان لیں گے۔ اور اگر ایسا ہو تو خدا اور رسول ہونے کے مدعی صاحبان کی تعداد شائد ہزاروں سے بھی متجاوز ہو جائے۔ پس مرزا صاحب کے دعاوی کو تسلیم کرنے سے مجھے اس لیئے بھی انکار ہے۔ کہ ان کے دعاوی میں الوہیت کا دعویٰ بھی موجود ہے۔

چھٹی دلیل

میرے عقیدہ کے مطابق احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ مرزائی صاحبان بھی حضور ممدوح کی شان میں خاتم النبیین کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مگر مجھے علی وجہ شہادت علم ہے کہ خاتم النبیین کا جو مفہوم عام مسلمانوں کے ذہن میں موجود ہے۔ وہ احمدی جماعت کے مفہوم ذہنی سے کوسوں دور ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں۔ کہ سرور کائنات فداہ امی وابی کے بعد کوئی ظلی بروزی صاحب شریعت یا بغیر شریعت نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ اسکے برعکس احمدی جماعت مرزا صاحب کی نبوت کی قائل ہے۔ اور خود مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ لہذا میرے لیئے تحریک قادیان قابل قبول نہیں۔ مجھے علم ہے کہ مرزا صاحب کے وہ مرید جو لاہوری جماعت کے نام سے معروف ہیں۔ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مدعی نبوت نہ تھے۔ لیکن یہ مسئلہ جداگانہ بحث کا طالب ہے۔ اس موقعہ پر صرف

کہ مرزا صاحب کے معتقدین کی اکثریت غالب ان کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرتی ہے۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ یہ اکثریت خاتم النبیین کے الفاظ کے وہ معنی تسلیم نہیں کرتی۔ جو عام مسلمانوں کے ذہن میں محفوظ ہیں۔ مجھے علم ہے۔ کہ مرزائی صاحبان خاتم النبیین کے متعلق لفظی نزاع اور بحث کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ لیکن میں اس جھگڑے کو غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ اور اس پر بحث کرنا گناہ جانتا ہوں۔ حضرت امام الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ کسی مدعی نبوت سے دلیل یا ثبوت طلب کرنا کفر ہے۔ اسلئے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سائل مفتخر بنی نوع آدم و باعث تخلیق عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد امکان نبوت کو صحیح سمجھتا ہے۔

خاتم النبیین کے الفاظ پر اس لئے بھی بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ حضور کے بعد بعثت انبیاء کے انقطاع کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ آج تک کوئی نبی مبعوث ہی نہیں ہوا۔ اور جن اشخاص نے ایسا دعویٰ کیا۔ وہ بہت کچھ عروج پانے کے بعد ایسے ناکام ہوئے کہ ان کا انجام ختم نبوت کی تو فیق و تائید کیلئے بجائے خود ایک دلیل بن گیا ہے۔

مرزا صاحب کے معاملہ میں خاتم النبیین کے مسئلہ پر بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ مرزا صاحب کے دعاوی متعدد ہیں۔ اور اگر ان کے دوسرے دعاوی اور ان کے اپنے پیش کردہ دلائل نبوت سے ان کی تکذیب ہو جائے تو اس سوال پر بحث کرنا غیر ضروری ہو جاتا ہے کہ حضرت مکی مدنی العربی (فداہ امی) کے بعد کسی نبی کے مبعوث ہونے کا امکان بھی ہے یا نہیں میں مرزا صاحب کے دعاوی کے خلاف خاتم النبیین کے مسئلہ پر بحث کئے بغیر پانچ دلائل پیش کر چکا ہوں۔ اور متعدد مزید دلائل پیش کرنے والا ہوں۔ یہ دلائل انشاء اللہ نا قابل تردید ہیں۔ لہذا میرے لئے یہ ضروری نہیں کہ میں سید المرسلین کے خاتم النبیین ہونے کے مسئلہ پر زیادہ تفصیل سے بحث کروں۔

ساتویں دلیل

ہر پیغمبر کے بعض معتقدین مرتد ہوئے لیکن شاید تاریخ عالم میں مرزا صاحب کے سوا اور کوئی

ایسی مثال موجود نہیں۔ جس میں کسی نبی کے دعوئی نبوت کے متعلق اختلاف ہوا ہو۔ مرزا صاحب وہ واحد مدعی نبوت ہیں۔ جن کے ادعائے نبوت کے متعلق خود ان کے معتقدین میں اختلاف ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کے مریدوں کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ کا نام احمدی جماعت لاہور ہے۔ اور دوسرا گروہ قادیانی کہلا رہا ہے۔ لاہوری جماعت کے عقائد کی فہرست اس جماعت کے امیر مولانا محمد علی کی تصنیف "تحریک احمدیت" کے آخری صفحہ پر موجود ہے۔ اس میں عقیدہ ۲ کے الفاظ ہیں :-

"ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ (یعنی مرزا صاحب قادیان) جو لکھتے ہیں۔ کہ" اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہو گئی۔ ہم نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں"

اسی جماعت کے عقیدہ ۷ میں لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے فرمایا۔ کہ :-

"میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔

برعکس ازیں جماعت قادیان کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعوئی نبوت سے انکار کرنے والا کافر ہے۔ میں ان دو جماعتوں کے اختلاف کی وجہ سے یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں کہ مرزا صاحب متضاد باتیں فرما گئے۔ لہذا ان کی تحریک پر ایمان لانا خارج از بحث ہے۔ انکے تضاد پر انشاء اللہ تعالیٰ جداگانہ بحث بھی ہو گی۔

قسط ششم

تحریک قادیان پر مجھے سب سے بڑا اعتراض یہ ہے۔ کہ اس کو ایک نبی کی تحریک مانا جاتا ہے اور جیسے کہ میں آگے چل کر ثابت کروں گا۔ مرزا صاحب نے ادعائے نبوت کا ایک ایسا دروازہ کھول دیا

ہے۔ جو کبھی بند ہوتا نظر ہی نہیں آتا۔ پس مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری

آٹھویں دلیل

یہ ہے کہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ اور خدائے اسلام نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا ہے اسلئے کہ اس نے پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو ایک کامل دین دیا۔ اور اس دین کو ایک کتاب میں منضبط کر کے فرما دیا۔ کہ ہم نے اسے (قرآن کو) نازل کیا۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں حضور امی لقب (فداہ روحی) کے بعد اگر کوئی نبی آئے تو کیوں؟ اس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ نبی آئے گا۔

۱۔ اسلام کی تنسیخ کے لئے
۲۔ اسلام کی تردید کے لئے
۳۔ اسلام کی تکمیل کے لئے
۴۔ اسلام کی تشریح کے لئے
۵۔ اسلام کی تفسیر کے لئے
۶۔ اسلام کی تصحیح کے لئے
۷۔ اسلام کی تجدید کے لئے

میں ادب سے عرض کروں گا۔ کہ اسلام کی تردید تنسیخ و تکمیل یا تجدید تو خارج از امکان ہے۔ اور نہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہی یہ ہے۔ کہ وہ ان اغراض سے آئے۔ لہذا ان پر بحث کرنا فضول ہے۔ قرآن اور اسلام مرادف ہیں۔ لہذا اسلام یا قرآن کی تشریح اور تفسیر کرنے والوں کو اگر پیغمبر مان لیا جائے تو شائد ایسے پیغمبروں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اور ابھی کروڑوں مفسر اور شارح انشاءاللہ تعالے پیدا ہو کر رہیں گے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ اسلام کو کسی جدید نبی کی ضرورت ہی نہیں لہذا مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت ایک ایسا دعویٰ ہے جسکو کوئی سلیم العقل مسلمان تسلیم نہیں کر سکتا۔

اگرچہ میں اس بات کا ذمہ وار نہیں کہ یہ ثابت کروں کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے یا نہیں لیکن

چونکہ امکان ہے کہ جماعت لاہور میری تحریر کے جواب میں کچھ لکھے۔ اور اس جماعت کو یقیناً میرے دلائل کی مخالفت میں قلم اٹھانے کا حق حاصل ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اس مسئلہ کو بھی واضح کر دیا جائے۔ ورنہ اس جماعت کے لوگ اتنا لکھ کر تمام ذمہ واری سے سبکدوش ہو جائینگے کہ (سید) حبیب کا تمام استدلال ہی غلط ہے۔ اسلئے کہ اس نے مرزا صاحب کو مدعی نبوت مان کر بحث کی ہے۔ اور مرزا صاحب سرے سے اس بات کے دعویدار ہی نہ تھے۔ کہ وہ نبی ہیں۔

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ اور پھر کہتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور ان کے معتقدین میں انکی بعثت کے مقصد کے متعلق اختلاف ہے لہذا یہ کام بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ کہ انسان مرزا صاحب کے مقاصد بعثت کے متعلق ان کے مریدوں کے دو گروہوں میں کس گروہ کے استدلال کو صحیح تسلیم کرے۔ اندریں حالات میں صرف اس بات پر اکتفا کرتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب کے ادعائے نبوت و انکار دعویٰ نبوت کے متعلق دونوں قسم کے اقوال جمع کر دوں۔ اس کے بعد یہ فرض احمدی جماعت لاہور اور مرزائی احباب قادیان پر عائد ہوگا۔ کہ وہ اپنے رہنما کے دعویٰ کے متعلق قلم اٹھا کر مقاصد بعثت میں جو تضاد ہے۔ اس کی تاویل کریں۔ جو اصحاب اس بات کے قائل ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے مدعی ہونے کا دعوے نہیں کیا۔ وہ ان کے دعاوی نبوت کی تردید میں دلائل پیش کریں۔ اور جو اصحاب ان کے دعویٰ نبوت کے قائل ہوں۔ وہ ان کے انکار کی مدلل تاویل پیش کر کے ممنون فرمائیں۔

مجھے اتنا اور عرض کرنے دیجئے۔ کہ مرزا صاحب کے جو مرید اس بات کے قائل ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ ان کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے۔ چنانچہ اس خیال کے مؤید حضرات کے سردار مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اپنی کتاب تحریک احمدیت کے صفحہ ۳۰ پر اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ :۔

"چنانچہ اسی (یعنی مرزا صاحب مدعی نبوت تھے یا نہیں) بناء پر مارچ ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ کے دو گروہ ہو گئے۔ فریق اول یعنی اس فریق کا جو مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے۔ اور

آنحضرت صلعم کے بعد دروازہ نبوت کو کھلا مانتا ہے۔ ہیڈ کوارٹر قادیان رہا۔ اور دوسرے فریق نے اپنا ہیڈ کوارٹر لاہور میں قائم کیا۔ فریق قادیان کی قیادت اس وقت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ اور فریق لاہور کی مصنف کتاب ہذا کے ہاتھ میں اور اب یہ دونوں جماعتیں اپنے اپنے طور پر الگ الگ کام کر رہی ہیں۔ اور گو بلحاظ تعداد کثرت فریق قادیان کو حاصل ہے۔ لیکن اثر اور رسوخ کے لحاظ سے عام مسلمانوں میں فریق لاہور غالب ہے۔"

ظاہر ہے کہ مسلمان جب مرزا صاحب کے متعلق یہ فیصلہ کرنے بیٹھیں گے کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے یا نہیں تو وہ اکثریت کے قول کو اپنے لیے دلیل تسلیم کریں گے۔ اور اقلیت کے معتقدات کو رد کرنے پر مجبور ہوں گے۔

قبل ازیں کہ میں مرزا صاحب کے اقوال سے یہ واضح کرنے کی کوشش کروں کہ وہ مدعی نبوت تھے۔ میں ان کے ادعائے نبوت سے انکار کرنے والوں کے سردار مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے کی ذاتی تحریروں سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ خود اس بات کے قائل رہ چکے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نبی تھے۔ مولوی صاحب اپنے ان اقوال کا مطالعہ کریں۔ اور پھر بتائیں کہ انکے خیالات میں جو تبدیلی ہوئی وہ کب اور کیونکر پیدا ہوئی۔ آپ کے محولہ بالا اقوال درج ذیل ہیں:۔

"سلسلہ احمدیہ اسلام کے ساتھ وہی تعلق رکھتا ہے۔ جو عیسائیت کو یہودیت کے ساتھ تھا۔ (ریویو جلد ۵ صفحہ ۱۶۳) دنیا میں جتنے بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں۔ وہ سب آخری زمانہ میں ایک مصلح۔ شفیع۔ مہدی یا مسیح کی آمد کے منتظر ہیں۔ اس انتظار کی بنا ان پیشگوئیوں پر ہے۔ جو خود بانی مذہب کے منہ سے نکلی ہوئی ہیں۔ یہ تمام پیشگوئیاں اس امر میں متفق ہیں۔ کہ پیغمبر آخرالزمان کا نزول ایسے زمانہ میں ہوگا۔ جب کہ دنیا پرستی اور طرح طرح کے مفاسد کی افواج ایسے زور و شور سے جمع ہو جائیں گی۔ جس کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں نہ گذری ہو۔ اور ہر ایک مذہب بیان

کرتا ہے۔ کہ موعود پیغمبر کے نزول کے ساتھ نیکی اور بدی اور خدا پرستی اور دنیا پرستی کے درمیان اس وقت ایک سخت خطرناک جنگ ہوگا۔ اور آخر کار حق پرستی اور راستی کی افواج فتح پائینگی (ریویو جلد ۶ صفحہ ۸۱)

چونکہ فتنہ ہر چہار اکناف میں پھیل چکا ہے۔ اسلیئے یہی وہ آخری زمانہ ہے۔ جس میں موعود نبی کا نزول مقدر تھا" (ریویو جلد ۶ صفحہ ۸۳)

"آیۃ کریمہ میں جن لوگوں کے درمیان اس فارسی الاصل نبی کی بعثت لکھی ہے آخرین کہا گیا ہے۔ اور یہی وہ لفظ ہے۔ جو بجنسہ یا جس کے مترادف الفاظ ان تمام پیشگوئیوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ جو مسیح موعود کے متعلق ہیں"۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۹۶)

"پیشگوئی کے بیان میں اوپر یہ ذکر آچکا ہے کہ نبی آخر الزمان کا ایک نام رجل من ابناء فارس بھی ہے"۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۹)

"ان ابتدائی اور خارجی امور کے فیصلہ سے اب ہم اس حالت میں ہو گئے ہیں۔ کہ اس نبی آخر الزمان کی تصدیق کو سمجھنے کیلئے اندرونی شہادت پر غور کریں"۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۹۹)

"قرآن شریف اور حدیث نبوی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی دو بعثتیں یاد و ظہور ہیں۔ اور آپ کے دونا موں محمدؐ اور احمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انہی دو بعثتوں کیطرف اشارہ ہے"۔ (ریویو جلد ۸ صفحہ ۱۸۴)

"جب ہم کسی شخص کو مدعی نبوت کہیں گے۔ تو اس سے مراد یہ ہوگی۔ کہ وہ صرف نبوت کا مدعی ہے یا بالفاظ دیگر کامل نبوت کا مدعی ہے"۔ (النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۲۸۸)

"قرآن شریف نے جو امتیازی نشان سچے اور جھوٹے کے درمیان قائم کیا ہے۔ اس کی رو سے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کو پرکھو۔ مجھے تعجب آتا ہے۔ کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں۔ مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے۔ کہ ایک مدعی نبوت میں کسی امتیازی نشان کا پایا جانا ضروری ہے"۔ (ریویو جلد ۴ صفحہ ۲۶۴)

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کی صداقت کو پرکھنے کیلئے منہاج نبوت

پر اگر کوئی شخص چلے۔ تو ایک لمحہ کیلئے بھی اس کے دل میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ گذشتہ مذہبی تاریخ پر نظر ڈال کر غور کرو۔ کہ جن لوگوں نے کسی مدعی نبوت کو قبول کیا۔ اور جنہوں نے انکار کیا ان کا انکار کس بناء پر تھا" (ریویو جلد ۶ صفحہ ۲۷۴)

"ہر ایک نبی نے جو خدا کی طرف سے آیا ہے۔ دو باتوں پر زور دیا ہے۔ اول یہ کہ لوگ خدا پر ایمان لاویں۔ اور دوسرا یہ کہ اس کی نبوت کو اور اس کے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کریں۔ ان میں اول الذکر امر تو اس کے مشن کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ اور ثانی الذکر کا تسلیم کرنا اس واسطے ضروری ہوتا ہے۔ کہ وہ اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا پر زندہ ایمان بغیر نبی کے ماننے کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ جس طرح آج نادان معترض اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپکو نعوذ باللہ خدا کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ آپ نے اپنے آپکو نعوذ باللہ خدا کے برابر بنانا چاہا۔ بعینہ اسی قدیم سنت الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو بھی مبعوث فرمایا ہے۔" (ریویو جلد ۴ صفحہ ۴۶۶)

"باقی رہا یہ امر کہ اس دعویٰ میں کہاں تک یہ سلسلہ سچا ہے۔ سو اس کو اسی طریق پر پرکھو جس طریق پر انبیاء سابقین کے نشانات کو پرکھتے ہیں۔ اور کوئی ایسا مطالبہ نہ کرو۔ جو پہلے انبیاء سے کفار نے کیا۔ پہلے انبیاء سے خدا کی کیا سنت رہی۔ اب بھی وہ اسی سنت کے مطابق کام کر رہا ہے یا نہیں"۔ (ریویو جلد ۴ صفحہ ۴۶۹)

لیکن اسی پر اکتفا نہیں۔ ایسے حوالے بیسیوں دیئے جا سکتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں:۔

"تمام انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں ہم یہ نظارہ دیکھتے ہیں۔ کہ نبی کو اس کے دعویٰ کے وقت تک ایک بڑا راستباز اور برگزیدہ انسان عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور کوئی شخص نہیں ہوتا۔ کہ اس پر کچھ بھی عیب لگا سکے۔ لیکن دعویٰ کے بعد اس قدر الزام نبی پر لگائے جاتے ہیں کہ ان کی کوئی حد نہیں رہتی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فقد لبثت فیکم عمراً

من قبلہ افلا تعقلون۔ پس جس طرح قرآن شریف نے کفار کو ملزم کہا۔ اسی طرح آج وہ لوگ بھی ملزم ٹھہرتے ہیں۔ جو جانتے ہیں۔ اور اگر جانتے نہیں تو تحقیق کر سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی قبل از دعویٰ مسیحیت ایک بالکل بے لوث اور اعلےٰ درجہ کی راستبازی کی زندگی تھی اور عجیب تر یہ کہ آپ کے الہامات میں بعینہ وہی عبارت پائی جاتی ہے۔ جو وحی قرآنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ الہام کے یہ لفظ ہیں:۔

فلقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون

اب کوئی خدارا غور کرے کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی قبل از دعویٰ مسیحیت بعینہ اسی قسم کی بے لوث زندگی ہے یا نہیں۔ جیسے انبیاء کی ہوتی ہے۔" (ریویو جلد ۵ صفحہ ۲۳)

"افسوس مسلمانوں پر جو حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں اندھے ہو کر انہی اعتراضوں کو دوہرا رہے ہیں۔ جو عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کرتے ہیں۔ بعینہ اسی طرح جس طرح عیسائی آنحضرت کی مخالفت میں اندھے ہو کر ان اعتراضوں کو مضبوط کر رہے ہیں۔ اور دوہرا رہے ہیں۔ جو یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کرتے تھے۔ سچے نبی کا یہی ایک بڑا بھاری نشان ہے کہ جو اعتراض اس پر کیا جاوے گا۔ وہ سارے نبیوں میں پڑے گا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جو شخص ایسے مامور من اللہ کو رد کرتا ہے۔ وہ گویا کل سلسلہ نبوت کو رد کرتا ہے۔" (ریویو جلد ۵ صفحہ ۳۱۸)

"یا آخری زمانہ میں ایک اوتار کے ظہور کے متعلق جو وعدہ انہیں دیا گیا۔ وہ خدا کی طرف سے تھا۔ اور انکو ہندوستان کے مقدس نبی میرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں پورا کر دکھایا۔" (ریویو جلد ۳ صفحہ ۱۱)

"حضرت مسیح کے وقت کے یہودی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کے یہودی اور عیسائی بھی تو اپنے آپ کو ایماندار ہی ظاہر کرتے تھے۔ لیکن ان لوگوں کا ایمان اس زمانہ کی طرح مردہ ہو چکا تھا۔ ایسے وقتوں میں اللہ تعالےٰ اور نبی بھیجکر از سر نو آسمانی نشان دکھاتا رہا۔ اور اخیر پر طالبان حق کو ہم یہ خوشخبری سناتے ہیں۔ کہ ایسا ایک نشان نما اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں مبعوث فرمایا ہے۔ جیسا کہ اس کا قدیم سے وعدہ تھا۔ ہاں اس کے پیچھے لگ کر جو دنیا میں

مسیح موعود ہو کر ظاہر ہوا ہے۔ہم اس کامل اور یقینی ایمان کو پھر حاصل کر سکتے ہیں۔پس ہمارا آخری جواب اس سوال کا کہ آیا ہم ایمان رکھتے ہیں! یہ ہے کہ ہم اسی وقت ایمان کا دعویٰ کر سکتے ہیں جبکہ ہم آسمانی نشانوں کو دیکھ کر جو اللہ تعالےٰ نے اپنے مامور کی وساطت سے اس زمانہ میں ظاہر فرمائے ہیں۔خدا تعالےٰ کی ہستی پر کامل یقین رکھتے ہوں۔اگر یہ نہیں۔تو پھر ہمارا ایمان ہمارے منہ کی بات ہے۔جو محض لاف ہی لاف ہے۔اور جس کی اصلیت کچھ نہیں" (ریویو جلد ۳ صا۱۱)

"فارسی الاصل (رجل من ابناء فارس) کے متعلق جو پیشگوئی وارد ہوئی ہے۔اس کی جڑ قرآن شریف میں ہے۔چنانچہ سورۃ الجمعہ میں آیا ہے۔ھوالذی بعث تا العزیز الحکیم ترجمہ:۔خدا تو وہ ہے کہ جس نے امی لوگوں میں سے یہ رسول مبعوث کیا۔کہ انہیں اس کی آیات سنائے۔اور انہیں پاک بنائے۔اور کتاب وحکمت کی انہیں تعلیم دے۔گو وہ پہلے عیاں طور پر غلطی میں پڑے ہوئے تھے۔اور نیز آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی۔جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئی۔وہ قوم بھی انہی لوگوں کے ہمرنگ ہوگی۔اور ان میں بھی اسی طرح نبی مبعوث ہوگا۔جو انہیں خدا کی آیات سنائے گا۔اور انہیں پاک بنائے گا۔اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیگا۔ اور خدا غالب اور حکمت والا ہے"۔ (ریویو جلد ۶ صـ۹۶)

"ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں۔کہ ہم اللہ تعالےٰ کو ایک اور یگانہ یقین کرتے ہیں۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور قرآن کریم کو خاتم الکتب دل سے مانتے ہیں۔اور فرشتوں حشر و نشر قیامت اور مسئلہ تقدیر پر ہمارا ایمان ہے۔ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادمین الاولین میں سے ہیں۔ہمارے ہاتھوں حضرت اقدس ہم سے رخصت ہوئے۔ہمارا ایمان ہے۔کہ حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے۔اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے۔اور آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں۔اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضل تعالےٰ نہیں چھوڑ سکتے"۔ (پیغام جلد ۱ نمبر ۲۵ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۱۳ء)

"معلوم ہوا ہے۔ کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈالا ہے۔ کہ اخبار ہذا پیغام صلح کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا وہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت میں اخبار پیغام صلح سے تعلق ہے (یعنی جناب مولوی محمدؐ علی صاحب جناب خواجہ کمال الدین صاحب۔ جناب مولانا غلام حسن صاحب پشاوری۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب وغیرہ) خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں اور جو درجہ حضرت نے اپنا بیان فرمایا ہے۔ اس سے کم و بیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ اب دنیا کی نجات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے بغیر نہیں ہو سکتی۔" (پیغام صلح جلد انمبر ۳۴ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

قسط ہفتم

مولوی محمد علی صاحب کے معتقدات کے متعلق بحث کو ختم کرنے سے پیشتر میں ایک اور حقیقت کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا اس حقیقت تلخ سے آگاہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کے مرید عام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ مولوی محمدؐ علی صاحب کو تسلیم ہے۔ کہ تکفیر اسی صورت میں ممکن ہے کہ مرزا صاحب کو نبی مانا جائے اور اس کا اظہار یوں ہوتا ہے۔ کہ عام مسلمانوں کو کافر جاننے والے مرزائی ان کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے چنانچہ اپنی کتاب تحریک احمدیت کے صفحہ ۲۹ پر مولوی محمدؐ علی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"بالآخر حضرت مولوی (نور الدین) صاحب کے انتقال کے بعد جماعت احمدیہ کے دو فریق

ہو گئے۔ ایک فریق کا عقیدہ یہ رہا کہ جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی۔ خواہ وہ انہیں مسلمان ہی نہیں مجدد اور مسیح موعود بھی مانتے ہوں۔ اور خواہ وہ انکے نام سے بھی بے خبر ہوں وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور دوسرے فریق کا عقیدہ یہ رہا۔ کہ ہر کلمہ گو خواہ وہ اسلام کے کسی فرقہ سے بھی تعلق رکھتا ہو مسلمان ہے اور کوئی شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ جب تک وہ خود رسول اللہ صلعم کی رسالت کا انکار نہ کرے۔ مسئلہ نبوت مسیح موعود جو آج کل فریقین کے درمیان اختلاف کا اہم مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ درحقیقت اسی مسئلہ تکفیر سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ

تکفیر بغیر اس کے صحیح نہ ہو سکتی تھی کہ حضرت مرزا صاحب کو منصب نبوت پر کھڑا کیا جائے۔"

جلی الفاظ کو بغور ملاحظہ فرمائیے۔ مولوی محمد علی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی تکفیر صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ مرزا صاحب کو نبی مانا جائے۔ اور تکفیر کی علامت یہ ہے۔ کہ ایسے مسلمانوں کے پیچھے نماز ادا نہ کی جائے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے پچھلے دنوں اپنی جماعت کے عقائد کے متعلق ایک اعلان لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ ہم مکفر مسلمانوں کے سوا سب کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں۔ میں ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کی جماعت کے آدمی کسی غیر احمدی مسلمان کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے۔ میں خود اس غلط فہمی میں مبتلا تھا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کی جماعت کے ارکان مسلمانوں کو کافر نہیں جانتے۔ اور وہ مسلمانوں کے پیچھے نماز ادا کر لیتے ہیں۔ اسلئے میں نے تین مختلف مواقع پر مولوی صاحب کے پیچھے نماز ادا کی۔ لیکن ایک دفعہ جب یہ بحث چھڑی۔ تو مولوی صاحب نے کہا کہ ہم تو سید صاحب (حبیب) کے پیچھے نماز پڑھنے پر تیار ہیں۔ لیکن پھر خود ہی فرمایا کہ ہم سمجھ لیتے کہ ایک نماز نہیں ہوئی۔ اس ایک فقرہ نے وہ کام کیا جو ہزاروں دلیلیں اور لاکھوں تحریریں نہ کر سکتیں۔ میری آنکھوں کے سامنے سے ایک پردہ ہٹ گیا۔ میں نے تینوں نمازیں

دہرائیں اور توبہ کی۔ (مولانا محمد علی صاحب نے میرے اس بیان کو سیاست میں پڑھ کر جواب دینے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ ناکام رہے۔ مصنف)

مولوی محمد علی صاحب کی جماعت کے عام مسلمانوں کو کافر سمجھنے کا دوسرا ثبوت یہ ہے۔ کہ اگر احمدی جماعت لاہور کے احباب غیر مرزائی مسلمانوں کو کافر نہ جانتے تو جداگانہ نماز کا بندوبست ہی نہ کرتے۔ بلکہ ہم انہیں ہر روز دوسرے مسلمانوں کی طرح مختلف مساجد میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے۔ علی الخصوص عیدین اور نماز جمعہ یہ شاہی مسجد میں ادا کرتے لیکن صورت واقعہ یہ ہے کہ ان کی علیحدہ مسجد موجود ہے۔ اور یہ اسی میں نماز ادا کرتے ہیں۔

دنیا میں عدالت گستری کا اصول اول یہ ہے۔ کہ کسی شخص کو بلا ثبوت جرم مجرم تسلیم نہ کیا جائے۔ لیکن جماعت احمدیہ لاہور کا اصول اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ وہ ہر مسلمان کو بلا ثبوت مرزائیوں کی تکفیر کا مجرم قرار دیکر اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں۔ حالانکہ مناسب یہ تھا کہ وہ ہر مسلمان کو تکفیر احمدیت سے بری سمجھ کر اسکے پیچھے نماز ادا کرتے۔ اور جس کو اس جرم کا مجرم مسلم الثبوت جان لیتے۔ اسکی قیادت میں نماز ادا کرنے سے انکار کرنے میں حق بجانب ہوتے۔

چونکہ میں احمدی جماعت لاہور کے متعلق اس سلسلہ میں اور کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا اس موقعہ پر دو باتیں سپرد قلم کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

اوّل ۔ یہ کہ مرزا صاحب کے دعاوی کا حلقہ دعوئی نبوت تک محدود نہیں۔ لہٰذا احمدی جماعت لاہور کے ارباب حل وعقد کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو یہ بتائیں۔ کہ مرزا صاحب نے خدا۔ فرزند خدا۔ کرشن۔ کلغی والا وغیرہ کے نام سے جو جو دعاوی کئے ہیں۔ ان کے متعلق اس جماعت کا عقیدہ کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر مرزا صاحب کے گوناگوں دعاوی میں سے ایک کا بطلان بھی ہو جائے تو ان کو محدث یا بروزی نبی ماننے کا حق بھی باطل ہو جاتا ہے۔

دوم ۔ یہ کہ میں ذاتی طور پر مولانا محمد علی کی قابلیت۔ شرافت۔ دوست نوازی۔ اخلاق اور محبت و مروت کا قائل ہوں۔ ان کی جماعت کے بعض درخشندہ ارکان سے میرا گہرا تعلق ہے۔ اور میں

ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اور ان سے کہیں زیادہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کا مرہون منت ہوں۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے میرے خاندان کے ایک ایک فرد کی بہ حیثیت معالج بلا فیس اس قدر خدمت کی ہے کہ اس کا معاوضہ ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔ بارہا انہوں نے دوا بھی اپنے پاس سے عطا کی ہے۔ اور میرے لئے سوائے ازیں چارہ نہیں کہ میں ان کے لئے دعائے خیر کرتا رہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے ایسے سیاسی آدمی کو مذہبی بحث میں کود کر ان کی جماعت کے معتقدات پر لے دے کرنا پڑی۔ لیکن عقائد کے معاملہ میں مداھنت کو دخل نہیں۔ لہذا میں مجبور ہوں کہ اپنی صحیح رائے سپرد قلم کروں۔ خدا کرے کہ میری تحریر میرے ان کرم فرما کے لئے باعث ہدایت بن جائے جس سے مجھے بے انتہا مسرت حاصل ہوگی۔

اب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا۔ کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

اخبار بدر مجریہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب نے خود لکھا۔ کہ

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں"۔

پھر آپ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۵ حاشیہ پر فرماتے ہیں :۔

"میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت ایک وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونیکا دعویٰ تھا"

اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ :۔

"غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیا ابدال۔ اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی"۔

تجلیات الٰہیہ کے صفحہ ۲۶ پر ارشاد ہوتا ہے :۔

"میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں۔ جس پر خدا کا کلام حقیقی و قطعی بہ کثرت نازل ہو۔

جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے۔"

۱۹ ر اپریل ۱۹۰۸ء کو بدر میں مرزا صاحب کی ڈائری شائع ہوئی۔ جس میں تحریر ہوا۔ کہ:۔

"ہمارے نبی ہونے کے وہی نشانات ہیں۔ جو توریت میں مذکور ہیں۔ میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں پہلے بھی کئی نبی گذرے ہیں جنہیں تم لوگ سچے مانتے ہو۔"

۱۹۰۸ء ۵ ر مارچ کے بدر میں مرزا صاحب کی ڈائری شائع ہوئی۔ اسمیں آپ لکھتے ہیں:۔

"ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔ جو صاحب کتاب ہو۔ دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان میں ڈرنا نہیں چاہئے۔ اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ در اصل یہ نزاع لفظی ہے۔ خدائے تعالےٰ جس کے ساتھ مکالمہ و مخاطبہ کرے جو بلحاظ کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو۔ اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں۔ اسے نبی کہتے ہیں۔ اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔"

اسی ڈائری میں آگے چل کر آپ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اسی لئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کو پہچاننے میں کسی قسم کا اخفا نہ رکھنا چاہئے"

اخبار عام مجریہ ۲۳ ر مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب کا آخری مکتوب شائع ہوا تھا۔ اس میں آپ نے لکھا۔ کہ:۔

"میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک کہ دنیا سے گذر جاؤں۔"

دافع البلاء کے صفحہ دس پر ارشاد ہوتا ہے:۔

"تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ بہر حال جب تک طاعون دنیا میں رہے۔ گو ستر برس تک رہے۔ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

اسی دافع البلاء کے صفحہ گیارہ پر لکھتے ہیں :-

"سچا خدا وہی ہے۔جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا"۔

البشریٰ جلد دوم صفحہ ۵۶ پر قرآن پاک کی ایک آیت انکی شان میں درج ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے :-

"کہہ دے اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ تعالےٰ کی جانب سے رسول ہو کر آیا ہوں"۔

حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۰۷ پر قرآن پاک کی ایک آیت کو اپنے الہام کی صورت میں پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

(اے مرزا) تو بے شک رسولوں میں سے ہے۔

غرض مرزا صاحب کے ادعائے نبوت کے ثبوت میں متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن مجھے اختصار مدنظر ہے۔لہذا امثلۂ بالا پر اکتفا کرتا ہوں۔

لیکن مرزا صاحب نے اس دعویٰ کو اس خیال سے کہ مسلمان اس دعویٰ کو سنتے ہی آن ہے اغماز کرینگے۔بھول بھلیاں بنا دیا۔

قسط ۸

مرزا صاحب کے اپنے ادعائے نبوت کو بھول بھلیاں بنانے کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ لیکن میں ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔آپ نے ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کو ایک اشتہار دیا تھا۔جو ہو بہو درج ذیل ہے :-

ایک غلطی کا ازالہ

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے۔وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں۔جو واقعہ کے سراسر خلاف ہوتا ہے۔اس لیے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی

پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض ہوا۔ کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونیکا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ میں دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں۔ اور براہین احمدیہ میں بھی جسکو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں ایک وحی اللہ ہے۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ۔ دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کرکے پکارا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے۔ جری اللہ فی حلل الانبیاء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلول میں دیکھو۔ براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴۔ پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار رحماء بینھم اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ پھر یہ وحی اللہ ہے۔ جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے "دنیا میں ایک نذیر آیا۔" اسکی دوسری قرأت یہ ہے۔ کہ دنیا میں ایک نبی آیا"۔ اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔ سو اگر یہ کہا جائے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم النبیین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آسکتا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں۔ اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں۔ بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے۔ اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔ لیکن ہم اس قسم کے عقائد کے سخت مخالف ہیں۔ اور ہم اس آیت پر سچا اور

کامل ایمان رکھتے ہیں۔ جو فرمایا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جسکی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک، بند کر دیئے گئے۔ اور ممکن نہیں۔ کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنافی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے۔ اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اسلیئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں۔ بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے۔ اور نہ اپنے لیئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔ اسلئے اسکا نام آسمان پر محمد و احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ محمدؐ کی نبوت آخر۔ - - محمد کو ہی ملی۔ گو بروزی طور پر۔ مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ لیس محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ولا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسطہ۔ غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے۔ نہ میرے نفس کے رو سے۔ اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا۔ لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔ لیکن عیسیٰ کے اترنے سے ضرور فرق آئیگا اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔ اور

مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اثر سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہرحال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا۔ نہ اور کوئی۔ یعنی جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں۔ تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعوی کیا۔ غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی ہے۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں۔ اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔ اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ۔ اور انبیاء کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہے۔ لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے۔ جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں۔ وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے۔ اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں ہے۔ بلکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان۔ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء)

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے نبوت کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک بلا واسطہ دوم بالواسطہ۔ اور اپنے لئے فرمایا۔ کہ میں بواسطہ نبوت محمدیہ نبی ہوں۔ مطلب یہ کہ میری نبوت کا ذریعہ پہلے نبیوں کے

ذریعہ سے الگ ہے۔ مگر مقصود میں سب برابر ہیں۔ چنانچہ اسی مضمون کو دوسری جگہ یوں فرماتے ہیں:۔

"ایک اور نادانی یہ ہے۔ کہ میرے مخالف جاہل لوگوں کو بھڑکانے کیلئے کہتے ہیں۔ کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں۔ اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اسقدر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ ومخاطبہ پاتا ہوں"۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

اس قسم کے بہت سے حوالجات ہیں۔ جن میں مرزا صاحب نے نبوت کا صاف صاف دعویٰ کیا ہے۔ مگر بواسطہ نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ۔ لیکن آپ بدحصول نبوت دوسرے نبیوں سے کسی طرح کم نہیں رہے۔

قسط نہم

غرض ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ کہ مرزا صاحب نے بعض مقامات پر اپنی نبوت کا اعلان نہایت واضح غیر مشکوک اور پرزور الفاظ میں کیا ہے۔ لیکن دوسری تحریروں میں اس کو مشکوک بنادیا ہے۔ واضح اور بھول بھلیاں اعلان نبوت ہر دو قسم کی مثالیں پیش کرچکا ہوں۔ لیکن اب مجھے یہ گوار فرض ادا کرنا ہے۔ کہ میں یہ بتاؤں کہ مرزا صاحب نے نبی ہونے سے بالکل انکار بھی کیا ہے چونکہ احمدی جماعت لاہور ان کے ادعائے نبوت سے انکاری ہے۔ لہذا یہ فرض برادران قادیان پر عائد ہوتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کے اقوال میں جو تضاد ہے۔ اسکی توضیح کریں۔ ورنہ یہ اقرار و انکار نبوت بجائے خود مرزا صاحب کے دعاوی کو باطل ٹھہراتا ہے۔ اور مرزا صاحب کے دعویٰ کو صحیح تسلیم کرنے سے میرے انکار کی

نویں دلیل

یہ ہے کہ وہ نبوت کے مدعی بھی ہیں۔ اور اس سے انکار بھی کرتے ہیں۔ ادعائے نبوت سے

آپ کے انکار کا ثبوت ملاحظہ فرمائیے :۔

۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب نے ایک اعلان شائع کیا تھا جس میں آپ نے لکھا۔ کہ :۔

"اس عاجز نے سنا ہے۔ کہ اس شہر کے بعض اکابر علما میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں۔ کہ یہ شخص نبوت کا مدعی۔ ملائکہ کا منکر، بہشت و دوزخ کا انکاری۔ اور ایسا ہی وجود جبریل لیلتہ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے لہٰذا میں بغرض اظہار الحق عام وخاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں۔ کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلتہ القدر سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں۔ جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں۔ جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے۔ کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی۔ اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم۔ اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے۔ اور خداوند علیم و سمیع اول الشاہدین ہے۔ کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں۔ جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔"

ایسا ہی آپ نے اپنی تقریر مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں جو جامع مسجد دہلی میں ہوئی اور جو تقریر واجب الاعلان کے نام سے شائع ہوئی۔ فرمایا (ملاحظہ ہو دین الحق صفحہ ۹)

"دوسرے الزامات جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں۔ کہ یہ شخص لیلتہ القدر کا منکر ہے۔ اور معجزات کا انکاری۔ اور معراج کا منکر۔ اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا انکاری ہے۔ یہ سارے الزامات دروغ اور باطل محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اور میری کتاب توضیح المرام اور ازالہ اوہام سے جو ایسے اعتراض نکالے گئے ہیں۔ یہ نکتہ چینوں کی سراسر غلطی ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے

سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو۔ اس کو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں۔"

پھر اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۲۱ میں تحریر کیا کہ:۔

سوال۔ رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

اما الجواب۔ نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو خدائے تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس حالت میں رویائے صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کیگئی ہے۔ جس کیلئے صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے۔ اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا؟

پھر ۱۸۹۲ء میں آپ میں اور مولوی عبدالحکیم صاحب میں ایک مباحثہ بمقام لاہور ہوا۔ دوران مباحثہ میں جب مولوی عبدالحکیم نے یہ اعتراض کیا۔ کہ آپ دعویٰ نبوت کرتے ہیں۔ تو آپ نے ذیل کی تحریر دی جس پر ۳ فروری ۱۸۹۲ء تاریخ ہے۔ اور آٹھ گواہوں کے دستخط ہیں اور اس تحریر کو آپ کی طرف سے ایک اقرار نامہ تسلیم کرکے بحث کا خاتمہ کر دیا گیا۔ میں اس کے صرف چند فقرات یہاں نقل کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں۔ کہ

"جس حالت میں ابتداء سے میری نیت ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ جل شانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جس کے معنی آنحضرت صلعم نے مکلم مراد لئے ہیں۔ تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اسکو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔"

نہ صرف آپ نے بار بار دعویٰ نبوت سے انکار کیا۔ بلکہ صاف طور پر یہ بھی بتادیا کہ آپ نے لفظ نبی کا استعمال محدث کیلئے جو آپ کا دعویٰ ہے۔ صرف بطور مجاز کیا ہے۔ ایسے حوالہ جات سے آپ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ میں صرف تین چار حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں۔

"آنیوالا مسیح محدث ہونیکی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے"۔ (ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۳۴۹)

"محدثیت کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے۔ تو کیا اس سے دعویٰ نبوت لازم آگیا"۔

(ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۴۲۲)

"مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے۔ کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے"۔ (سراج منیر مطبوعہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۳)

"اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسے بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں"۔ (حاشیہ انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۸ء صفحہ ۲۷)

"اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔ کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے۔ یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے"۔ (حاشیہ اربعین ۳ مطبوعہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۲۵) (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۴)

"اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں بلکہ فصیح استعارہ ہے"۔ (حاشیہ ضمیمہ گولڑویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۴)

"سمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ"۔ (استفتا ضمیمہ حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۹۰۷ء صفحہ ۶۵)

چند اور ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔ (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۲۴)

"میں سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت

اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔" (اشتہار ۲ ر اکتوبر ۱۸۹۱ء)

"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو۔ اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (تقریر واجب الاعلام بمقام دہلی)

"مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹)

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اور کیا وہ شخص جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد رسول اور نبی ہوں" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷)

چند اور حوالے بھی دیکھ لیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۴)

"ابتدائے میری نیت میں اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت صلعم نے مکلم مراد لئے ہیں۔" (مجموعہ اشتہارات حصہ اول صفحہ ۹۸)

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں۔ کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا۔ ہاں محدث آئیں گے۔ جو اللہ جل شانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔" (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

"میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں۔ تاکہ دین مصطفےٰ کی تجدید کروں۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۸۳)

"میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں۔ لیکن ان لوگوں نے جلدی کی۔ اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔ میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ اور کچھ نہیں کہا۔ کہ میں محدث ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے۔" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹۶)

"ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔ اور اللہ

جانتا ہے۔ کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں۔ لیکن بالقوۃ نہ بالفعل پس محدث بالقوہ نبی ہے۔ اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا"۔ (حمامتہ البشریٰ صفحہ ۸۱)

"میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرے وہ نبی بھی ہو جاتا ہے"۔ (جنگ مقدس صفحہ ۶۷)

"ہمارے سید رسول اللہ صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں"۔ (شہادت القرآن صفحہ ۲۷ دوسرا ایڈیشن)

قسط دہم

القصہ انکار و ادعائے نبوت کے متعلق مرزا صاحب کی تحریریں دیکھ کر انسان انگشت بدندان ہو کر پکار اٹھتا ہے۔ کہ ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

لیکن برادران قادیان لوگوں کو یہ کہہ کر بہلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب شریعت کے بغیر نبی مبعوث ہوئے۔ ایسا نبی ظلی اور بروزی نبی ہوتا ہے۔ اسی کو محدث کہتے ہیں۔ اور محدث اور مجدد بھی ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ تحریک قادیان کا یہ جزو مسیحی حضرات کے تین میں ایک اور ایک میں تین خداؤں کے اصول سے کچھ کم معمہ نہیں۔ جو لوگ صریح، واضح اور بے پیچ و خم سے مبرا دین مبین کی موجودگی میں ایسے گورکھ دھندوں میں الجھنا پسند کرتے ہیں۔ ان کی جدت اور وقت پسندی انہیں مبارک ہو۔ لیکن اس خیال سے کہ دنیا پر واضح ہو جائے۔ کہ مرزا صاحب کا بروزی یا ظلی نبی ہونے کا دعویٰ ادعائے نبوت کی تلخ گولی پر شکر کا ایک پردہ تھا۔ جس سے مدعا یہ تھا۔ کہ لوگ ادعائے نبوت کی ناخوشگوار گولی کو نگل لیں۔ اور بس۔ میں مرزا صاحب کی تقریروں سے یہ واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔ کہ وہ اپنی شان ایسی بتا گئے ہیں۔ جو بروزی و ظلی نبی تو ایک طرف سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

سے بھی بالاتر ہے۔ اور خود سردار امی لقب صلواۃ اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بھی کسی طرح کمتر نہیں۔

ملاحظہ فرمایئے اپنے فرزند ارجمند میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی شان میں مرزا صاحب کی تحریر

کتاب البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۲۱ و ۱۲۲ پر عربی میں یہ لکھی ہے۔ کہ:۔

(ترجمہ:۔ میرا پیدا ہونیوالا بیٹا گرامی و ارجمند ہوگا۔ اول و آخر کا مظہر ہوگا۔ اور وہ حق اور

غلبہ کا مظہر ہوگا۔ گویا اللہ تعالےٰ خود آسمان سے اتریگا۔"

جب بیٹا خود اللہ ہو تو پھر تا بہ پدر چہ رسد اس کے بعد مرزا صاحب کا اپنے اسی فرزند ارجمند کے

متعلق یہ کہنا موجب حیرت نہیں کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا۔ اور اس الہام میں ان کے لڑکے کی

شان میں انہیں کسی کا یہ شعر سنایا گیا۔ ؎

اے ختم رسل قرب تو معلومم شد ٭ دیر آمدۂ زراہ دور آمدۂ

یہ شعر تریاق القلوب صفحہ ۴۲ پر درج ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب آج دنیا میں زندہ ہیں

محمد مصطفےٰ (فداہ ابی) ان سے پہلے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ اگر آج یہ کہا جائے کہ مرزا بشیر الدین

محمود احمد صاحب فخر رسل ہیں۔ تو اس کے صاف معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ آپ احمد مجتبےٰ (فداہ روحی)

سے بھی بڑھکر ہیں۔ اور جب بیٹے کی یہ شان ہے۔ تو باپ کو صرف بروزی اور ظلی نبی ماننا کیسے ممکن ہے۔

لیکن مرزا صاحب کی شان خود ان کی زبان سے سنئے۔ صاحب البشریٰ جلد دوم صفحہ ۶۱

پر لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں بذریعہ الہام خبر دی کہ:۔

"اے مرزا تو میرا سب سے بڑا نام ہے"

پھر الہام ہوا:۔

خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے۔ اور تیری طرف چل کر آتا ہے"۔

یہ الہام کتاب انجام آتھم کے صفحہ ۵۵ پر موجود ہے۔ کتاب البشریٰ کی جلد دوم صفحہ ۸۹ پر لکھا ہے کہ:۔

"میں خدا کی باڑ ہوں"

انجام آتھم کے صفحہ ۷۸ پر آپ لکھتے ہیں۔ کہ آئینہ

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ۝

ان (مرزا صاحب) کی شان میں نازل ہوئی نہ کہ رسول امی لقب (فداہ ابی) کی شان میں اسی طرح اربعین کے صفحہ ۲ و ۵ پر لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کو

داعی الی اللہ وسراج منیرا

کے خطاب دیئے گئے تھے۔ وہ مجھے (مرزا صاحب کو) بھی عطا ہوئے۔ پھر خطبہ الہامیہ کے صفحات ۸۔۱۹۔۳۰۔۳۵۔۵۸۔ اور ۱۷۱ پر لکھا ہے۔ کہ :۔

مرزا صاحب اپنے رتبہ کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں :۔

"میں نور ہوں۔ مجدد مامور ہوں۔ عبد منصور ہوں۔ مہدی معہود اور مسیح موعود ہوں۔ مجھے کسی کے ساتھ قیاس مت کرو۔ اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ۔ میں مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں۔ اور روح ہوں۔ جس کے ساتھ جسم نہیں۔ اور سورج ہوں جس کو دھواں چھپا نہیں سکتا۔ اور ایسا کوئی شخص تلاش کرو۔ جو میری مانند ہو۔ ہرگز نہیں پاؤ گے۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہ جو مجھ سے ہو۔ اور میرے عہد پر ہو گا۔ ..... اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ اور میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے۔ جس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔ پس خدا سے ڈرو اور مجھے پہچانو۔ اور نافرمانی مت کرو۔ میرے سوا اور دوسرے مسیح کے لئے میرے زمانہ کے بعد قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ پس جو میری جماعت میں داخل ہوا۔ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین (محمد رسول اللہ) کے صحابہ میں داخل ہوا۔ (یعنی میرے مرید صحابہ کے برابر ہیں)

درثمین فارسی صفحہ ۱۶۳ پر لکھتے ہیں :۔

انچہ داداست ہر نبی را جام ۝ داد آں جام را مرا بہ تمام

ایں گرچہ بخوردہ اند بسے ۝ من بہ عرفاں نہ کمترم ز کسے

ایک جگہ فرمایا:-

"میں وہ تھیلہ ہوں۔کہ جس میں تمام نبی بھرے پڑے ہیں (ظاہر ہے کہ تمام میں محمد صلعم بھی شامل ہیں۔مصنف)

براہین احمدیہ حصہ پنجم میں صفحہ ۹۰ پر ارشاد ہوتا ہے۔

"اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر راستباز اور مقدس نبی گذر چکے ہیں۔ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں۔سو وہ میں ہوں"

معیار الاخیار کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں:-

"میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن شیریں سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر کے درجہ پر ہے۔تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر تو کیا۔وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے"

البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۹ میں مرزا صاحب کا اپنی شان میں ایک الہامی شعر درج ہے۔ملاحظہ ہو ؎

مقام او مبیں از راہ تحقیر + بدورانش رسولاں ناز کردند

دافع البلاء صفحہ ۲۰ پر شعر ہے ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو + اس سے بہتر غلام احمد ہے

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ:-

"اے عیسائی مشنریو ابن المسیح مت کہو۔دیکھو آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھکر ہے"

ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۸ پر لکھا ہے۔ ؎

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم + عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ پر لکھا ہے:-

"مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا۔تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں۔ہرگز نہ کر سکتا۔اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔وہ ہرگز نہ دکھا سکتا"

اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو"

درثمین فارسی صفحہ ۱۶۳ پر لکھتے ہیں۔ ؎

کربلائیست سیر ہر آنم	صد حسین است در گریبانم

یعنی آپ کو سید الشہداء سے بھی افضل تر ہونے کا دعویٰ ہے۔ پھر البشریٰ کی جلد دوم صفحہ ۱۱۹ پر آپ کی شان میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"میں تو بس قرآن ہی کی طرح ہوں۔ اور قریب ہے کہ میرے ہاتھ سے یہ ظاہر ہوگا۔ جو کچھ کہ قرآن سے ظاہر ہوا۔"

آپ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ؎

آں چہ می شنوم ز وحی خدا	بخدا پاک دانمش زخطا
ہم چو قرآں منزہ اش دانم	از خطاہا ہمیں ست ایمانم
آں یقینے کہ بود عیسیٰ را	بر کلامے کہ شد برو القا
واں یقین کلیم بر تورات	واں یقیں ہائے سید السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین	ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

خطبہ الہامیہ کے صفحہ ۲۳ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"مجھ کو فنا کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔"

لیکن مرزا صاحب کی تعلی کی انتہا یہ ہے۔ کہ آپ لکھتے ہیں کہ انہیں الہام ہوا تھا۔ کہ:۔

عربی:۔ انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہٗ کن فیکون۔

یہ الہام کتاب البشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۹۴ پر درج ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ خداوند کریم نے مرزا صاحب سے کہا۔ کہ

"اے مرزا تحقیق تیرا ہی حکم ہے۔ جب تو کسی شے کا ارادہ کرے تو اس سے کہدیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔"

مجھ گناہ گار کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ کن فیکون کا دعویٰ خداوند تعالےٰ کے سوا کسی کے شایان شان نہیں۔ اور سید ہاشمی نسب امی لقب (فداہ روحی) نے بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر یہ حال بروزی نبی کا ہے۔ تو مستقل نبی کا کیا ہوگا۔

میری رائے یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی نبوت کے مدارج اسلئے قائم کردیئے۔ کہ ذرا سا پھسلنے والا انسان بھی پھسل کر اس طرف آجائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قسط یازدہم

مختصر یہ کہ مرزا صاحب ایک مقام پر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ خدا کے نبی اور رسول ہیں۔ اور تمام انبیاء سے (جنمیں جناب محمد رسول اللہ صلعم شامل ہیں) افضل ہیں۔ اور اس دعویٰ پر خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ وہ بروزی اور ظلی نبی ہیں۔ جو بہ الفاظ دیگر محدث ہوتا ہے۔ لیکن اپنا مقام تمام انبیاء علیہم السلام سے ارفع و اعلیٰ ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد اچانک ادعائے نبوت سے انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا اسلام سے خارج ہے وغیرہ وغیرہ۔ ادعائے نبوت کی بھول بھلیاں میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے بعض الہامات ایسے ہیں۔ جو خود ان کی سمجھ میں نہیں آئے۔ لہٰذا لازم ہے کہ ایسے الہامات کی تفہیم کے واسطے خدا تعالےٰ مزید نبی مبعوث کرے۔ گویا مرزا صاحب نے احیائے نبوت کا ایک سلسلہ جاری کردیا ہے۔ اور یہ کہنا مشکل ہے کہ کتنے نبی آئیں گے۔ جو ان الہامات کے معانی دنیا پر واضح کریں گے۔ پس

دسویں دلیل

جو مجھے مرزا صاحب کی تحریک کے قبول کرنے سے مانع ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب پر ایسے الہامات ہوئے جو خود ان کے فہم میں نہیں آئے حالانکہ میرے علم و یقین کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر یا نبی

ایسا نہیں گذرا۔ جس پر خدا نے اس قدر بے اعتمادی کی ہو۔ کہ اس کو پیام بھیجا ہو۔ اور پھر اس پیام کے معنی نہ سمجھائے ہوں۔ معاذ اللہ اس سے تو خدا پر بخل کا الزام ثابت ہوتا ہے۔ یا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے کسی کو منتخب کر لیتا ہے۔ اور پھر اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ اور یہ بات خدائے علیم وحکیم کی شان کے خلاف ہے۔ میں اپنی اس دلیل کو مرزا صاحب کے مقرر کردہ معیار پر جانچتا ہوں آپ کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۲۰۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ :۔

"یہ تو بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے۔ کہ انسان کی اصلی زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو۔ جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں تکلیف مالایطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا۔ جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہو۔"

لیکن اس معیار کے قائم کرنے کے بعد آپ کتاب نزول المسیح کے صفحہ ۵۷ پر لکھتے ہیں کہ :۔

"زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوئے ہیں۔ جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں۔ جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔"

اس کے بعد کون ایسا صاحب عقل سلیم ہوگا۔ جو تسلیم نہ کرے گا۔ کہ مرزا صاحب نے خود جو معیار مقرر کیا تھا۔ وہ اس پر پورے نہیں اترے۔

آپ کو جو الہامات ایسے ہوئے جن کے معانی آپ پر واضح نہیں ہوئے انکے نمونے ملاحظہ فرمائیے۔

البشریٰ جلد اول صفحہ ۲۶ پر ارشاد ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا :۔

ایلی ایلی لما سبقتنی ایلی آؤس

مرزا صاحب اس کے متعلق خود لکھتے ہیں۔ کہ حصہ اول کے معنی یہ ہیں کہ :۔

اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑا لیکن آخری فقرہ اس الہام کا یعنی ایلی آؤس اس وقت تک مشتبہ رہا ہے۔ اور اسکے کچھ معنی نہ کھلے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جبیب عرض کرتا ہے۔ کہ پہلے فقرہ کے معنی مرزا صاحب کو اس لئے معلوم تھے۔ کہ یہ فقرہ انجیل میں موجود ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ صلیب پر حضرت عیسیٰ نے یہ فقرہ استعمال کیا۔ مرزا صاحب نے جو اضافہ

کیا وہی ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔

ایک اور مثال سنئے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ پر ارشاد ہوتا ہے۔

"خدا نے فرمایا ہوشعنا نعسا۔ یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں۔ اور اس کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے"

مکتوبات احمدیہ جلد ایک صفحہ ۶۸ پر مرزا صاحب ایک الہام لکھتے ہیں۔ کہ :۔

"پریشن۔ عمر پراطوس۔ یا پلاطوس"

"نوٹ :۔ آخری لفظ پراطوس ہے۔ یا پلاطوس ہے۔ بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا۔ اور نمبر ۲ میں عمر عربی لفظ ہے۔ اس جگہ پراطوس اور پریشن کے معنی دریافت کرتے ہیں کہ کیا ہیں اور کس زبان سے یہ الفاظ ہیں"

ایک اور الہام البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۱۹ پر یوں بیان کرتے ہیں "پیٹ پھٹ گیا"۔ اور لکھتے ہیں کہ یہ دن کے وقت کا الہام ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ کس کے متعلق ہے۔

اسی کتاب البشریٰ کی اسی جلد دوم کے اسی صفحہ ۱۱۹ پر ایک اور الہام لکھتے ہیں۔ کہ :۔

"خدا اس کو پنج بار ہلاکت سے بچائے گا"

اور خود ہی فرماتے ہیں کہ :۔

"نہ معلوم کس کے حق میں یہ الہام ہے"

ایک اور پر لطف الہام اسی صفحہ پر درج کرتے ہیں۔ الہام کے الفاظ ملاحظہ ہوں :۔

"۲ دسمبر ۱۹۰۶ء مطابق ۵ رشعبان ۱۳۲۴ھ بروز پیر موت تیرہ ماہ حال کو"

اس پر مرزا صاحب اپنے قلم سے نوٹ لکھتے ہیں۔ کہ :۔

"قطعی طور پر معلوم نہیں کہ کس کے متعلق ہے"

اسی کتاب البشریٰ کی جلد دوم کا صفحہ ۱۲۵ دیکھیں۔ تو وہاں تحریر موجود ہے :۔

"بہتر ہوگا کہ اور شادی کر لیں"

مرزا صاحب تسلیم کرتے ہیں۔ کہ

معلوم نہیں کہ کس کی نسبت یہ الہام ہے

اسی کتاب کی اسی جلد کا صفحہ ۶۵-۶۶ دیکھئے۔ ایک نہایت حیرتناک الہام ہے:-

بعد۔ ۱۱۔ انشاء اللہ

خود مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ:-

اس کی تفہیم نہیں ہوئی۔ کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے۔ گیارہ دن۔ گیارہ ہفتے یا کیا۔ یہی ہندسہ ۱۱۔ دکھایا گیا۔

اگر ہم کتاب البشریٰ کی دوسری جلد کا صفحہ ۵۰ نکال کر دیکھیں۔ تو الہام درج ہے:-

"غثم غثم غثم"

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:- اس کا مطلب واضح نہیں ہوا

اسی کتاب البشریٰ جلد دوم کے نیچے صفحہ ۱۰۷ پر مرزا صاحب کے الفاظ موجود ہیں۔ کہ:-

"آج رات مجھے الہام ہوا کہ "ایک دم میں رخصت ہوا" اس کے پورے الفاظ یاد نہیں رہے۔ اور جس قدر یاد رہا وہ یقینی ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ کس کے حق میں ہے۔ لیکن خطرناک ہے۔ یہ الہام ایک موزوں عبارت میں ہے۔ مگر ایک لفظ درمیان میں سے بھول گیا۔"

کتاب البشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۹۴ پر فرماتے ہیں:-

"ایک عربی الہام تھا۔ الفاظ مجھے یاد نہیں رہے۔ حاصل مطلب یہ ہے۔ کہ مکذبوں کو نشان دکھایا جائے گا۔"

البشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۱۰۷ پر الہام درج ہے:-

"ایک دانہ کس کس نے کھایا"

اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۶ پر الہام درج ہے:-

"لاہور میں ایک بے شرم ہے"

ایک اور الہام البشریٰ جلد اول کے صفحہ ۴۲ پر ہے۔

"ربنا عاج"

مرزا صاحب ان کے بھی کوئی معنی بیان نہیں فرما سکے۔

کیا ایسے الہامات جن کے الفاظ مبہم ہوں۔ اس خداوند کریم کی طرف سے ہو سکتے ہیں جس نے قرآن پاک ایسی کتاب نازل کی۔ محمد جیسا فہیم و حکیم رسول بھیجا۔ اور جو دنیا کو دعوت دیتا ہے کہ عقل سے کام لو۔ فہم سے کام لو۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔

گیارہویں دلیل

پس تحریک قادیان کے خلاف میری گیارہویں دلیل یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کے ایسے الہامات کی وجہ سے مدعیان نبوت کے لئے ایک میدان وسیع پیدا ہو گیا ہے آئے دن ایک نبی علم نبوت بلند کرے گا اور کہے گا کہ مرزا صاحب کے فلاں الہام کی وضاحت کیلئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ اب میری

بارہویں دلیل

سنیئے مرزا صاحب کے ادعائے نبوت کے متعلق مجھے جو کچھ عرض کرنا تھا۔ وہ ختم ہوا۔ لیکن مرزا صاحب کی تحریک پر ایک اعتراض اور ایسا وارد ہوتا ہے۔ جس کا تعلق اسی ادعائے نبوت سے ہے۔ لہٰذا وہ اسی وقت بیان کئے دیتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب امتی نبی ہیں۔ جس نبی صلعم کے یہ امتی ہیں اس پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں متعدد انبیاء کے اسمائے گرامی موجود ہیں۔ لیکن مرزا صاحب پر جو الہام نازل ہوئے۔ ان میں کسی ایسے امتی نبی کا نام نہیں آیا۔ جو حضور سرور کائنات کے بعد مبعوث ہوا ہو۔

نیز مرزا صاحب نہایت فصاحت سے کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی"

جس کے معنی یہ ہیں کہ مرزا صاحب واحد امتی نبی ہیں۔ جو تیرہ سو سال میں مبعوث ہوئے پھر مہدی

میں مجدد کا آنا کیسا اور مرزا صاحب کا مجدد الف ہونا لایعنی یہ دونوں امور توضیح کے طالب ہیں!

قسط دوازدہم

مرزا صاحب کے ادعائے نبوت پر کافی بحث ہو چکی۔ لیکن بعض امور ہیں۔ جو اعلان نبوت کا جزو لاینفک ہیں۔ مثلاً الہام اور پیشین گوئی۔ اس کے علاوہ مسئلہ تکفیر اہل قبلہ اور تنسیخ جہاد کا معاملہ بھی دو ایسے کوائف ہیں۔ جن کا مرزا صاحب کے ادعائے نبوت سے بہت بڑا تعلق ہے۔ نیز اگر کوئی شخص مدعی نبوت ہوتے ہوئے بعض ایسی باتیں لکھ جائے یا کہہ دے جو صحیح نہ ہوں تو وہ بھی اس کے ادعائے نبوت کے خلاف جاتی ہیں۔ اور اگر مدعی نبوت کی تحریر میں تناقض ہو۔ تو اس سے بھی اسکے دعوے کی تردید لازم آتی ہے۔

جہاں تک الہامات کا تعلق ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ مرزا صاحب کے بعض الہامات ایسے ہیں۔ جن کو وہ خود سمجھ نہیں سکے۔ وہ خود لکھ چکے تھے کہ الہام وہی ہے جو نبی کی زبان میں ہو۔ تا کہ وہ اس کو سمجھ سکے۔ جو الہام سمجھ میں نہ آئے اسکے نزول سے کوئی فائدہ نہیں۔ اسکے باوجود وہ تسلیم کرتے ہیں کہ انہیں ایسی غیر زبانوں میں بھی الہام ہوئے جن سے وہ ناآگاہ تھے اور جن کو وہ سمجھ نہیں سکے۔ بعض الہامات اردو میں ہوئے مگر وہ ایسے مبہم تھے۔ کہ مرزا صاحب خود تحریر چھوڑ گئے ہیں کہ وہ ان کے فہم میں نہیں آئے۔ اور بعض الہام ایسے بھی ہوئے جو دنیا کی کسی مروجہ زبان میں نہیں ہیں۔ اور جن کو آج تک مرزا صاحب یا کوئی اور سمجھ نہیں سکا۔ یہ تمام بحث قسط گذشتہ میں موجود ہے۔ لہذا میں اسکے تکرار کی ضرورت نہیں سمجھتا پس مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری

تیرہویں دلیل

یہ ہے کہ وہ اپنے الہام خود سمجھنے سے قاصر رہے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ انہیں قدرت کیطرف سے ایسا علم نہیں دیا گیا۔ جو ان کے مقصد بعثت کے لیے کافی ہوتا۔ پس وہ نبی مبعوث نہ تھے ورنہ

اللہ تعالےٰ جو الہام نازل فرماتا۔ اس کا فہم انہیں ضرور عطا کرتا۔

نیز مرزا صاحب کے الہامات میں ایک عجیب بات یہ ہے۔ کہ ان پر بعض اوقات قرآن شریف کی پوری آیات اور حدیث شریف کے پورے کے پورے فقرے بطور الہام نازل ہوئے۔ مثلاً

اوّل۔ البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۶ پر آپ کا ایک الہام درج ہے:۔

انت مدینۃ العلم

یعنی اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے مرزا تو علم کا شہر ہے۔ اب دنیا جانتی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کی حدیث پاک ہے۔ کہ:۔

انا مدینۃ العلم و علیؓ بابھا

ترجمہ:۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔

مرزا صاحب کا الہام اس حدیث شریف کا ملخص ہے۔ اور بس۔

دوم۔ کتاب البشریٰ کی جلد دوم کے صفحہ ۱۰۶ پر مرزا صاحب کا الہام درج ہے کہ:۔

انّا اعطینک الکوثر

دنیا جانتی ہے کہ یہ قرآن شریف کی ایک مشہور آیت ہے۔ جو رسول ہاشمی و نبی مطلبی صلعم کے حق میں نازل ہوئی۔

سوم۔ انجام آتھم کے صفحہ ۷۸ پر الہام درج ہے:۔

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین

اور سب کو معلوم ہے کہ یہ بھی قرآن کریم کی ایک مشہور آیۃ کریمہ ہے۔ جو فخر کائنات کی شان میں نازل ہوئی تھی۔

چہارم۔ اربعین کے صفحہ ۲۵ پر مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں

داعیا الی اللہ و سراجاً منیرا

کے خطابات دیئے۔ حالانکہ یہی خطاب قرآن پاک میں رسول اللہ صلعم کو عطا ہو چکے تھے۔

پنجم۔ اسی کتاب اربعین کے صفحات ۳۲ و ۳۳ پر آپ نے ایک اور الہام کے نزول کا دعویٰ کیا ہے۔ جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:۔

وما ینطق عن الھویٰ۔ ان ھو الا وحی یوحی دنی فتدلی۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ

یہی قرآن شریف کی آیات بینات ہیں۔ جو پیغمبر آخر الزمان کی شان کی مظہر ہیں۔

اگر اس قسم کے الہامات کو صحیح مان لیا جائے تو یہ حسن عقیدت کی انتہا ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہونگے کہ جس کا جی چاہے وہ قرآن شریف کی چند آیات لیکر اعلان کریے کہ یہ اس کی شان میں بذریعہ وحی نازل ہوئی ہیں۔ لہذا وہ پیغمبر ہے۔ تعجب ہے کہ ایک انسان تو اپنے دس نوکروں کو دس اسناد ایسی دے سکتا ہے جس میں حسن خدمات کا ذکر ایک دوسرے سے مختلف ہو۔ لیکن (معاذ اللہ) خداوند علیم و حکیم یہ نہیں کر سکتا۔ کہ وہ اپنے ایک نئے نبی کو سند دیتے ہوئے نئے الفاظ استعمال کر سکے۔ پس مرزا صاحب کے خلاف میری

چودہویں دلیل

یہ ہے کہ انہوں نے الہامات کے نام سے قرآن و حدیث کی بعض آیات پر تصرف کیا اور وہ تصرف مجھ عاجز کی رائے ناقص میں صریحاً تصرف بے جا ہے۔

اب میں پیشین گوئیوں کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ چونکہ یہ بحث طویل ہے۔ لہذا میں ابتدا ہی میں لکھ دینا چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے ادعائے نبوت کے خلاف میری

پندرہویں دلیل

یہ ہے کہ ان کی اکثر پیشین گوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔

قبل ازیں کہ میں مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں کی طرف رجوع کروں۔ میں ان کے چند مقولے نقل کرنا چاہتا ہوں۔ جو پیشین گوئیوں کی اہمیت سے تعلق رکھتے ہیں۔

ا۔ آپ کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۸۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشین گوئی سے بڑھکر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا"۔

۱۴۔ شہادت القرآن کے صفحہ ۷۵ پر فرماتے ہیں :۔

"سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقت کا انتظار کرے"۔

ایسے سوالے متعدد پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر نمونتہً یہی کافی ہیں۔ ورنہ متعدد پیش گوئیوں کو آپ نے اپنے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا۔ مثلاً انجام آتھم کے صفحہ ۲۳۴ پر رقم فرما ہیں۔

"و من ایں را پیش گوئی ،، را برائے صدق و کذب خود معیار می گردانم"۔

اس کے علاوہ بعض پیش گوئیوں کے سلسلہ میں آپ نے اعلان کیا کہ اگر یہ درست ثابت نہ ہوں تو میں جھوٹا۔ مثلاً آتھم کی موت کے متعلق پیش گوئی کرتے ہوئے آپ نے ایک اشتہار انعامی چار ہزار نمبر تبہ چہارم ، ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء کو شائع کیا۔ اس اشتہار کے صفحہ ۱۲ پر آپ لکھتے ہیں کہ :۔

"اے خداوند اگر یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں۔ تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہوں ......
تو مجھے فنا کر ڈال اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر دے۔ اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا........"

اس سے مقصود صرف یہ ہے۔ کہ یہ واضح کیا جائے کہ مرزا صاحب پیش گوئی کو صداقت نبوت کی جانچ کے لئے ایک معیار سمجھتے تھے اور بس۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب اس معیار پر پورے اترتے ہیں یا نہیں۔ مجھے ادب سے عرض کرنے کی اجازت دی جائے۔ کہ مرزا صاحب اپنے اس معیار پر پورے نہیں اُترے۔ میں طویل بحث کرنا نہیں چاہتا۔ لہذا صرف چند مثالیں پیش کر کے ثابت کروں گا۔ کہ مرزا صاحب کی اہم اور ایسی پیش گوئیاں جن کو انہوں نے خاص طور پر اس غرض سے منتخب کیا کہ ان کو مرزا صاحب کے صدق و کذب کا معیار سمجھا جائے غلط اور بالکل غلط ثابت ہوئیں۔ ملاحظہ فرمائیے :۔

اوّل۔ ایک فرزند کی آمد اور موت۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا۔ کہ اس غرض سے انہیں ایک نشانی ملی ہے۔ اور انہیں خداوند قدوس نے بشارت دی ہے۔ کہ ان کے ہاں ایک فرزند ارجمند پیدا ہوگا۔ جو وجیہہ اور پاک اور نکی ہوگا۔ اسکا نام عمنوایل اور بشیر ہے۔ اسکو مقدس روح دیگئی ہے۔ وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک ہے۔ وہ آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے۔ وہ صاحب شکوہ و عظمت و دولت ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ اس قدر تعریفیں درج ہیں۔ کہ میں ان کے تکرار سے قاصر ہوں۔

اس اشتہار کے شائع ہونے پر بعض مخالفین نے لکھا۔ کہ مرزا صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوچکا ہے اور اشتہار اب دیا گیا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں مرزا صاحب نے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار دیا جس میں اعلان کیا۔ کہ ہمارے (مرزا صاحب کے) ہاں دو لڑکے بیس اور بائیس سال کی عمر کے ہیں۔ اور کوئی لڑکا موجود نہیں۔ لیکن لڑکا ضرور پیدا ہوگا۔ اشتہار بہت طویل ہے۔ لیکن ملخص اس کا یہی ہے۔

اس پر بھی لوگوں نے اعتراض کئے تو مرزا صاحب نے ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار دیا جس میں پھر اپنے دعوٰی کی تجدید کی۔

ان تمام اشتہارات میں مرزا صاحب نے یہ لکھدیا تھا۔ کہ لڑکا نو سال کے اندر ہوگا۔ آخری اشتہار میں یہ بھی لکھا کہ حمل تو ہو گیا ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ لڑکا جو آنیوالا ہے وہ یہی ہوگا یا کبھی بعد کو پیدا ہوگا۔

اگر مرزا صاحب اسی پر اکتفا کرتے تو اس پیش گوئی کے پورا نہ ہونے کے متعلق ہمارے احمدی دوست جو توجیہات پیش کرتے ہیں۔ ان میں ضرور وزن ہوتا۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے اس پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ جب آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ تو اگست ۱۸۸۷ء کو اعلان کردیا۔ کہ وہ لڑکا پیدا ہوچکا۔ چنانچہ اس اشتہار کے الفاظ یہ ہیں :۔

"اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں۔ کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے

اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی۔ اور خدا تعالےٰ سے اطلاع پاکر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا۔ کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا۔ تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے۔ ضرور پیدا ہو جائیگا۔ آج ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ اگست ۱۸۸۶ء میں بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔

الحمدللہ علیٰ ذالک۔۔۔۔۔۔

مگر افسوس ہے کہ خداوند تقدیر کی قدرت غالب آئی اور وہ لڑکا ۴ نومبر ۱۸۸۶ء کو سولہ ماہ کی عمر کے بعد فوت ہو گیا۔

اس پر جب ایک شور پیدا ہوا تو مرزا صاحب نے اشتہار دیکر توجیہات پیش کیں۔ مگر وہ معتقدین کے لیئے مفید ہوں تو ہوں۔ آپ کے محولہ بالا اشتہار کے بعد میرے لیئے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں اس لیئے کہ آپ نے خود اشتہار دیکر تسلیم کیا تھا۔ کہ یہی لڑکا وہ تھا جس کی خدائے تعالےٰ نے نہیں بشارت دی تھی۔

قسط سیزدہم

دوم۔ آتھم کا انجام۔ اس کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئی خاص طور پر قابل غور ہے۔ ماہ مئی۔ جون ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب کا ایک مناظرہ عیسائیوں کے ساتھ امرتسر میں ہوا جس میں مرزا صاحب کے مقابل ڈپٹی عبداللہ آتھم (پادری) تھے۔ پندرہ روز تک مباحثہ ہوتا رہا جس میں فریقین کے پچاس پچاس آدمی بذریعہ ٹکٹ داخل ہوتے رہے یہ مباحثہ الوہیت مسیح پر تھا۔ مرزا صاحب نے ابطال الوہیت مسیح پر بہت سی دلیلیں پیش کیں۔ یہ مباحثہ جنگ مقدس کے نام سے چھپ چکا ہے۔ مگر چونکہ لفظی بحثیں علمائے ظاہری کا حصہ ہوتی ہیں۔ اور مرزا صاحب ایک روحانی درجہ طے کر گئے تھے۔ لہٰذا آپ نے ان لفظی دلائل کو خود ہی ناکافی جان کر آخر میں ایک روحانی حربہ سے کام لینا چاہا۔ چنانچہ آخری روز خاتمہ پر آپ کے جو الفاظ

تھے۔ وہ کتاب جنگ مقدس کے صفحہ ۱۸۸ پر ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

"آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے۔ کہ جبکہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر کا فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں۔ تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے۔ کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے۔ اور عاجز انسان کو خدا بناتا ہے۔ وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے۔ اور سچے خدا کو مانتا ہے۔ اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اسی وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی۔ بعض اندھے سوجاکھے ہو جائینگے۔ اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے۔ اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں۔ کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ یعنی وہ فریق جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کی اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے۔ روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کریگا۔ زمین و آسمان ٹل جاویں پر اسکی باتیں نہ ٹلیں گی"

اس روحانی حربہ کا مطلب صاف ہے کہ عیسائی مناظر جو الوہیت مسیح کا قائل ہے، پندرہ ماہ کے عرصہ میں مر کر واصل جہنم ہوگا۔

لیکن ڈپٹی آتھم بجائے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو فوت ہوئے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ان کے مرنے پر رسالہ "انجام آتھم" لکھا جس کے شروع میں لکھا ہے۔

"مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہوگئے۔"

اس حساب سے ڈپٹی آتھم اپنی مقررہ میعاد پندرہ ماہ سے متجاوز ہوکر ایک سال پونے گیارہ ماہ تک زیادہ زندہ رہے۔ اس پر اعتراض ہوئے تو مرزا صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا گو آتھم پندرہ ماہ میں نہیں مرا۔ لیکن مرا تو سہی۔ اس میں کیا حرج ہے۔ میعاد کو مت دیکھو کہ مر تو گیا۔ چنانچہ آپ کے اصلی الفاظ جو کتاب سراج منیر کے صفحہ ۶۲ پر ہیں۔ وہ قابل دید ہیں سنو فرماتے ہیں۔

"اگر کسی کی نسبت یہ پیشگوئی ہو۔ کہ وہ پندرہ مہینے تک مجذوم ہو جائیگا۔ اور اسکے ناک اور تمام اعضاء گر جائیں تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس واقعہ پر نظر چاہیے"

حقیقت الوحی صفحہ ۱۸۵ حاشیہ، اس کی تائید میں دوسری جگہ لکھا ہے:۔

"ہمارے مخالفوں کو اس میں تو شک نہیں کہ آتھم مرگیا ہے۔ جیسا کہ لیکھرام مرگیا۔ اور جیسا کہ احمد بیگ مرگیا۔ لیکن اپنی نابینائی سے کہتے ہیں۔ کہ آتھم میعاد کے اندر نہیں مرا۔ اے نالائق قوم جو شخص خدا کی وعید کے بموجب مرچکا۔ اب اس کی میعاد غیر میعاد کی بحث کرنا کیا حاجت بھلا دکھاؤ کہ اب وہ کہاں اور کس شہر میں بیٹھا ہے۔"

عقیدت مند دماغ جو عذر چاہیں قبول کریں۔ اور مریدوں کے دل جہاں چاہیں سر تسلیم خم کردیں۔ لیکن انصاف یہ ہے۔ کہ آتھم بے چارہ دوامی زندگی لے کر نہیں آیا تھا۔ مرنا تو اسے تھا ہی مرزا صاحب کی پیش گوئی تب پوری سمجھی جاتی۔ کہ وہ مرزا صاحب کی بتائی ہوئی میعاد کے اندر فوت ہوتا۔ یوں فوت تو مرزا صاحب بھی ہوئے۔ لہذا آتھم کے بعد از میعاد مرجانے کو اپنی پیش گوئی کی صداقت کی دلیل ٹھہرانا حسن عقیدت کا حد سے متجاوز امتحان لینے کی کوشش کرنا ہے۔ اور راقم الحروف بلا خوف لومۃ لائم اعلان کرنے پر تیار ہے۔ کہ اس عاجز کی رائے میں مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔

قسط چہاردہم

مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں میں سے ایک پیشین گوئی مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے

تعلق تھی۔ اس کا حال مولانا ممدوح نے اپنے قلم سے بالتفصیل لکھا ہے۔ میں نے کئی اور کتابوں کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ مجھے مولانا ثناء اللہ صاحب کے بیان میں کوئی مبالغہ یا غلط بیانی یا اخفائے حق یا تلبیس حق و باطل کا نشان نہیں ملا۔ لہذا میں مولانا کی تحریر کو یہاں بجنسہ نقل کئے دیتا ہوں۔ میری نگاہ میں اس معاملہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ لیکن اس پر میں مولانا کے بیان کے اختتام پر بحث کروں گا۔ اور اپنا نظریہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرونگا۔ وباللہ التوفیق

سوم۔ مولانا ثناء اللہ کی موت۔ مولانا صاحب اپنی کتاب تاریخ مرزا میں لکھتے ہیں:۔

جب میری عمر کوئی ۱۷-۱۸ سال کی تھی۔ میں بشوق زیارت بٹالہ سے پاپیادہ تنہا قادیان گیا۔ ان دنوں مرزا صاحب ایک معمولی حیثیت میں تھے۔ مگر باوجود شوق اور محبت کے میں نے جو وہاں دیکھا۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ میرے دل میں جو ان کی نسبت خیالات تھے۔ وہ پہلی ملاقات میں مبدل ہو گئے۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ میں ان کے مکان پر دھوپ میں بیٹھا تھا۔ وہ آئے آتے ہی بغیر اس کے کہ السلام علیکم کہیں یہ کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ کیا کام کرتے ہو۔ میں ایک طالب علم علماء کا صحبت یافتہ اتنا جانتا تھا۔ کہ آتے ہی السلام علیکم کہنا سنت ہے فوراً میرے دل میں آیا۔ کہ انہوں نے مسنون طریق کی پرواہ نہیں کی کیا وجہ ہے۔ مگر چونکہ حسن ظن غالب تھا۔ اسلئے یہ وسوسہ دب کر رہ گیا۔

جن دنوں آپ نے مسیحیت موعود کا دعوٰی کیا۔ میں ابھی تحصیل علم سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ آخر بعد فراغت میں آیا۔ تو مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ دل میں تڑپ تھی۔ استخارے کئے دعائیں مانگیں خواب دیکھے جن کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مرزا صاحب نے مجھے اپنے مخالفوں میں سمجھ کر مجھکو قادیان میں پہنچکر گفتگو کرنے کی دعوت دی۔ جس دعوت کے الفاظ یہ ہیں:۔

> مولوی ثناء اللہ اگر سچے ہیں۔ تو قادیان میں آکر کسی پیشگوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں۔ اور ہر ایک پیش کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اور آمدورفت کا خرچ اور کرایہ علیحدہ۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۱۱)

یہ بھی لکھا :-

"یاد رہے کہ رسالہ نزول المسیح میں ڈیڑھ سو پیشگوئی میں نے لکھی ہے۔ تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے۔ اور دربدر گدائی کرنے سے نجات ہوگی۔ بلکہ ہم اور پیشگوئیاں بھی معہ ثبوت ان کے سامنے پیش کردیں گے اور اسی وعدہ کے موافق فی پیشگوئی سو روپیہ دیتے جاویں گے۔ اس وقت لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے۔ پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لئے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لوں گا۔ تب بھی ایک لاکھ ہو جائے گا۔ وہ سب ان کی نذر ہوگا جس حالت میں وہ دو آنے کے لئے دربدر خراب ہوتے پھرتے ہیں۔ اور خدا کا قہر نازل ہے۔ اور مردوں کے کفن اور وعظ کے پیسوں پر گذارہ ہے۔ ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جانا ان کے لئے ایک بہشت ہے۔ لیکن اگر میرے اس بیان کی طرف توجہ نہ کریں۔ اور اس تحقیق کے لئے بپابندی شرائط مذکورہ جس میں بشرط ثبوت تصدیق ورنہ تکذیب دونوں شرط ہیں۔ قادیان میں نہ آئیں تو پھر لعنت ہے۔ اس لاف و گزاف پر جو انہوں نے موضع مد میں مباحثہ کے وقت کی۔ اور سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تقف ما لیس لک بہ علم مگر انہوں نے بغیر علم اور پوری تحقیق کے عام لوگوں کے سامنے تکذیب کی کیا یہی ایمانداری ہے وہ انسان کتوں سے بدتر ہوتا ہے۔ جو بیوجہ بھونکتا ہے۔ اور وہ زندگی لعنتی ہے جو بے شرمی سے گذرتی ہے۔" (اعجاز احمدی ص۲۳)

پھر یہ لکھا :-

"واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے (۱) وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیشگوئیوں کی اپنی قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔ (۲) اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے۔ کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مرینگے اور سب سے

پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو جائے گی۔" (صفحہ ۳۷)

انجام اس کا یہ ہوا کہ میں نے ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء مطابق ۱۰۔ شوال ۱۳۲۰ھ کو قادیان پہنچکر مرزا صاحب کو اطلاعی خط لکھا۔ جو درج ذیل ہے:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بخدمت جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان۔ خاکسار آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱-۲۳ قادیان میں اس وقت حاضر ہے۔ جناب کی دعوت قبول کرنے میں آجتک رمضان شریف مانع رہا۔ ورنہ اتنا توقف نہ ہوتا۔ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں۔ چونکہ آپ (بقول خود) ایک ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز و مامور ہیں۔ جو تمام بنی نوع کی ہدایت کیلئے عموماً اور مجھ جیسے مخلصوں کے لئے خصوصاً ہے۔ اس لئے مجھے قوی امید ہے۔ کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔ اور حسب وعدہ خود مجھے اجازت بخشیں گے۔ کہ میں مجمع میں آپ کی پیشگوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلاکر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں۔ (راقم ابو الوفا ثناء اللہ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء)

مرزا صاحب نے اس کا جواب دیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ از طرف عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ وایدہ۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ آپ کا رقعہ پہنچا۔ اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک و شبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا اُن کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ رفع کرادیں۔ تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی۔ اور اگرچہ میں کئی سال ہوگئے۔ کہ اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع کرچکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا۔ کیونکہ اس کا نتیجہ

بجز گندی گالیوں اور اوباشانہ کلمات سننے کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا۔ مگر میں ہمیشہ طالب حق
کے شبہات دور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اس رقعہ میں دعویٰ تو کر دیا کہ میں
طالب حق ہوں۔ مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعویٰ پر آپ قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں
کی عادت ہے۔ کہ ہر ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے
ہیں۔ اور میں خدا تعالےٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں۔ کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز
نہیں کروں گا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ اس
مرحلہ کو صاف کرنے کے لئے اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں
گے۔ اور وہی اعتراض کریں گے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا حضرت عیسیٰ پر حضرت
موسیٰ پر یا حضرت یونس پر عائد نہ ہوتا ہو۔ اور حدیث اور قرآن کی پیشگوئیوں پر زد نہ
آئے دوسری یہ شرط ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہیں ہوں گے۔ صرف آپ مختصر
ایک سطر یا دو سطر تحریر دیدیں۔ کہ میرا یہ اعتراض ہے۔ پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل
جواب سنا دیا جائے گا۔ اعتراض کیلئے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ایک سطر یا دو سطر کافی
ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی اعتراض آپ کریں گے۔ کیونکہ آپ
اطلاع دے کر نہیں آئے۔ چوروں کی طرح آ گئے۔ اور ہم ان دنوں بباعث کم فرصتی اور
کام طبع کتاب کے تین گھنٹے سے زیادہ وقت خرچ نہیں کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہیں
ہو سکتا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ وعظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں۔ بلکہ آپ نے بالکل منہ
بند رکھنا ہوگا۔ جیسے صم بکم۔ اسلئے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے۔ اول صرف
ایک پیشگوئی کی نسبت سوال کریں۔ تین گھنٹہ تک میں اس کا جواب دے سکتا ہوں اور
اور ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو تنبیہ کیا جاوے گا۔ کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی۔ تو اور لکھ کر
پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا۔ کہ اس کو سنا دیں۔ ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہئے کہ
دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کوئی ہرج نہیں ہے۔ کیونکہ آپ تو شبہات

دور کرانے آئے ہیں۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں باواز بلند لوگوں کو سناؤں گا۔ کہ اس پیشگوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے۔ اور اس کا جواب یہ ہے۔ اسی طرح تمام وساوس دور کر دیئے جاویں گے۔ لیکن اگر یہ چاہو کہ بحث کے رنگ آپ کو بات کرنے کا موقع دیا جاوے تو یہ ہرگز نہیں ہوگا چودھویں جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں بعد میں ۱۵ جنوری کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤں گا۔ سو اگرچہ کم فرصتی ہے۔ مگر چودہ جنوری ۱۹۰۳ء تک ۳ گھنٹہ تک آپ کیلئے خرچ کر سکتا ہوں۔ اگر آپ لوگ کچھ نیک نیتی سے کام لیں۔ تو یہ ایک ایسا طریق ہے۔ کہ اس سے آپکو فائدہ ہوگا۔ ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے۔ خود خدائے تعالےٰ فیصلہ کریگا۔

سوچ لو۔ دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ بذریعہ تحریر جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جاویں گے۔ اور میں وہ وسوسہ دور کرتا جاؤنگا ایسے صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسے دور کرا لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا۔ اس کو اپنے وساوس دور کرانے میں اور کچھ غرض نہیں۔ لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے اُن کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔ ....

اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں۔ قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔ اول چونکہ میں رسالہ "انجام آتھم" میں خدا تعالےٰ سے قطعی عہد کر چکا ہوں۔ کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کروں گا۔ اس وقت پھر اس عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں۔ کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنوں گا۔ صرف آپ کو یہ موقع دیا جائیگا کہ آپ اول ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض کسی پیشگوئی پر ہو۔ ایک سطر یا دو سطر حد تین سطر لکھ کر پیش کریں۔ جس کا مطلب یہ ہو کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور منہاج نبوت کی رو سے قابل اعتراض ہے۔ اور پھر چپ رہیں۔ اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دونگا۔ جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں۔ پھر دوسرے دن اسی طرح

دوسری لکھ کر پیش کریں۔ تو میری طرف سے خدا تعالےٰ کی قسم ہے۔ کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤں گا۔ اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا۔ اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ ایک کلمہ بھی زبانی بول سکیں۔ اور آپ کو بھی خدا تعالےٰ کی قسم دیتا ہوں۔ کہ آپ اگر سچے دل سے آئے ہیں۔ تو اس کے پابند ہو جائیں۔ اور ناحق فتنہ و فساد میں عمر بسر نہ کریں۔ اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو شخص انحراف کرے گا۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے آمین سو میں اب دیکھونگا۔ کہ آپ سنت نبوی کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں۔ یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور چاہیئے کہ اول آپ سطابق اس عہد موکد تقسیم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر لکھکر بھیجدیں۔ اور پھر وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جائے گا۔ اور آپ کو بلایا جائے گا۔ اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وسواس دور کردیئے جائیں گے۔

(مرزا غلام احمد لقبلم خود)

قسط پانزدہم

مولانا ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اس خط کو دیکھ کر چاہیئے تھا۔ کہ میں مایوس ہو جاتا۔ مگر ارادہ کے مستقل آدمی سے یہ امید غلط ہے کہ وہ ایک آدھ مانع پیش آنے سے مایوس ہو جائے اس لیئے میں نے پھر ایک خط لکھا جو درج ذیل ہے:۔

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ۔ اما بعد۔ از خاکسار ثناء اللہ۔ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب! آپ کا طولانی رقعہ مجھے پہنچا۔ افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا۔ وہی ظاہر ہوا۔ جناب والا جبکہ میں آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی ص ۱۱/۱۳ حاضر ہوا ہوں اور صاف لفظوں میں رقعہ اول میں انہی صفحوں کا حوالہ دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے۔ بجز العادۃ طبیعۃ ثانیۃ کے اور کیا معنی رکھتی

ہے۔ جناب من کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ آپ اعجاز احمدی کے صفحات مذکورہ پر تو اس نیاز مند کو تحقیق کے لئے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ کہ میں (خاکسار) آپ کی پیشگوئیوں کو جھوٹی ثابت کروں تو فی پیشگوئی مبلغ سو روپیہ انعام لوں۔ اور اس رقعہ میں آپ مجھکو ایک دو سطریں لکھنے کا پابند کرتے ہیں۔ اور اپنے لئے تین گھنٹے تجویز کرتے ہیں۔ تلک اذاً قسمۃ ضیزی

بھلا یہ تحقیق کا طریق ہے۔ میں ایک دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹے تک فرماتے جائیں۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے۔ کہ آپ مجھے دعوت دیکر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری ہیں۔ اور تحقیق سے اعراض کرتے ہیں۔ جس کی بابت آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی جس سے عمدہ میں امرتسر میں ہی بیٹھا ہوا کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں۔ مگر میں چونکہ اپنے سفر کی صعوبت کو یاد کر کے بلا نیل مرام واپس جانا کسی طرح مناسب نہیں جانتا۔ اس لئے میں آپ کی بے انصافی کو بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین سطریں ہی لکھوں گا۔ اور آپ بلاشک تین گھنٹے تک تقریر کریں۔ مگر اتنی اصلاح ہو گی۔ کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سناؤں گا۔ اور ہر ایک گھنٹہ کے بعد پانچ منٹ نہایت دس منٹ تک آپکے جواب کی نسبت رائے ظاہر کروں گا۔ اور چونکہ آپ مجمع عام پسند نہیں کرتے۔ اس لئے فریقین کے آدمی محدود ہوں گے۔ جو پچیس پچیس سے زائد نہ ہوں گے۔ آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں۔ کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں۔ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا۔ علاوہ اس کے آپ کو آسمانی اطلاع ہو گئی ہو گی۔ آپ جو مضمون سنائیں گے۔ وہ اسی وقت مجھ کو دے دیجئے گا کارروائی آج ہی شروع ہو جاوے۔ آپکے جواب آنے پر میں اپنا مختصر سا سوال بھیج دونگا۔ باقی لعنتوں کی بابت وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے۔ (۱۱ر جنوری ۱۹۰۳ء)

اس کا جواب جناب مرزا صاحب نے خود نہیں لکھا بلکہ آپ کی طرف سے مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے لکھا جو درج ذیل ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً۔ مولوی ثناء اللہ صاحب۔ آپ کا رقعہ حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ مضامین اس کے محض عناد اور تعصب آمیز تھے۔ جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہوتی تھی۔ لہذا حضرت اقدس کی طرف سے آپ کو یہی جواب کافی ہے۔ کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں ہے۔ اور حضرت انجام آتھم میں اور نیز اپنے خط مرقومہ جواب رقعہ سامی میں قسم کھا چکے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے عہد کر چکے ہیں۔ کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین سے کوئی تقریر نہ کریں گے۔ خلاف معاہدہ الٰہی کے کوئی مامور من اللہ کیونکر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ طلب حق کے لئے جو طریق حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے۔ کیا وہ کافی نہیں۔ لہذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی ہے۔ وہ ہرگز منظور نہیں ہے۔ اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے مجتمع ہوں تا کہ حق و باطل سب پر واضح ہو جائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء

گواہ شد محمد سرور و ابو سعید عفی عنہ۔ خاکسار محمد احسن بحکم حضرت امام الزمان۔

بس اب ناامیدی ہو گئی تو میں اپنے مصاحبوں سے یہ کہتا ہوا چلا آیا۔ ع

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم

مولانا صاحب آگے چل کر رقم فرما ہیں ؎

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے + بلا یہ کون لیتا جان پر لیتے تو ہم لیتے

میرا روئے سخن مرزا صاحب کے ساتھ اور بزرگان علمائے کرام کے بعد شروع ہوا۔ مگر کیفیت میں اُن سے بڑھ گیا تھا۔ اس لئے مرزا صاحب نے آخری نظر عنایت جو مجھ پر کی۔ خود اُنہی کے لفظوں میں درج ذیل ہے فرماتے ہیں:۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ یستنبؤنک احق ھو قل ای وربی انہ الحق۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ مدت سے آپ کے پرچہ اہلحدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود کذاب۔ دجال۔ مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں۔ کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے۔ اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں۔ اور بہت سے میرے پر حملے کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں۔ اور مجھے ان گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہو سکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں۔ جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں۔ تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے۔ تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔ اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں۔ اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں۔ تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں۔ کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں۔ بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون۔ ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں۔ بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔ اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے۔ جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے۔ اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب

ہوں۔ اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے۔ تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے
تیری جناب میں دعا کرتا ہوں۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور
میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے آمین! مگر اے میرے کامل و
صادق خدا۔ اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے۔ حق پر نہیں تو میں عاجزی
سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں۔ کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی
ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور
پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ
کرے۔ جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین۔ یا رب العالمین۔ میں
ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا۔ اور صبر کرتا رہا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں۔ کہ ان کی
بدزبانی حد سے گذر گئی۔ وہ مجھے اُن چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں۔ جن
کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ اور انہوں نے اُن تہمتوں اور بدزبانیوں
میں آیت لاتقف مالیس لک بہ علمٌ پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر
سمجھ لیا۔ اور دُور دُور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا۔ کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ
اور دوکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق
کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ
انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے۔ اور اس عمارت کو منہدم کرنا
چاہتا ہے۔ جو تو نے اے میرے آقا میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اس
لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں۔ کہ
مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب
ہے۔ اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت
میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر آمین۔ ثم آمین۔

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ آمین۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے۔ کہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں۔ اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ الراقم عبداللہ الصمد مرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ مرقومہ یکم مارچ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

اخبار بدر قادیان میں مرزا صاحب کی روزانہ ڈائری یوں چھپی۔

ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں۔ بلکہ خدا ہی کی طرف سے ہے۔ اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس طرف تھی۔ اور رات کو الہام ہوا۔ کہ اجیب دعوة الداع۔ صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے۔ باقی سب اس کی شاخیں ہیں۔ (مرزا) اخبار بدر قادیان ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۷ کالم ۲۔

نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جناب مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو انتقال کر گئے اور مولانا ثناء اللہ صاحب بفضل تعالیٰ اب تک زندہ موجود ہیں۔

قسط شانزدہم ۱۶

چہارم ۔ مرزا صاحب نے دعویٰ کیا تھا۔ کہ مرزا سلطان احمد صاحب ۲۱ اگست ۱۸۹۴ء تک ضرور فوت ہو جائیں گے۔ اور یہ تاریخ ہرگز نہیں ٹل سکتی۔ ملاحظہ ہو شہادت القرآن صفحہ ۸۰۔ مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو بہت ہی اہم اور عظیم الشان قرار دیا ہے۔ لیکن جن صاحب کے متعلق یہ پیشگوئی تھی وہ تاریخ مقررہ سے ۲۹ سال بعد تک تو میرے علم کے مطابق زندہ تھے۔ ان کی تاریخ وفات مجھے محفوظ نہیں۔ لیکن اسکی ضرورت بھی نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تائب ہو کر مرے۔ اور مرزائی ہو چکے تھے لیکن ایک نہایت ہی عزیز اور شریف سید دوست نے مجھے یقین دلایا ہے۔ کہ وہ مرزائی نہیں ہوئے تھے۔ لہذا یہ ایک اور پیشگوئی ہے۔ جو غلط ثابت ہوئی ف۱

ف۱ جناب اب بھی زندہ ہیں ... جس سے مغالطہ لگا جس کا مجھے افسوس ہے (مصنف)

پنجم - ڈاکٹر عبد الحکیم صاحب عرصہ بیس سال تک مرزا صاحب کے مرید رہے - آخر ان سے علیحدہ ہوئے - اور مرزا صاحب کے برخلاف قلم اٹھایا - بلکہ دعویٰ الہام سے بھی مقابلہ کی ٹھہری - چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اپنا آخری الہام مرزا صاحب کی موت کے متعلق شائع کیا جس کا ذکر مرزا صاحب نے مع جواب خود کیا ہے - جو مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۳۲۱ سے لیکر میں درج ذیل کرتا ہوں :-

"ایسا ہی کئی اور دشمن مسلمانوں میں سے میرے مقابل پر کھڑے ہو کر ہلاک ہوئے اور ان کا نام و نشان نہ رہا - ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے - جس کا نام عبد الحکیم خاں ہے - اور وہ ڈاکٹر ہے - اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے - جس کا دعویٰ ہے کہ میں اسکی زندگی میں ہی ۴ ؍ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا - اور یہ اس کی سچائی کے لئے ایک نشان ہوگا - یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے - اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے - پہلے اس نے بیعت کی اور برابر ۲۰ برس تک میرے مریدوں اور میری جماعت میں داخل رہا - پھر ایک نصیحت کیوجہ سے جو میں نے محض للہ اس کو کی تھی - مرتد ہو گیا - نصیحت یہ تھی کہ اس نے یہ مذہب اختیار کیا تھا - کہ بغیر قبول اسلام اور پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نجات ہو سکتی ہے - گو کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی خبر بھی رکھتا ہو - چونکہ یہ دعویٰ باطل تھا - اور عقیدہ جمہور کے بھی برخلاف - اس لئے میں نے منع کیا - مگر وہ باز نہ آیا - آخر میں نے اس کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا تب اس نے یہ پیشگوئی کی - کہ میں اسکی زندگی میں ہی ۴ ؍ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا - مگر خدا نے اسکی پیشگوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی - کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا - اور خدا اس کو ہلاک کرے گا - اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا - سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے - بلا شبہ یہ سچ بات ہے - کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے - خدا اسکی مدد کرے گا "

اس مقابلہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مرزا صاحب ڈاکٹر صاحب کی بتائی ہوئی مدت کے اندر اندر ہی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء

کو فوت ہو گئے۔ اور ڈاکٹر صاحب میرے علم کے مطابق ۱۹۱۹ء تک زندہ و سلامت رہے۔ مجھے ان کی

تاریخ وفات محفوظ نہیں۔ لیکن اس کا علم غیر ضروری ہے۔ اور اس بحث سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

ششم ۔ مرزا صاحب کی زندگی میں پنجاب میں مرض طاعون نے وبا کی صورت اختیار کر لی

اس پر مرزا صاحب نے اپنی کتاب حقیقت الوحی کے تتمہ میں صفحہ ۵۲ پر لکھا۔ کہ :۔

"خدا نے اپنی سنت کے مطابق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا اور جب وہ نبی مبعوث ہو گیا۔ اور اس کی قوم کو ہزارہا اشتہاروں اور رسالوں سے دعوت کی گئی۔ تب وہ وقت آ گیا۔ کہ ان کو اپنے جرائم کی سزا دی جاوے۔"

جس کے صاف معنی یہ ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی نبوت کا انکار کر کے لوگ مبتلائے عذاب ہوئے تھے۔ جس نے طاعون کی شکل اختیار کر لی تھی۔ لہذا لازم تھا۔ کہ مرزا صاحب پر ایمان لانے والے لوگ اس وبا سے محفوظ رہتے۔ لیکن شائد کوئی صاحب اس بات میں شک کریں۔ کہ مرزا صاحب نے جس عذاب کا ذکر کیا ہے وہ طاعون ہی ہے۔ لہذا میں انکی تحریر کا ایک اور حوالہ پیش کئے دیتا ہوں۔

مرزا صاحب اپنی کتاب دافع البلاء کے صفحہ ۱۰ پر رقم طراز ہیں :۔

"تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالے بہر حال جب تک طاعون دنیا میں رہے۔ گو ستر برس تک رہے۔ قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔"

"رسول کا تخت گاہ" تو مرزا صاحب کی اردو ہے۔ لیکن اس سے اسوقت غرض نہیں۔ مرزا صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ چونکہ وہ نبی اللہ تھے۔ اور چونکہ وہ قادیان میں مبعوث ہوئے تھے۔ لہذا مرزا صاحب نے پیش گوئی کی۔ کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا۔ لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مرزا صاحب کی زندگی میں طاعون قادیان میں پھیلا۔ اور مرزا صاحب کے متعدد مرید اسکی نذر ہوئے

مریدوں کے متعلق تو مرزا صاحب کے حامی آسانی سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان کا ایمان مضبوط نہ تھا یا وہ دل میں مرتد ہو چکے تھے۔ لہذا عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے۔ لیکن "نبی اللہ" کی تخت گاہ میں طاعون کا نبی موصوف کی پیش گوئی کے خلاف پھیل جانا ایک ایسا واقعہ ہے۔ جسکی حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اور یہی حقیقت جناب مرزا صاحب کی پیشگوئی کی تغلیط کے لئے کفایت کرتی ہے مزید بحث کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

اب تک مرزا صاحب کی جن پیشگوئیوں پر میں نے اظہار خیال کیا ہے۔ وہ سب موت سے تعلق رکھتی ہیں۔ طاعون کے متعلق آپ کی پیشگوئی مرگ انبوہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور باقی تمام پیشگوئیوں میں غیر مشکوک و صریح الفاظ میں کسی شخص کے کسی مقررہ میعاد کے اندر فوت ہونے کی پیشگوئی موجود ہے۔ میں ثابت کر چکا ہوں کہ یہ تمام پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔

قسط ہفتدہم

لیکن لوگوں کی موت کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئیاں اگر غلط ثابت ہوئیں تو مقام تعجب نہیں اس لئے کہ قرآن پاک پر ایمان رکھنے والا مسلمان ایمان رکھتا ہے۔ کہ

۱۔ ہر شخص کی میعاد حیات مقرر ہے۔ یعنی اس کی موت کا وقت معین ہے۔

۲۔ لیکن اس میعاد کی وسعت سے خدائے علام الغیوب کے سوا کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا۔

۳۔ یہ میعاد جب پوری ہو جاتی ہے تو قرآن پاک کے الفاظ میں لا یستاخرون ساعتہ ولا یستقدمون۔ (ترجمہ) نہ ایک پل پر پیچھے ہی ہٹا سکتے ہیں۔ اور نہ آگے ہی بڑھا سکتے ہیں۔

گویا میعاد حیات کم و بیش نہیں ہو سکتی۔

۴۔ خداوند برتر قادر مطلق ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور کسی کی عمر کو گھٹا بھی سکتا ہے اور بڑھا بھی سکتا ہے۔ لیکن اس کی مشیت یہ ہے۔ کہ اس کو نہ گھٹائے نہ بڑھائے۔ لہذا یہ

سنت اللہ ہے۔ اور سنت اللہ میں تبدیلی ممکن نہیں اور نہ تحویل ہی ممکن ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں کہ کوئی انسان خود یا اس کا کوئی اور دشمن یا دوست کب اور کہاں فوت ہوگا۔

۶۔ سبب موت۔ سے بھی کوئی شخص واقف نہیں ہوتا۔

ان حالات میں سوائے اس شخص کے جو مامور من اللہ ہو۔ اور اللہ تعالے اپنے فضل وکرم سے اسے خود آگاہ کر دے۔ کہ فلاں شخص کی میعاد حیات فلاں وقت فلاں مقام اور فلاں طریق پر ختم ہوگی۔ کوئی شخص کسی دوسرے انسان کے متعلق یا اپنے متعلق یہ پیش گوئی نہیں کر سکتا۔ کہ وہ کس طرح اور کب فوت ہوگا۔

اور اگر اللہ جل جلالہٗ خود کسی شخص کو ایسا علم دے۔ تو وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اللہ کے پاس ام الکتاب ہے۔ اور اس کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں۔ لیکن خداوند کریم کے بتانے کے بغیر اگر کوئی شخص کسی کی یا اپنی موت کے متعلق مقام وقت یا سبب موت کی پیشگوئی کرے تو اس کا غلط ثابت ہونا یقینی ہے۔

مرزا صاحب نے مختلف آدمیوں کے انتقال کے متعلق جو پیش گوئیاں کیں چونکہ وہ سب غلط ثابت ہوئیں۔ لہذا اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ انہیں اللہ تعالے کی طرف سے الہام نہیں ہوا۔ اگر وہ ایسی پیش گوئیاں الہام کی بنا پر کرتے یا وہ مستجاب الدعوات ہوتے تو ان کی پیشگوئیاں پوری ہوتیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالے ان کی دعا کو سن کر ان پر افراد متعلقہ کی میعاد حیات کا راز ظاہر کر دیتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ مرزا صاحب کے دعاوی کے خلاف یہی ایک دلیل کافی ہے۔

ہفتم۔ اس معاملہ میں مرزا صاحب اس قدر معذور ثابت ہوئے۔ کہ وہ خود اپنی موت کے مقام کے متعلق سچی پیش گوئی نہ کر سکے۔ میں بات کو طول دینا نہیں چاہتا۔ ورنہ میں مرزا صاحب کی تحریروں سے ثابت کر سکتا ہوں۔ کہ وہ ابھی عود شباب کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ کہ پیک اجل نے

نہیں آلیا۔ اور وہ اس دار فانی سے انتقال فرمانے پر مجبور ہو گئے۔

لیکن انہوں نے اپنی موت کے متعلق صریح پیش گوئی کی تھی۔یعنی یہ کہ

"ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں"

ملاحظہ ہو۔میگزین ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۵۔ان کے مقابلہ میں قاضی محمد سلیمان صاحب مصنف کتاب رحمۃ العالمین نے پیش گوئی کی تھی۔کہ مرزا صاحب کو مکہ یا مدینہ کی زیارت ہرگز نصیب نہ ہوگی۔واقعات اس امر کے شاہد ہیں۔کہ قاضی صاحب کی پیش گوئی صحیح نکلی۔اور مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے۔آپ کو عمر بھر میں حجاز کی زیارت کا موقعہ نہیں ملا۔

اخبار "الحکیم" قادیان سے ایک اقتباس آپ کی موت کے متعلق نقل کرتا ہوں۔ملاحظہ ہو اخبار مذکور اپنے غیر معمولی ضمیمہ مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۶ء میں رقم طراز ہے:۔

وفات مسیح

برادران! جیساکہ آپ سب صاحبان کو معلوم ہے۔حضرت امامنا مولانا حضرت مسیح موعود مہدی معہود مرزا صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی۔اور جب آپ کوئی دماغی کام زور سے کرتے تھے۔تو بڑھ جاتی تھی۔حضور کو یہ بیماری بسبب کھانا نہ ہضم ہونے کے تھی۔اور چونکہ دل سخت کمزور تھا۔اور نبض ساقط ہو جایا کرتی تھی۔اور عموماً مشک وغیرہ کے استعمال سے واپس آجایا کرتی تھی۔اس دفعہ لاہور کے قیام میں بھی حضور کو دو تین دفعہ پہلے یہ حالت ہوئی۔لیکن ۲۵ تاریخ مئی کی شام کو جب کہ آپ سارا دن "پیغام صلح" کا مضمون لکھنے کے بعد سیر کو تشریف لے گئے۔تو واپسی پر حضور کو پھر اس بیماری کا دورہ شروع ہو گیا۔اور وہی دوائی جو کہ پہلے مقوی معدہ استعمال فرماتے تھے۔مجھے حکم بھیجا تو بنوا کر بھیجدی گئی۔مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔اور قریباً گیارہ بجے اور ایک دست آنے پر طبیعت ازحد کمزور ہو گئی۔اور مجھے اور حضرت خلیفہ نور الدین صاحب کو طلب فرمایا۔مقوی ادویہ دی گئیں اور اس خیال سے کہ دماغی کام کی وجہ سے یہ مرض شروع ہوئی

نیند آنے سے آرام آجائے گا۔ ہم واپس اپنی جگہ پر چلے گئے مگر تقریباً دو اور تین بجے کے درمیان ایک اور بڑا دست آگیا جس سے نبض بالکل بند ہو گئی۔ اور مجھے خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کو بلوایا اور برادرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی گھر سے طلب کیا۔ اور جب وہ تشریف لائے تو مرزا یعقوب بیگ صاحب کو اپنے پاس بلا کر کہا۔ کہ مجھے سخت اسہال کا دورہ ہو گیا ہے۔ آپ کوئی دوا تجویز کریں۔ علاج شروع کیا گیا چونکہ حالت نازک ہو گئی تھی۔ اس لئے ہم پاس ہی ٹھہرے رہے اور علاج باقاعدہ ہوتا رہا۔ مگر پھر نبض واپس نہ آئی۔ یہاں تک کہ ۱۰½ بجے صبح ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کی روح اپنے محبوب حقیقی سے جا ملی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

یہ اقتباس تو مقام و سبب موت کے متعلق تھا۔ اب میعاد حیات کو لیجئے۔ مرزا صاحب نے اپنی عمر کے متعلق متعدد پیشین گوئیاں کی تھیں۔ جو سب غلط ثابت ہوئیں۔ آپ کی ان پیش گوئیوں میں دو چار بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

۱۔ کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۳۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ آپ کو عربی میں الہام ہوا۔ کہ اے مرزا ہم تجھ کو اسی سال کی عمر دیں گے۔ یا اس کے قریب۔

۲۔ اشتہار الانصار مجریہ ۴ اکتوبر ۱۸۹۶ء مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان و کتاب تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ میں ان کاموں کیلئے تجھے ۸۰ برس یا کچھ تھوڑا کم یا چند سال اسی برس سے زیادہ عمر دوں گا۔

۳۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے ضمیمہ کے صفحہ ۹۷ پر لکھتے ہیں۔ کہ خدا نے صریح لفظوں میں مجھے اطلاع دی۔ کہ تیری عمر اسی برس کی ہو گی۔ اور یا یہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔

۴۔ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ میری عمر اسی برس یا اس پر پانچ چار کم یا زیادہ ہو گی۔ لیکن مرزا صاحب ۶۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ لہذا یہ سب الہام غلط ثابت ہوئے آپ کے خلیفہ اول اور اخبار بدر نے یقیناً سعی کی ہے۔ کہ آپ کی عمر کو ۷۴ سال تک بڑھا دیں۔ مگر وہ

کامیاب نہیں ہوئے۔اس لئے کہ اس امر کا فیصلہ بھی مرزا صاحب خود کر گئے ہیں۔آپ کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۶۸ پر لکھ گئے۔کہ

"جب میری عمر ۴۰ برس تک پہنچی۔تو خداتعالے نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔اور یہ عجیب اتفاق ہوا۔کہ میری عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا۔تب خداتعالے نے الہام کے ذریعہ سے مجھ پر ظاہر کیا۔کہ تو اس صدی کا مجدد ہے"۔

اس کے معنی ہیں۔کہ سنہ ۱۳۰۱ھ میں مرزا صاحب کی عمر چالیس سال تھی۔اگر کم ہو تو ہو۔زیادہ نہیں ہو سکتی۔اس لئے کہ مرزا صاحب کے الفاظ "میری عمر چالیس برس تک پہونچی"۔کے یہی معنی ہو سکتے ہیں اور آپ فوت ہوئے سنہ ۱۳۲۶ھ میں لہذا آپ کی عمر ۶۵-۶۶ برس سے کسی طرح زیادہ نہیں ہو سکتی۔پس ثابت ہوا کہ اپنے انجام کے مقام اور وقت سے مرزا صاحب بالکل ناآگاہ تھے اسکے متعلق آپکے تمام الہامات سچے نہ تھے۔لہذا ان کا یہ دعوی کہ وہ نبی تھے درست نہیں ہو سکتا۔

قسط ہژدہم ۱۸

مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے متعلق کوئی بحث مکمل نہیں ہو سکتی۔جب تک ان کی ایک اور اہم اور ایسی پیش گوئی کا ذکر نہ کیا جائے۔جو شاید مرزا صاحب کے تمام دوسرے کارناموں کی نسبت زیادہ زیر بحث آچکی ہے۔میری مراد محترمہ محمدی بیگم صاحبہ سے مرزا صاحب کے نکاح کے متعلق مرزا صاحب کی پیشگوئی سے ہے۔یہ پیشگوئی بے شمار مرتبہ مباحثہ و مجادلہ کا اساس بن چکی ہے اور بعض اوقات اس کی وجہ سے جانبین سے غلاظت بھی پھینکی گئی۔لہذا میں چاہتا تھا۔کہ اس پیشگوئی پر بحث نہ کروں۔لیکن اس کو قلم زد کرنے میں ایک اندیشہ کا امکان ہے۔یعنی یہ کہ بعض مرزائی دوست میری نظر سے ایسے گذرے ہیں۔جو کسی دلیل کو حصول مقاصد کے لئے کہتریا نامناسب نہیں جانتے امکان ہے۔کہ وہ لوگوں سے یہی کہنا شروع کر دیں۔کہ (رشید) حبیب نے مرزا صاحب کے خلاف قلم اٹھایا۔اور سب کچھ لکھا۔لیکن محمدی بیگم کے نکاح کے مسئلہ پر اس نے خامہ فرسائی نہیں کی

اس لئے کہ وہ اس میں احمدی نقطہ نگاہ کا موید تھا یا کم از کم قادیاں کے دلائل کا لوہا مانتا تھا۔

اندریں حالات میں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اس مسئلہ کے متعلق بھی میں اپنے استدلال کو سپرد قلم کردوں۔ لیکن جو لوگ اس بحث میں سوقیانہ انداز گفتگو یا بازاری طرز تحریر کے متوقع رہتے ہیں۔ وہ اس قسط کے مطالعہ کی تکلیف گوارا نہ فرمائیں .... کہ انہیں مایوسی ہوگی۔

ہشتم۔ قبل ازیں کہ میں اس مسئلہ کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کا ذکر کروں۔ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ محترمہ محمدی بیگم صاحبہ اب تک بقید حیات ہیں عیالدار ہیں اور ان کے شوہر بھی زندہ اور سلامت مقام پٹی ضلع لاہور میں موجود ہیں۔ اسے اس موضوع پر تجدید بحث کا انہیں ناگوار گذرنا یقینی ہے۔ لہذا میں ان سے با ادب عذر خواہ ہوتا ہوں۔

محمدی بیگم صاحبہ اور مرزا صاحب کا وہ تعلق جو مرزا صاحب چاہتے تھے پیدا نہیں ہو سکا یعنی محترمہ موصوفہ مرزا صاحب کے نکاح میں نہیں آئیں۔ لیکن ویسے وہ مرزا صاحب کی قریبی رشتہ دار تھیں۔ اور رشتہ بھی کئی طرح کا تھا۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ محمدی بیگم صاحبہ مرزا صاحب کی بھانجی یعنی ہمشیرہ زادی تھیں۔ یہ صحیح ہے کہ محمدی بیگم صاحبہ کی والدہ مرزا صاحب کی سگی ہمشیرہ نہ تھیں۔ بلکہ وہ مرزا صاحب کی چچا زاد بہن تھیں۔ تاہم چچا زاد بہن کی اولاد ہونیکی وجہ سے محمدی بیگم ان کی بھانجی ضرور تھیں۔

۲۔ مرزا صاحب کی چچی زاد بہن جو محمدی بیگم صاحبہ کی والدہ تھیں۔ مرزا صاحب کے حقیقی ماموں کے لڑکے سے بیاہی ہوئی تھیں۔ گویا وہ مرزا صاحب کی بھاوجہ بھی تھیں۔ اور محمدی بیگم صاحبہ اس لحاظ سے مرزا صاحب کی بھتیجی بھی ہوتی تھیں۔

رشتے اور بھی تھے۔ لیکن یہ دو رشتے قریب ترین تھے یعنی یہ کہ محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرزا صاحب کی ہمشیرہ زادی یعنی بھانجی اور برادر زادی یعنی بھتیجی بھی تھیں۔ لیکن تقاضائے انصاف یہ ہے۔ کہ میں تسلیم کروں کہ شرعاً مرزا صاحب ان سے نکاح کر سکتے تھے۔ لہذا بروئے دستور و عرف عام خواہ

ملاحظہ ہو قسط ۱۶ صفحہ ۹

بھانجی اور بھتیجی سے مطالبۂ نکاح معیوب کیوں نہ ہو شرعاً جو بات جائز ہے۔ اس پر رشتہ داری کے نام سے انگشت اٹھانا خارج از بحث ہے۔

محمدی بیگم صاحبہ سے نکاح کا خیال مرزا صاحب کو جس طرح سے پیدا ہوا۔ وہ بھی قابل ذکر ہے۔ سُنئے۔ محمدی بیگم صاحبہ کے والد مرحوم کا اسم گرامی احمد بیگ صاحب تھا۔ ان کی ایک بہن تھیں جو محمدی بیگم کی پھوپھی ہوتی تھیں۔ اس خاتون کا شوہر عرصہ سے مفقود الخبر تھا۔ احمد بیگ صاحب نے چاہا کہ بہن کی جائداد انہیں بذریعہ ہبہ مل جائے۔ اور ان کی بہن کی مرضی بھی یہی تھی۔ لیکن مرزا صاحب کے منشا اور ان کی رضامندی کے سوا قانوناً ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ لہذا ان کو رضامند کرنے کیلئے احمد بیگ کی بیوی صاحبہ یعنی محمدی بیگم کی والدہ محترمہ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور اس ہبہ نامہ کے متعلق آپ کی رضامندی چاہی۔ مرزا صاحب نے جواب میں فرمایا کہ ہم استخارہ کرنے کے بعد اس کا فیصلہ کریں گے۔

کچھ عرصہ تک جواب کا انتظار کرنے کے بعد محمدی بیگم کے والد صاحب خود مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہبہ نامہ کا ذکر چھیڑا۔ مرزا صاحب نے پھر استخارہ کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن ان کے اصرار پر اُسی وقت حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اور استخارہ کیا۔ مگر جواب میں جو وحی نازل ہوئی۔ اس میں آپ کو ہدایت کی گئی۔ کہ آپ محمدی بیگم کا رشتہ طلب کریں اور اگر یہ رشتہ مل جائے تو سائل کی امداد کریں۔ ورنہ ہرگز اس کی امداد نہ کریں۔ اس خیال سے کہ لوگ اس ہبہ کے مسئلہ کو محمدی بیگم سے مرزا صاحب کے مطالبہ نکاح کا محرک ماننے میں شائد تامل کریں لہذا میں مرزا صاحب کی ایک تحریر بطور ثبوت پیش کرتا ہوں۔ یہ تحریر عربی میں ہے۔ لیکن اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ یہ تحریر کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحات ۵۷۲ و ۵۷۳ پر موجود ہے۔ وھو ہذا:۔

"اللہ تعالےٰ نے مجھ پر وحی نازل کی۔ کہ اس شخص (احمد بیگ) کی بڑی لڑکی کے نکاح کیلئے درخواست کر اور اس سے کہدے کہ پہلے وہ تمہیں دامادی میں قبول کرے اور پھر تمہارے

نور سے روشنی حاصل کرے اور کہدے کہ مجھے اس زمین کے ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے جس کے تم خواہشمند ہو۔ بلکہ اس کے علاوہ اور زمین بھی دی جائے گی۔ اور دیگر مزید احسانات تم پر کئے جائیں گے۔ بشرطیکہ تم اپنی بڑی لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دو۔ میرے اور تمہارے درمیان یہی عہد ہے تم مان لو گے تو میں بھی تسلیم کروں گا۔ اگر تم قبول نہ کرو گے تو خبردار رہو مجھے خدا نے یہ بتلایا ہے۔ کہ اگر کسی اور شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا تو نہ اس لڑکی کے لئے یہ نکاح مبارک ہوگا۔ اور نہ تمہارے لئے اس صورت میں تم پر مصائب نازل ہونگے۔ جن کا نتیجہ موت ہوگا۔ پس تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مر جاؤ گے بلکہ تمہاری موت قریب ہے۔ اور ایسا ہی اس لڑکی کا شوہر بھی اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔ پس جو کرنا ہے کر لو۔ میں نے تم کو نصیحت کر دی ہے۔ پس وہ تیوڑی چڑھا کر چلا گیا"۔

الہام کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مرزا صاحب نکاح کی صورت میں ہبہ کی اجازت دینے پر تیار تھے۔ اس کے علاوہ اس میں محمدی بیگم کے والد صاحب کے لئے اقرار کی صورت میں انعام و اکرام کا لالچ بھی موجود تھا۔ اور انکار کی صورت میں دھمکی بھی موجود تھی۔ لیکن تعجب ہے کہ احمد بیگ صاحب پر نہ لالچ کا اثر ہوا۔ اور نہ تخویف کا اور اس نے رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس انکار کی وجوہات کیا تھیں۔ لیکن ممکن ہے۔ کہ محمدی بیگم چونکہ مرزا صاحب کی بھانجی اور بھتیجی تھیں لہذا احمد بیگ صاحب کو اس میں تکلیف محسوس ہوئی۔ علاوہ ازیں محمدی بیگم صاحبہ مرزا صاحب کے سگے فرزند فضل احمد صاحب کی بیوی یعنی مرزا صاحب کی بہو کی رماموں زاد بہن بھی تھیں۔ لہذا بہو کی بہن کا بہو کے خسر کے ساتھ نکاح شاید کسی کو بھایا نہ ہوگا۔

علاوہ ازیں مرزا صاحب اور محمدی بیگم صاحبہ کی عمروں میں بھی بہت تفاوت تھا۔ اور اگرچہ شرعاً یہ کوئی عیب نہیں کہ میاں بیوی کی عمروں میں تفاوت ہو۔ اور آئے دن تفاوت عمر کے بہت زیادہ ہونے کے باوجود لوگوں میں نکاح ہوتے رہتے ہیں۔ تاہم لوگ بالعموم اپنی بیٹی کسی معمر

شخص کو دینا پسند نہیں کرتے خصوصاً اس صورت میں کہ شخص مذکور صاحب عیال ہو۔ بیوی زندہ موجود رکھتا ہو۔ اور اس کی اولاد جوان برسر کار اور عیالدار ہو۔ میں احمد بیگ کے انکار کو طبعی سمجھتا ہوں اور ان کو مجرم نہیں سمجھتا۔ مجھے تعجب ہے کہ خداوند کریم نے ایک شخص کو محض اس لیئے (بقول مرزا صاحب) قہر کیلیئے چن لیا کہ اس نے اپنی لڑکی کو خدا کے نبی کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ شائد انبیاء علیہ السلام کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں۔ کہ انہوں نے کسی سے نکاح کرنا چاہا ہو اور عورت کا ولی محض انکار کی وجہ سے قہر الٰہی کا مستوجب بن گیا ہو۔

مرزا صاحب اور محمدی بیگم صاحبہ کی عمروں میں جو فرق تھا۔ اس کا ثبوت بھی مرزا صاحب ہی کی تحریر میں موجود ہے۔ چنانچہ کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۵۷۴ پر عربی زبان میں ایک فقرہ موجود ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

"یہ میری مخطوبہ (مطلوبہ) ابھی چھوکری ہے" اور میری عمر اس وقت پچاس سال کے لگ بھگ ہے"

قسط نوازدہم ۱۹

ہر انسان حصول مقصد کے لیئے تحریص تخویف اور خوشامد کے تمام ذرائع استعمال کرتا ہے . . .

محمدی بیگم کے حصول کے لیئے مرزا صاحب نے بھی ان تمام ذرائع کو استعمال کیا۔ ان میں اور عام انسان میں فرق تھا تو صرف یہ کہ ان کی طرف سے تخویف و تحریص کے جو ذرائع استعمال میں لائے تھے۔ ان کو الہام الٰہی کی منظوری بھی حاصل تھی۔ (معاذ اللہ)

مرزا صاحب کے یہ جتا دینے کے باوجود کہ اگر محمدی بیگم کو کسی اور جگہ بیاہا۔ تو اس کا خاندان مصائب میں مبتلا ہو گا۔ محترمہ موصوفہ کے والد ماجد نے اسکی شادی دوسری جگہ کر دی۔ اس کے بعد بھی مرزا صاحب اس خیال سے باز نہ آئے۔ اور وہ محمدی بیگم کے حصول کے لیئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کرتے رہے۔ ان کو الہام ہوا۔ کہ خداوند تعالےٰ تمام موانع کو دور کرنے کے بعد انجام کار محمدی بیگم ان کو دلوا دے گا۔ ملاحظہ ہو۔ مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔ مگر یہ خیال یا یہ الہام

بھی غلط نکلا۔ اور مرزا صاحب کو تا دم مرگ محمدی بیگم سے ملاقات تک نصیب نہیں ہوئی۔

مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے متعلق جو الہامات شائع کئے۔ وہ قابل ملاحظہ ہیں۔ اور میں ان میں سے بعض کو درج ذیل کرتا ہوں۔

سب سے پہلے مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا۔ اس اشتہار کی تاریخ دس جولائی ۱۸۸۸ء ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

(۱) اس خدائے قادر مطلق نے مجھے فرمایا۔ کہ اس شخص (احمد بیگ) کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے۔ کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط پر کیا جائیگا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے۔ جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی۔ وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔ اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔ اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ خدا تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے۔ کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جسکی نسبت درخواست کی گئی تھی۔ ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔ اور بے دینوں کو مسلمان بنائے گا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلائے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے۔ کذبوا بآیاتنا وکانوا بہا یستھزءون فسیکفیکھم اللہ ویردھا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لما یرید انت معی وانا معک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔ (ترجمہ) انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا۔ اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کیلئے جو اس

کام کو روک رہے ہیں۔ تمہارا مددگار ہوگا۔ اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے۔ کہ جو کچھ چاہے وہ ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کی رائے سے بدگوئی کرتے ہیں۔ اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ لیکن آخرکار خداتعالیٰ کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہونگے۔ اور سچائی کھلنے سے چاروں طرف تعریف ہوگی۔

(۲) عرصہ تقریباً تین برس کا ہوا۔ کہ بعض تحریکات کی وجہ سے جن کا مفصل ذکر اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ خداتعالیٰ نے پیشگوئی کے طور پر ظاہر فرمایا۔ کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی۔ اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے۔ اور بہت مانع آئیں گے۔ اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو۔ لیکن آخرکار ایسا ہی ہوگا۔ اور فرمایا کہ خداتعالیٰ ہر طرح سے اسکو تمہاری طرف لائے گا۔ باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک کو درمیان سے اٹھاوے گا۔ اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ چنانچہ اس پیشگوئی کا مفصل بیان مع اس کے ان تمام لوازم کے جنہوں نے انسان کی طاقت سے اس کو باہر کر دیا۔ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ اور وہ اشتہار عام طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ جس کی نسبت آریوں کے بعض منصف مزاج لوگوں نے بھی شہادت دی۔ اگر یہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔ تو بلاشبہ یہ خداتعالیٰ کا فعل ہے۔ اور یہ پیشگوئی سخت مخالف قوم کے مقابل پر ہے۔ جنہوں نے گویا دشمنی اور عناد کی تلواریں کھینچی ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک کو جسے ان کے حال سے خبر ہوگی۔ وہ اس پیشگوئی کی عظمت خوب سمجھتا ہوگا۔ ہم نے اس پیشگوئی کو اس جگہ مفصل نہیں لکھا تا بار بار کسی متعلق پیشگوئی کی دل شکنی نہ ہو۔ لیکن جو شخص اشتہار پڑھے گا۔ وہ گو کیسا ہی متعصب ہوگا۔ اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ مضمون

اس پیشگوئی کا انسان کی قدرت سے بالاتر ہے۔ اور اس بات کا جواب بھی کامل اور مسکت طور پر اسی اشتہار سے ملے گا۔ کہ خداوند تعالےٰ نے کیوں یہ پیشگوئی بیان فرمائی۔ اور اس میں کیا مصالح ہیں۔ اور کیوں اور کس دلیل سے یہ انسانی طاقتوں سے بلند تر ہے۔

اب اس جگہ مطلب یہ ہے۔ کہ جب یہ پیشگوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی (جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء ہے پوری نہیں ہوئی) تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی۔ یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہونچ گئی۔ بلکہ موت کو سامنے دیکھکر وصیت بھی کردی گئی اس وقت گویا پیشگوئی آنکھوں کے سامنے آگئی اور یہ معلوم ہو رہا تھا۔ کہ اب آخری دم ہے۔ اور کل جنازہ نکلنے والا ہے۔ تب میں نے اس پیشگوئی کی نسبت خیال کیا۔ کہ شاید اس کے اور معنی ہونگے۔ جو میں سمجھ نہیں سکا۔ تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا۔ الحق من ربک فلا تکونن من الممترین۔ یعنی بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے۔ تو کیوں شک کرتا ہے۔" (ازالہ اوہام ص۳۹۶ تا ۳۹۸)

(۳) اس عاجز نے ایک دینی خصوصیت پیش آجانے سے پہلے اپنے ایک قریبی مرزا احمد بیگ ولد گاماں بیگ ہوشیارپوری کی دختر کلاں کی نسبت بحکم الہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خداتعالےٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئیگی خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے یا خداتعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آوے۔ (انتہی ملخصاً)

(۴) میری اس پیشگوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوے ہیں۔ اول نکاح کے وقت میرا زندہ رہنا۔ دوم۔ نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔ سوم۔ پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہونچے گا۔ چہارم۔ اسکے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مرجانا۔ پنجم۔ اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا۔ ششم۔ پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت

مخالفت اُس کے اقارب کے میرے نکاح میں آ جانا۔ اب آپ ایمان سے کہیں کہ یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں۔ اور وہ اپنے دل کو تھام کر سوچ لیں۔ کہ کیا ایسی پیشگوئی سچے ہو جانے کی حالت میں انسان کا فعل ہو سکتی ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۵)

(۵) وہ پیشگوئی جو مسلمان قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان ہے۔ کیونکہ اس کے اجزا یہ ہیں (۱) کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو (۲) اور پھر داماد اُس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے۔ اڑھائی سال کے اندر فوت ہو (۳) اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو (۴) اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔ (۵) اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔ (۶) اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں (شہادت القرآن صفحہ ۶۵)

(۶) میں بالآخر دعا کرتا ہوں۔ کہ اے خدائے قادر علیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر (اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ)

قسط بستم ۲۰

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ سے زوجیت کا تعلق پیدا کرنے کے لئے مرزا صاحب نے جو الہامات شائع کئے ان میں سے بعض میں قسط گذشتہ میں بطور نمونہ پیش کر چکا ہوں۔ چند اور الہامات جو اسی قبیل کے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

(۷) نفس پیشگوئی سے اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے۔ لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی میری بات یہ نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔ (اشتہار ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)

(۸) میں (مرزا) نے بڑی عاجزی سے خدا سے دعا کی تو اس نے مجھے الہام کیا۔ کہ میں ان (تیرے خاندان کے) لوگوں کو ان میں سے ایک نشانی دکھاؤں گا۔ خدا تعالیٰ نے ایک لڑکی (محمدی بیگم) کا نام لے کر فرمایا۔ کہ وہ بیوہ کی جائے گی۔ اور اس کا خاوند اور باپ یوم نکاح سے تین سال تک فوت ہو جائیں گے۔ پھر ہم اس لڑکی کو تیری طرف لائیں گے۔ اور کوئی اس کو روک نہ سکے گا۔ اور فرمایا میں اسے تیری طرف واپس لاؤنگا۔ خدا کے کلام میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اور تیرا خدا جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔"

(۹) کذبوا بایاتی وکانوبہا یستہزءون فسیکفیکہم اللّٰہ ویردھا الیک امر من لدنا انا کنا فاعلین زوجنا کہا الحق من ربک فلا تکونن من الممترین لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ان ربک فعال لما یرید انا رادھا الیک۔

(ترجمہ) انہوں نے میرے نشانوں کی تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا۔ سو خدا ان کے لئے تجھے کفایت کرے گا۔ اور عورت کو واپس تیری طرف لائے گا۔ ہماری طرف سے ہے۔ اور ہم ہی کرنیوالے ہیں بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے۔ پس تو شک کرنیوالوں سے مت ہو۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے۔ تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے۔ وہ بالضرور اس بات کو کر دیتا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے ہم اسکو واپس لانیوالے ہیں (انجام آتھم صفحہ ۶۰ و ۶۱)

(۱۰) خدا نے فرمایا۔ کہ یہ لوگ میری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اُن سے ٹھٹھا کرتے ہیں پس میں ان کو نشان دوں گا۔ اور تیرے لئے ان سب کو کافی ہوں گا۔ اور اس عورت کو جو احمد بیگ کی عورت کی بیٹی ہے۔ پھر تیری طرف واپس لاؤں گا۔ یعنی چونکہ وہ ایک اجنبی کے ساتھ نکاح ہو جانے کے سبب سے قبیلہ سے باہر نکل گئی ہے۔ پھر تیرے نکاح کے ذریعہ سے داخل کی جائے گی۔ خدا کی باتوں اور اس کے وعدوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور تیرا خدا جو کچھ چاہتا ہے۔ وہ کام ہر حالت میں ہو جاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ معرض التوا میں رہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے لفظ فسیکفیکہم اللّٰہ کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کیا۔ کہ وہ احمد بیگ

کی لڑکی کو روکنے والوں کو جان سے مار ڈالنے کے بعد میری طرف واپس لائے گا۔ اور اصل مقصود جان سے مار ڈالنا تھا۔

(۱۱) براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے سترہ برس پہلے اس پیشگوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ جو اس وقت میرے پر کھولا گیا ہے۔ اور وہ الہام ہے۔ جو براہین کے صفحہ ۴۹۶ میں مذکور ہے۔

یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ ——— یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ

یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ

اس جگہ تین جگہ زوج کا لفظ آیا اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے۔ پہلا نام آدم یہ وہ ابتدائی نام ہے۔ جبکہ خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا۔ اسوقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا۔ پھر دوسری زوجہ کے وقت میں مریم نام رکھا۔ کیونکہ اس وقت مبارک اولاد دی گئی۔ جسکو مسیح سے مشابہت ملی۔ اور نیز اس وقت مریم کی طرح کئی ابتلا پیش آئے جیساکہ مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت یہودیوں کی بدباطنیوں کا ابتلا پیش آیا۔ اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے۔ اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس وقت حمد اور تعریف ہوگی۔ یہ ایک چھپی ہوئی پیشگوئی ہے جس کا بھید اسوقت خدا تعالےٰ نے مجھ پر کھول دیا۔ غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف نام کے ساتھ جو بیان کیا گیا ہے۔ وہ اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ تھا (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴)

(۱۲) اس پیشگوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے۔ کہ یتزوج ویولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا۔ اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے۔ اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے۔ جو بطور نشان ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ

خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳)

(۱۳۷) احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیشگوئی ہے۔ وہ اشتہار میں درج ہے۔ اور ایک مشہور امر ہے۔ وہ امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے جو خط بنام مرزا احمد بیگ کلمۂ فضل رحمانی میں درج ہے۔ وہ میرا ہے۔ اور سچ ہے۔ وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی۔ مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا۔ جیسا کہ پیشگوئی میں درج ہے۔ وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ اس عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں ہنسی کی گئی ہے ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑے گا۔ اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہونگے پیشگوئی کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی شرطی تھی۔ اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی۔ اس لئے وہ بیاہ کے بعد چھ مہینوں کے اندر مر گیا۔ اور پیشگوئی کی دوسری جز پوری ہوگئی۔ اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا۔ اور خصوصاً شوہر پر پڑا۔ جو پیشگوئی کا ایک جز تھا۔ انہوں نے توبہ کی۔ چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے۔ اس لئے خدا نے اس کو مہلت دی۔ عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آجائے گی۔ امید کیسی یقین کامل ہے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں۔ ہو کر رہیں گی۔" (اخبار الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء مرزا صاحب کا حلفیہ بیان عدالت ضلع گورداسپور میں)

مرزا صاحب کے وہ اکثر الہامات ختم ہو چکے۔ جن کا تعلق محمدی بیگم صاحبہ سے مرزا صاحب کے تعلقات زن و شوہر پیدا کرنے سے تھا۔ ان الہامات سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ بقول مرزا صاحب

۱۔ اللہ تعالےٰ نے مرزا صاحب سے وعدہ کیا کہ محمدی بیگم باکرہ حالت میں ان کے قبضہ میں آئے گی۔ مگر ایسا نہ ہوا۔

۲۔ محمدی بیگم کا نکاح ہو چکا تو بھی اللہ تعالےٰ نے مرزا صاحب کو تسلی دی۔ کہ تمام موانع دور

کردیئے جائیں گے۔ اور محمدی بیگم آپ کے نکاح میں آئے گی۔ مگر ایسا بھی نہ ہوا۔

۳۔ مرزا صاحب سے اللہ تعالے نے صاف کہدیا۔ کہ محمدی بیگم سے تمہارا نکاح کردیا۔ مگر یہ الہام صحیح ثابت نہ ہوا۔

۴۔ اللہ تعالےٰ نے مرزا صاحب سے محمدی بیگم کے نکاح کو تقدیر مبرم یا اٹل قرار دیا۔ مگر یہ الہام صحیح ثابت نہ ہوا۔

۵۔ محمدی بیگم کے والدین کو بذریعہ الہام یقین دلایا گیا کہ اگر وہ اپنی لڑکی مرزا صاحب کو دیدیں گے تو ان پر انعام واکرام خداوندی کی بارش ہوگی۔ مگر انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ گویا الہامی تحریص کا انجام نہایت اندوہناک ہوا۔

۶۔ الہامات کے ذریعہ سے محمدی بیگم کے ورثا کو نکاح نہ کرنے کی صورت میں بدترین عقوبت و تکلیف سے ڈرایا گیا۔ مگر انہوں نے اس تخویف کی پرواہ نہ کی۔ اور واقعات اس بات کے شاہد ہیں۔ کہ اس دارالمحن میں ہر شخص جن تکالیف کا نشانہ بنتا ہے۔ ان سے مرزا صاحب کے مرید خود ان کا خاندان۔ ان کے ورثا اور خود مرزا صاحب بری نہ تھے۔ ان کے علاوہ محمدی بیگم صاحبہ پر یا ان کے شوہر پر یا ان کے والد ماجد پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔

۷۔ مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی۔ کہ محمدی بیگم کا والد فلاں میعاد کے اندر فوت ہوگا۔ اور ایسا ہوا۔ لیکن یہ ایک اتفاقی امر ہے۔ جس کی وقعت کسی صاحب دانش وبینش کی نظروں میں ایک پرکاہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتی۔

۸۔ مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی۔ کہ محمدی بیگم صاحبہ کا شوہر فلاں تاریخ تک فوت ہوجائیگا۔ لیکن وہ شخص میرے علم کے مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۳۲ء تک یعنی تاریخ مقررہ سے کامل تیس۳ سال بعد تک زندہ تھا۔ لہذا مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی بھی پوری نہیں ہوئی۔*

۹۔ خود محمدی بیگم صاحبہ گھر میں چین سے زندہ ہیں۔ ان کی زندگی ایسے آرام سے گذری جیسی کہ بالا وسط پنجاب کی ایسی عورتوں کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ سہاگن بانصیب صاحب مال اور اولاد ہوئی۔

* مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ اب تک زندہ ہے۔ مصنف

اس مسئلہ پر ابھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر وہ غیر ضروری ہے۔ اس لئے کہ اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ بہت واضح ہے۔ مرزا صاحب کو جب مخالفین نے تنگ کیا۔ کہ یہ سب الہامات ناکارہ ثابت ہوئے تو انہوں نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحات ۱۳۲ و ۱۳۳ پر لکھا کہ

"یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا۔ کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ درست ہے۔ مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی۔ جو اسی وقت شائع کی گئی تھی۔ اور وہ یہ کہ یاایتھا المراۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبک پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا۔ یا تاخیر میں پڑ گیا۔"

اس الہام کے الفاظ عجیب ہیں۔ نکاح فسخ ہو گیا یا ملتوی ہو گیا۔ ایک ایسا فقرہ ہے جس کی داد دینا آسان نہیں تعجب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ اطلاع مرتے دم تک نہ دی کہ اب یہ خاتون تمہارے قبضہ میں نہیں آ سکتی۔ رہا یہ مسئلہ کہ محمدی بیگم سے مطالبہ کیا گیا تھا۔ کہ وہ توبہ کرے۔ ایک جدت ہے جس کا اس تحریر سے پہلے کہیں پتہ نہیں چلتا۔ محمدی بیگم آزاد نہ تھی۔ وہ رسیم کی وجہ سے والدین کے قبضہ میں تھی۔ والدین نے اسے جس کے سپرد کیا۔ وہ ایک سعادتمند بیٹی کی طرح اپنے شوہر کے پاس گئی۔ اور اس نے ایک شریف زادی کی طرح اس کے قدموں میں زندگی گذار دی۔ لہٰذا اس سے توبہ کا مطالبہ بے حد عجیب اور رسوم پنجاب سے خدائے تعالیٰ کی ناواقفی (معاذ اللہ) کا ایک بدیہی ثبوت ہے۔ اور بس۔

قسط بست و یکم ۲۱

اس بحث کی ابتدا میں میں نے لکھا تھا۔ کہ مرزا صاحب نے محمدی بیگم صاحبہ کے حصول کیلئے تحریص و تخویف کے طریق کار کو اختیار کیا۔ الہامات نے اس پروپاگنڈہ میں مرزا صاحب کی جو مدد کی۔ وہ ان الہامات سے ظاہر ہے۔ جو اوپر درج ہو چکے ہیں۔ اور ان کا جو نتیجہ نکلا۔ وہ بھی

ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ لیکن خاص طور پر قابل لحاظ یہ حقیقت ہے۔ کہ خود مرزا صاحب کو ان الہامات کے مؤثر ہونے پر اعتماد نہ تھا۔ اس لئے کہ اگر وہ ان الہامات پر اعتماد کلی رکھتے تو ان کی اشاعت پر قناعت کرتے۔ اور حصول مقصد کیلئے دوسرے ذرائع استعمال میں نہ لاتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور غیر الہامی تحریص و تخویف کے آلات کو بھی خوب استعمال کیا۔

غیر الہامی تخویف و تحریص کی داستان بھی دلچسپ ہے۔ ذرا اس کا نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

آپ نے اپنی سمدھن یعنی اپنے لڑکے فضل احمد کی ساس کو جو محمدی بیگم کی پھوپھی ہوتی تھیں ذیل کا خط لکھا :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی۔ والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو۔ کہ مجھکو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک محمدی بیگم مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونیوالا ہے۔ اور میں خدا کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا۔ اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں۔ کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح سمجھا سکتی ہو۔ سمجھاؤ۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا۔ تو آج میں نے مولوی نورالدین اور فضل احمد کو خط لکھدیا ہے۔ اور اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ۔ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ ہم کو بھیجدے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے۔ تو اس کو عاق کیا جائے۔ اور اپنا اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو امید رکھتا ہوں۔ کہ شرعی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائے گا۔ جس کا مضمون یہ ہوگا۔ کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی بیگم کا غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے۔ تو پھر اس روز سے جو محمدی بیگم کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا۔ اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ تو یہ شرطی طلاق ہے۔ اور مجھے اللہ تعالےٰ کی قسم ہے۔ کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا پھر وہ میری وراثت سے ایک ذرہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھالو

تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح کوشش کرنا چاہی اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی۔ مگر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی۔ کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا۔ اس دن عزت بی بی کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ (راقم مرزا غلام احمد از لدھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء)

ایک خط محمدی بیگم کے باپ مرزا احمد بیگ کو لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

"آپ کی لڑکی محمدی بیگم سے میرا آسمان پر نکاح ہو چکا ہے۔ اور مجھ کو الہام پر ایسا ایمان ہے جیسے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر۔ مجھے خدائے تعالیٰ قادر مطلق کی قسم ہے کہ یہ بات اٹل ہے۔ یعنی خدا کا کیا ہوا ضرور ہوگا محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی۔ اگر آپ کسی اور جگہ نکاح کریں گے۔ تو اسلام کی بڑی ہتک ہوگی۔ کیونکہ میں دس لاکھ آدمی میں اس پیشگوئی کو مشتہر کر چکا ہوں۔ اگر آپ ناطہ نہ کریں گے۔ تو میرا الہام جھوٹا ہوگا۔ اور جگت ہنسائی ہوگی۔ جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے۔ زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے معاون بنیں۔ دوسری جگہ رشتہ نامبارک ہوگا۔ میں نہایت عاجزی سے اور ادب سے التماس کرتا ہوں۔ کہ اس رشتہ سے انحراف نہ کریں۔ جو آپ کی لڑکی کیلئے گوناگوں برکتوں کا باعث ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ"۔

ایک ایسا ہی خط اپنے سمدھی مرزا علی شیر بیگ (والد عزت بی بی) کے نام بھی لکھا۔ اور اس میں اپنی بیکسی۔ بے بسی ظاہر کر کے خواہش کی۔ کہ اپنی بیوی (والدہ عزت بی بی) کو سمجھا دیں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ (والد محمدی بیگم) سے لڑ جھگڑ کر اسے اس ارادہ سے باز رکھیں۔ ورنہ میں تمہاری لڑکی کو اپنے بیٹے فضل احمد سے طلاق دلوا دوں گا۔ آپ اس وقت کو سنبھال لیں۔ اور احمد بیگ کو اس ارادہ سے منع کر دیں۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم۔ کہ یہ سب رشتہ ناطہ توڑ دوں گا۔ اور اگر میں خدا کا ہوں۔ تو وہ مجھے بچائے گا۔

باوجود ان خطوط کے بھی مرزا صاحب کا نکاح محمدی بیگم سے نہ ہوا۔ اور ادھر فضل احمد نے بھی اپنی بیوی کو طلاق نہ دی۔ اور اپنے والد صاحب کے گھر کو روشن ترکرنے کی مطلق پرواہ نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی قسموں کے مطابق مرزا صاحب نے اپنی زوجہ اول۔ اور دو لڑکوں مرزا سلطان احمد بیگ وفضل احمد بیگ سے قطع تعلق کر لیا۔ (دیکھو اشتہار نصرت دین وقطع تعلق از اقارب مخالف دین)

محمدی بیگم صاحبہ کے حصول کے لئے مرزا صاحب کی الہامی اور غیر الہامی مساعی کے متعلق جو کچھ مجھے عرض کرنا تھا۔ وہ اختتام کو پہنچا۔ (الحمد اللہ علیٰ ذالک) لیکن قبل ازیں کہ میں اس قصہ کو ختم کروں۔ میں اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میری ناقص رائے میں یہ قضیہ دولحاظ سے مرزا صاحب کے خلاف جاتا ہے۔ اول تو یوں کہ مرزا صاحب نے اس معاملہ کے متعلق جس قدر پیشگوئیاں بھی کیں وہ (احمد بیگ مرحوم کے سوا) سب کی سب غلط ثابت ہوئیں۔ اور دوسرے یوں کہ مرزا صاحب نے ناکامی سے غصہ کھا کر اپنی پہلی بیگم صاحبہ محترمہ سے قطع تعلق کر لیا۔ انہوں نے اپنی سمدھن کو یہ دھمکی دی کہ اگر وہ اپنے بھائی (محمدی بیگم کے والد) کو دباؤ ڈال کر رشتہ دینے پر راضی نہ کرے گی۔ تو اس کی لڑکی کو طلاق دلوادی جائے گی۔ ناکامی کی صورت میں مرزا صاحب نے اپنے لڑکے فضل احمد بیگ کو مجبور کیا۔ کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ حالانکہ اس عفیفہ کا کوئی قصور نہ تھا۔ اور وہ اپنی عمر اور حالت کے لحاظ سے محمدی بیگم صاحبہ کا رشتہ دلوانے میں کوئی با اثر مداخلت نہیں کر سکتی تھیں۔

انتہا یہ ہے۔ کہ جب فضل احمد بیگ صاحب نے اپنے والد ماجد یعنی مرزا صاحب کے اشارے پر ناچنے سے انکار کر دیا۔ اور بیگناہ بیوی کو طلاق نہ دی۔ تو مرزا صاحب اس سے ناراض ہو گئے اور اسے عاق اور محروم الارث کر دیا۔ حالانکہ عاق بیٹے کو بھی محروم الوارث کرنا شریعت کے خلاف ہے۔ میں جب اس واقعہ پر غور کرتا ہوں۔ تو فضل احمد بیگ صاحب کی عزت میرے دل میں المضاعف ہو جاتی ہے۔ اسلئے کہ خدائے قدوس نے جہاں یہ حکم دیا ہے۔ کہ کوئی فرزند والدین کے سامنے (جب وہ بہت بوڑھے ہو جائیں تو) اف بھی نہ کرے۔ وہاں یہ بھی حکم دیا ہے کہ شریعت کیخلاف

والدین کے احکام کی پابندی نہ کی جائے۔ اور کسی گروہ، قوم یا خاندان کی عداوت کی وجہ سے مسلمان کو جادۂ عدل و انصاف سے کبھی منحرف نہیں ہونا چاہئے۔

مرزا صاحب نے اپنے بیٹے مرزا سلطان احمد بیگ سے بھی قطع تعلق کر لیا۔ ان دونوں بھائیوں نے حفظ حدود شریعت کیلئے مالی لحاظ سے بہت بڑا نقصان اٹھایا۔ اگر وہ شریعت کو چھوڑ کر مرزا صاحب کو راضی رکھتے تو آج قادیان کی لاتعداد دولت کے مالک ہوتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا جزاہم اللہ تعالیٰ۔

مرزا صاحب نے خفا ہو کر جو کچھ کیا۔ وہ ان کے ایسے بلند پایہ انسان کی شان کے لائق نہ تھا مرزا صاحب کی اردو کمزور اور بھس بھسی تھی۔ تو کیا وہ ہی متبحر عالم تو تھے۔ لہٰذا یہ سب افعال انکی شان سے بطور عالم و انسان بعید تھے تا بہ نبی اللہ چہ رسد۔

قسط بست و دوم ۲۲

مرزا صاحب کے ایسے افعال و اقوال جو ایک عام انسان کی شان شایاں بھی نہیں ہیں۔ اسی ایک مثال تک محدود نہیں ہیں۔ کہ انہوں نے ایک عورت کے حصول میں ناکام ہو کر اپنی رفیقہ حیات اور اپنی اولاد پر سختی روا رکھی۔ بلکہ اس کی کئی مثالیں آسانی سے پیش کی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کی تحریک قبول نہ کرنے کے لئے میرے پاس

سولہویں دلیل

یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بعض افعال و اقوال پیغمبر تو کجا عام انسان کی شان کے شایاں بھی نہ تھے۔ اس کی مثالیں گنواتا ہوں تو عرض کرنا پڑے گا۔ کہ

۱۔ آپ نے محمدی بیگم کے حصول میں ناکام ہونے پر اپنی پہلی بیگم جو بیگناہ تھیں قطع تعلق کر لیا۔

۲۔ بیٹوں کو بلا وجہ عاق کر دیا۔

۳۔ محمدی بیگم کے والد اور محمدی بیگم کی پھوپھی میں نفاق ڈالنے کی سعی کی۔

۴۔ اپنی بے گناہ و بے بس بہو کو طلاق دلوانے کی کوشش کی۔

۵۔ آپ نے حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ محترمہ کے خلاف ایسے الفاظ استعمال کئے جو نہایت ہی ثقیل و نامناسب تھے۔ حضرت خاتم النبین رحمتہ اللعالمین کے زمانہ میں بھی عیسائی اور موسائی لوگ حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ لیکن صاحبؐ قاب قوسین او ادنےٰ نے ان کے معتقدات کی تردید نہایت مہذب الفاظ میں کی۔ جس کا شاہد قرآن ہے حضور سرور کائنات نے حضرت عیسیٰ کی شان کو نہایت اعلیٰ الفاظ میں بیان کیا۔ اور انکی مادر محترمہ کی عصمت کی شہادت دی۔ قرآن پاک میں بھی ان کا ذکر فخر و مباہات سے موجود ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے موصوفہ قرآن و حدیث کی شان میں رکیک الفاظ استعمال کئے۔ مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادب مانع ہے کہ میں ان کے متعلق دلیل پیش کرنے کے خیال سے نقلاً بھی ایسے الفاظ استعمال کروں جو تہذیب سے گرے ہوئے ہیں۔ اور ان کی والدہ محترمہ کے متعلق تو میں ہرگز کوئی برا لفظ بطور مثال بھی استعمال نہیں کر سکتا۔ لہٰذا میں مرزا صاحب کی دو تحریریں بطور مثال پیش کرتا ہوں جن میں انہوں نے نبیا حضرتا عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کی ہے۔ اور اسی پر اپنی اس تحریر کے اس حصہ کو ختم کرتا ہوں۔

مرزا صاحب اپنی کتاب کشتی نوح کے صفحہ ۶۵ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ کہ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ (معاذ اللہ۔ جیبت)

پھر آپ اپنی کتاب مکتوبات احمدیہ کی جلد ۳ کے صفحہ ۲۴ ۲۴ پر رقم فرما ہیں کہ:۔

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیو۔ شرابی۔ نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار متکبر خود بین خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔

یاد رہے کہ آخری الزام کی تردید خود خداوند تعالےٰ نے قرآن پاک میں کی ہے۔ یعنی کہ حضرت عیسیٰ نے خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

۶۔ مرزا صاحب نے اپنے منکروں کو ایسی گالیاں دی ہیں۔ جو از بس دل آزار ہیں حالانکہ آپ

خود اس عادت کی مذمت کرتے ہوئے اپنی کتاب کشتی نوح کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں کہ :۔

"کسی کو گالی مت دو۔ گو وہ گالی دیتا ہو"

پھر اپنی کتاب ضرورت الامام کے صفحہ ۸ پر خود ہی فرماتے ہیں کہ :۔

"چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں ۔سفلوں اور بد زبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لیے ان میں اعلےٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے ۔تا ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو۔ اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں ۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے"۔

مرزا صاحب کے اس کلام کا تقاضا تو یہ تھا ۔کہ وہ اپنے مخالفین کی بدگوئی کے مقابلہ میں کلام نرم سے کام لیتے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے ۔کہ مخالفین کو انہوں نے بے نقط گالیاں دی ہیں ۔ پر اگر ایسا کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی عذر تھا بھی ۔تو ان لوگوں کو کوسنے کے لئے ان کی طرف سے کیا عذر پیش کیا جا سکتا ہے ۔جنہوں نے مرزا صاحب کو برا بھلا نہیں کہا ۔ بلکہ ان کے دعاوی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ۔ ایسے لوگوں کے متعلق کتاب انوار اسلام کے صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں :۔

"جو شخص اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ فلاں کے متعلق مرزا صاحب کی پیشگوئی غلط نکلی اور کچھ شرم وحیا کو کام نہیں لائے گا ۔ اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز نہیں رہے گا ۔ اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا ۔تو صاف سمجھا جائے گا ۔کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے ۔ اور وہ حلال زادہ نہیں"۔

۷ ۔ لیکن مرزا صاحب کی شان کے خلاف ان کی سب سے دل آزار تحریر وہ ہے ۔جو خود انکے قلم سے نکلی ۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے ۔کہ آپ نے ادعائے نبوت سے پہلے اعلان کیا کہ آپ کو براہین احمدیہ کے نام سے ایک کتاب شائع کرنا ہے ۔لیکن روپیہ موجود نہیں ۔لہذا مسلمان

قیمت پیشگی روانہ کردیں۔ اس لئے کہ اس کتاب میں حقانیت اسلام پر تین سو دلائل ہوں گے۔ لوگوں نے لاکھوں روپے روانہ کئے۔ جس کا مرزا صاحب نے خود اعتراف کیا۔ آپ نے تین جلدیں لکھنے کے بعد اعلان کیا۔ کہ کتاب ایک سو جز تک پہنچ گئی ہے۔ اور قیمت بڑھا کر پہلے دس اور پھر پچیس روپے کردی۔ لیکن چوتھی جلد کے خاتمہ پر آپ نے اعلان کردیا۔ کہ اب اس کتاب کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لی ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے کتاب کی اشاعت بند کردی۔ قطع نظر اس کے کہ بقول مرزا صاحب اللہ تعالےٰ نے جو وعدہ تکمیل کتاب کے متعلق کیا تھا۔ وہ اب تک پورا نہیں ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں اپنی شان یوں بیان کرتا ہے۔ کہ ہمارا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ مرزا صاحب نے خود اس کتاب کے متعلق اپنے مواعید کو پس پشت ڈال دیا۔ لیکن جب لوگوں نے تقاضے کئے تو آپ نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جو اخبار بدر قادیان مجریہ ۹ اگست ۱۹۰۶ء میں درج ہوا۔ اس کا مضمون درج ذیل ہے:۔

"اس توقف کو بطور اعتراض پیش کرنا محض لغو ہے۔ قرآن کریم بھی باوجود کلام الٰہی ہونے کے ۲۳ برس میں نازل ہوا۔ پھر اگر خدائے تعالیٰ کی حکمت نے بعض مصالح کی غرض سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈال دی۔ تو اس میں کونسا ہرج تھا۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ بطور پیشگی خریداروں سے روپیہ لیا ہے۔ تو ایسا خیال کرنا بھی **حمق** اور **ناواقفی** ہے کیونکہ اکثر براہین احمدیہ کا حصہ مفت تقسیم ہوا ہے۔ اور بعض سے پانچ روپیہ اور بعض سے آٹھ آنہ تک قیمت لے لی گئی ہے۔ اور ایسے بہت کم لوگ ہیں۔ جن سے دس روپیہ لئے گئے۔ اور جن سے پچیس روپیہ لئے گئے ہوں۔ وہ تو صرف چند ہی انسان ہیں۔ اور پھر باوجود اس قیمت کے جو ان حصص براہین احمدیہ کے مقابل جو منطبع ہو کر خریداروں کو دیئے گئے کچھ عجیب نہیں۔ بلکہ عین موزوں ہے۔ اعتراض کرنا سراسر **کمینگی** اور **سفاہت** ہے پھر بھی ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق شور و غوغا کا خیال کرکے دو مرتبہ اشتہار دیدیا۔ کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے۔ وہ ہماری کتاب ہمارے پاس روانہ

کردے۔ اور اپنی قیمت واپس لے لے۔ چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے۔ انہوں نے کتابیں واپس کردیں۔ اور قیمت لے لی۔ اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کرکے بھیجا۔ مگر ہم نے قیمت دیدی۔ کئی دفعہ ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ ہم ایسے کمینہ طبعوں کی نازبرداری نہیں کرنا چاہتے۔ اور ہر ایک وقت قیمت واپس دینے کو تیار ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایسے دنی الطبع لوگوں سے خدا نے ہم کو فراغت بخشی۔

ناظرین کرام اس اشتہار کو بار بار پڑھیں۔ اور فیصلہ کریں۔ کہ یہ تحریر ایک نبی تو کیا معمولی انسان کے شایان شان بھی ہے؟

قسط ۲۳ بست و سوم

مرزا صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ ایسے ہیں۔ جن کے خلاف نرم ترین الفاظ میں صدائے احتجاج بلند کرنے والا بھی اس کے سوا اور کچھ کہہ نہیں سکتا۔ کہ مرزا صاحب کے یہ الفاظ ایک معمولی آدمی کے شایان شان بھی نہیں۔ تا بہ نبی اللہ چہ رسد۔ اس خیال سے کہ ناظرین کرام ان افعال و اقوال کا موازنہ کرتے ہوئے کہیں۔ اس معیار کو نظر انداز نہ کردیں۔ جو مرزا صاحب نے خود مقرر کیا ہے۔ میں مکرر عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب کتاب ضرورت الامام کے صفحہ ۸ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

یہ نہایت قابل شرم بات ہے۔ کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے۔

مگر اپنے اس قول کے باوجود آپ نے اپنے وقت کے مولویوں کو بعض اوقات اشتعال کے بعد اور اکثر اوقات بلا اشتعال ایسی گالیاں دی ہیں۔ کہ الحفیظ للہ۔ اس سلسلہ تحریر کو ادب و تہذیب سے نباہنے کے بعد میں کوئی ایسی بات لکھنا پسند نہیں کرتا جو برادران قادیان پر گراں گذرے۔ لہذا ناظرین کرام کو ان الفاظ سے آگاہ کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ جو مرزا صاحب نے اپنے وقت کے علماء کے خلاف نام لے لے کر استعمال کئے۔ علماء کے نام لکھنا بے سود ہیں۔ طویل حوالے دینا غیر ضروری

ہیں۔ صرف مرزا صاحب کے الفاظ نقل کردینا کافی ہے۔ جس کسی کو شبہ ہو۔ وہ مرزا صاحب کی کتابیں نکال کر ان کو تلاش کرلے۔ ناکام رہے تو مجھ سے مدد حاصل کرے۔ میں خدمت کیلئے حاضر ہوں لیکن اس کے بعد مرزا صاحب کے متعلق اپنی رائے خود قائم کرلے۔ مجھے اس میں مدد دینے سے معذور سمجھے۔

مرزا صاحب کی گالیوں کی فہرست کے لئے میں مولوی محمد یعقوب صاحب کا مرہون منت ہوں اب آپ ان کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔ وھو ہذا۔

الف ۔ بدذات فرقۂ مولویان۔ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا۔ وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔ اندھیرے کے کیڑو۔ ایمان وانصاف سے دور بھاگنے والا۔ اندھے نیم دہریہ۔ ابولہب اسلام کے دشمن۔ اسلام کے عار مولویو۔ اے جنگل کے وحشی۔ اے نابکار۔ ایمانی روشنی سے مسلوب۔ احمق مخالف اے پلید دجال۔ اسلام کے بدنام کرنے والے اے بدبخت مفتریو۔ اعمیٰ۔ اشرار۔ اول الکافرین اوباش۔ اے بدذات خبیث دشمن اللہ اور رسول۔ ان بیوقوفوں کو بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی۔ اور صفائی سے ناک کٹ جائیگی۔

ب ۔ بے ایمان اندھے مولوی۔ پاگل بدذات بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بے حیائی سے بات بڑھانا۔ بددیانت بے حیا انسان۔ بدذات فتنہ انگیز۔ بدقسمت منکر۔ بدچلن بخیل۔ بداندیش بدظن بدبخت قوم۔ بدگفتار۔ بدعلماء۔ باطنی جذام۔ بخل کی سرشت والے۔ بیوقوف جاہل بیہودہ۔ بدعلماء۔ بے بصر۔

پ ۔ پلید طبع۔

ت ۔ تمام دنیا سے بدتر۔ تنگ ظرف۔ ترک حیا۔ تقویٰ دیانت کے طریق کو بکلی چھوڑ دیا۔ ترک تقویٰ کی شامت سے ذلت پہنچ گئی۔ تکفیر ولعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کیلئے۔

ث ۔ ثعلب (امری، ثم اعلم ایھا الشیخ الضال دالدجال البطال۔

ج ۔ جھوٹ کی نجاست کھائی۔ جھوٹ کا گو کھایا۔ جاہل وحشی۔ جادۂ صدق وثواب سے منحرف و دور۔ جعلساز۔ جیتے ہی جی مرجانا۔

چ - چوہڑے - چمار -

ح - حمار - حمقا - حق و راستی سے منحرف - حاسد - حق پوش -

خ - خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں - خنزیر سے زیادہ پلید - خطا کی ذلت انہی کے منہ میں - خالی گدھے - خائن - خیانت پیشہ خاسرین - خالیہ من نور الرحمن - خام خیال خفاش -

د - دل سے محروم - دھوکادہ - دیانت ایمانداری راستی سے خالی - دجال - دروغ گو - دشمن سچائی - دشمن قرآن - دلی تاریکی - ذلت کی موت - ذلت کے ساتھ پردہ داری ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو سوروں اور بندروں کی طرح کر دیں گے -

ڈ - ڈوموں کی طرح مسخرہ -

ر - رئیس الدجال - ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لے جائیں گے روباہ روباہ باز - رئیس المنافقین - راس المعتدین - راس الغاوین -

ز - زہرناک مارنے والے - زندیق زور کم لغشوالی موحی الغرور -

س - سچائی چھوڑنے کی لعنت انہی پر برسی - سفلی ملا - سیاہ دل منکر - سخت بے حیا - سیاہ دل فرقہ کس قدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہا ہے - سادہ لوح سافسی - سفہا - سفلہ سلطان المتکبرین الذی اضاع دینہ بالکبر والتوہین - سگ بچگان -

ش - شرم و حیا سے دور - شرارت خباثت و شیطانی کارروائی والے - شریف از سفلہ نمے ترسد - بلکہ از سفلگئے او میترسد - شریر مکار شیخی سے بھرا ہوا - شیخ نجدی -

ص - صدرۃ القناۃ نیوش - صدرک ضرب دیر بک رمانی بجار و ماد -

ض - ضال - ضررھم اکثر من ابلیس لعین -

ط - طالع منحوس - طبتم نفابا الغاء الحق والدین -

ظ - ظلماتی حالت

ع - علماء السوء - عادت اسلام - عجب دیندار والے - عدو العقل - عقارب - عقب الکلب - علما۔

غ - غول الاغوی - غدار سرشت - غالی - غافل -

ف - فیمت یا عبد الشیطان - فریبی - فن عربی سے بے بہرہ - فرعونی رنگ -

ق - قبریں پاؤں لٹکائے ہوئے - قست قلوبھم قد سبق الکل فی الکذب -

ک - کینہ ور - کمہار زادے - کوتاہ نطفہ - کھوپری میں کیڑا - کیڑوں کی طرح خود ہی مرجائیں گے - کتے -

گ - گدھا - گندے اور پلید فتوی والے - کمینہ گندی کارروائی والے گندی عادت - گندے اخلاق - گندہ دہانی - گندے اخلاق والے ذلت سے غرق ہوجا - کج دل قوم - گندی روحو -

ل - لاف وگزاف والے - لعنت کی سوت -

م - مولویت کو بدنام کرنے والو - مولویوں کا منہ کالا کرنے کیلئے - منافق - مفتری مورد غضب - مفسد - مرے ہوئے کیڑے - مخذول - مہجور - مجنون - مغرور - منکر - محجوب مولوی - مگس طینت - مولوی کی بک بک - مردار خوار مولویو -

ن - نجاست نہ کھاؤ - نااہل مولوی - ناک کٹ جائے گی - ناپاک طبع لوگوں نے نابینا علماء - نمک حرام - نفسانی ناپاک نفس - نابکار قوم - نفرتی ناپاک شیوہ - نادان متعصب نالائق - نفس امارہ کے قبضہ میں نااہل حریف - نجاست سے بھرے ہوئے - نادانی میں ڈوبے ہوئے - نجاست خواری کا شوق -

و - وحشی طبع - وحشیانہ عقائد والے -

ہ - ہالکین - ہندو زادہ -

ی - یک چشم مولوی - یہودیانہ تحریف - یہودی سیرت - یا ایھا الشیخ الضال والمفتری البطال یہود کے علماء - یہودی صفت -

قسط بست وچہارم[۲۴]

نثر میں آپ مرزا صاحب کی تحریر کا وہ نمونہ ملاحظہ فرما چکے۔ جو بطور انسان ان کی شان کے شایان نہ تھا۔ اب ذرا نظم میں ان کے غیض و غضب کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔ ایسی نظمیں متعدد ہیں۔ مگر میں صرف چند اشعار پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ ؎

نظم میں گالیاں[ے]

اک سگ دیوانہ لودیانہ میں ہے — آج کل وہ خر شتر خانہ میں ہے
بدزباں بدگوہر و بدذات ہے — اس کی نظم و نثر واہیات ہے
آدمیت سے نہیں ہے اس کو مس — ہے نجاست خوار وہ مثل مگس
سخت بدتہذیب اور منہ زور ہے — منہ پر آنکھیں ہیں مگر دل کور ہے
حق تعالیٰ کا وہ نافرمان ہے — آدمی کا ہے کو ہے شیطان ہے
چیختا ہے بیہدہ مثل حمار — بھونکتا ہے مثل سگ وہ بار بار
مغز لونڈوں نے لیا ہے اس کا کھا — بکتے بکتے ہوگیا ہے باؤلا
کچھ نہیں تحقیق پر اس کی نظر — اس کا اک استاد ہے سو بدگہر
وہ غلا استاد اس کا پیر ہے — اس کی صحبت کی یہ سب تاثیر ہے
جہل میں بوجہل کا سردار ہے — بولہب کے گھر کا برخوردار ہے
سخت دل نمرود یا شداد ہے — جانور ہے یا کہ آدم زاد ہے
ہے وہ نابینا دیا خفاش ہے — مسخرا ہے منہ پھٹ اوباش ہے
وہ مقلد اور مقلد اس کا پیر — پھر محدث بنتے ہیں دونو شریر
اس کو چڑھتا ہے بخاری سے بخار — پھیرتا ہے اس سے منہ اب نابکار
شورہ پشتی ان کی ہر رگ رگ میں ہے — جس طرح کہ زہر مار و سگ میں ہے

ے قادیانی دوست کہتے ہیں۔ کہ یہ نظم مرزا صاحب کی نہیں۔ خواہ مخواہ ان سے منسوب کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ہائے صد افسوس اس کے حال پر | لاکھ لعنت اسکے قیل و قال پر
آدمی ہے یا کہ ہے بندر ذلیل | مل گیا کفار سے وہ بے دلیل

وہ یہودی ہے نصاریٰ کا معین
پادری مردود کا ہے خوشہ چیں •

اس سلسلہ کو قلم بند کرتے ہوئے مجھے کسی موقعہ پر ایسی تکلیف نہیں ہوئی - جیسی کہ مرزا صاحب کی محولہ بالا تحریروں کا نمونہ پیش کرتے ہوئے محسوس ہوئی ..... میں چاہتا ہوں کہ اس باب کو جلد سے جلد ختم کردوں - لیکن دیانت صحیفہ نگاری مجبور کر رہی ہے - کہ ایک اور بات بھی جو اس ضمن میں داخل ہے عرض کردوں -

ہر صاحب قلم کا فرض ہے - کہ وہ حوالہ دیتے ہوئے انتہائی احتیاط سے کام لے - اپنے خیالات کے اظہار میں انسان کی آزادی اس کا پیدائشی حق ہے - وہ چاہے تو اللہ تعالےٰ کے وجود باجود سے انکار کرکے دلائل پیش کرے - مگر اخلاق تہذیب دیانت تحریر اور شرافت نے اس کو پابند کردیا ہے - کہ یہ کسی کی تحریر میں تحریف نہ کرے - اور اس کا حوالہ دیتے ہوئے اس میں کوئی تبدیلی نہ کرے - خدائے تعالےٰ کو خود گوارا نہیں کہ اس کے نام سے کوئی ایسی کتاب (تحریر) منسوب کی جائے - جو اس کی بارگاہ سے نازل نہ ہوئی ہو - اس کو خدائے قدوس نے افتراء علی اللہ کا نام دیا ہے - اور اسکی وعید بہت سخت بیان فرمائی ہے -

اس سے مستنبط ہوتا ہے - کہ انسان اگر کسی دوسرے انسان سے کوئی ایسی تحریر یا بات منسوب کرے - جو اس کی نہ ہو تو یہ جائز نہ ہوگا مجھے افسوس ہے کہ جناب مرزا صاحب کی تحریر میں بعض ایسے حوالے موجود ہیں - جن کا وجود اس خاکسار کو نہیں ملا - اگر یہ میری غلطی ہے تو میں ان حوالوں کا پتہ ملنے پر ادب سے مرزا صاحب کی روح اور ان کے پیروکار حضرات سے معافی مانگ لونگا اور اظہار ندامت کرونگا -

میں ایسے حوالوں میں سے صرف تین بطور نمونہ پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں -

اوّل - اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۰ پر اور اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۱۵ پر اور اپنی کتاب تحفۂ بغداد کے صفحہ ۲۰ و ۲۱ کے حاشیہ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں :-

"بات یہ ہے۔ کہ جب مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ اللہ سے مخصوص ہیں - اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے - اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جائیں - وہ نبی کہلاتا ہے"

میں بہ ادب عرض کروں گا - کہ حضرت مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے ایسے اشخاص کے لیے اس طرح کبھی لفظ نبی استعمال نہیں کیا - بلکہ انہوں نے لفظ محدث لکھا ہے - مرزا صاحب نے خود دعویٰ کیا - کہ ایسے محدث نبی ہوتے ہیں - اور اس غرض سے حضرت سرہندی کی تحریر کو بدل دیا اور یہ بات نہ صرف ایک نبی کی شان کے خلاف ہے - بلکہ کسی صاحب دیانت انسان کی شان کے شایان بھی نہیں -

دوم - مرزا صاحب اپنی کتاب کشتی نوح کے صفحہ پانچ پر لکھتے ہیں - کہ :-

"اور یہ بھی یاد رہے - کہ قرآن شریف میں بلکہ جب کہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے - کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی"

مجھے یہ فخر حاصل ہے - کہ اپنے عہد طفلی سے قرآن پاک کا مطالعہ کرتا رہا ہوں - گاہے ماہے غفلت سے یہ سلسلہ منقطع بھی ہوا - مگر بحمد اللہ کہ پھر جلد شروع ہو گیا - کئی ترجمے بھی میری نظر سے گذرے ہیں لیکن کوئی آیۃ کریمہ میری نظر سے ایسی نہیں گذری - جس سے مرزا صاحب کے حوالہ بالا قول کی تائید ہو - اور غضب یہ کہ مرزا صاحب کا یہ مقولہ قرآن پاک اور دوسری کتب سماوی کے متعلق ہے جن کے بارے میں ایسی بات کہنا آسان نہیں - یہ لکھنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے - کہ نبی تو درکنار یہ بات ایک عام انسان کی شان کے شایاں بھی نہیں ہے -

سوم - مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۰ پر نگاہ ڈالیے اور کتاب البشریٰ کی

جلد اول کے حصہ دوم کا صفحہ ۱۹۰ اٹھا کر دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"اور میں نے کہا۔ کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان۔"

مجھے بہ ندامت سے مرزا صاحب کے قول کی تردید کرنا پڑتی ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام تو قرآن پاک میں بالصراحت موجود ہیں۔ لیکن قادیان کا نام میری نگاہ سے نہیں گذرا۔ اگر ایسا ہو تو یہ میری معلومات میں ایک گراں قدر اضافہ ہوگا۔ فی الحال میں یہ لکھنے پر مجبور ہوں۔ کہ مرزا صاحب نے قرآن پاک کے متعلق وہ حوالہ دیا ہے۔ جو اس میں موجود نہیں۔ اور یہ بات ان کی اور ہر انسان کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔

قسط بست و پنجم ۲۵

میں نے اول اول مرزا صاحب کے دعاوی بیان کئے۔ پھر ان دعاوی کو میں نے بیس ۲۰ حصوں میں تقسیم کیا۔ ان میں سے جو دعاوی الوہیت یا ابن اللہ ہونے سے تعلق رکھتے تھے ان پر میں نے پہلے بحث کی۔ اوتار ہونے کے دعاوی کو میں نے پیچھے ڈالدیا۔ اور ان پر مجھے ابھی اظہار خیال کرنا ہے۔

الوہیت کے بعد میں نے مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو لیا۔ اور ثابت کیا۔ کہ حضور سرور کائنات فخر موجودات صلعم کے بعد کسی نبی کی ضرورت ہی نہیں۔ پھر مرزا صاحب کے الہامات کو لیا۔ اور ان کا پول ظاہر کر کے ثابت کیا کہ اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ ختم رسل صلعم کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے۔ تو بھی مرزا صاحب نبی نہ تھے۔ اس لئے کہ ان کے الہام غلط۔ بے معنی اور خود ان کے فہم سے بالاتر تھے۔ اس کے بعد میں نے مرزا صاحب کی پیش گوئیاں لیں۔ اور مرزا صاحب کی تحریر سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ یہ معیار نبوت ہیں۔ میں نے بدلائل قاطع ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں سچی ثابت نہیں ہوئیں۔ لہذا وہ نبی نہ تھے۔

ان دو امور پر اظہار خیال کرنیکے بعد میں نے ثابت کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے بعض افعال و اقوال نبی کی شان سے گرے ہوئے ہیں۔ لہذا ان کو نبوت کا درجہ دینا صحیح نہیں ہو سکتا۔

لیکن فرض کر لیجئے کہ (معاذ اللہ) وہ نبی تھے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ مبعوث ہوئے تو انہوں نے اسلام کے لئے کیا کیا۔

اس کے جواب میں اگر یہ کہا جائے۔ کہ وہ ایک ایسی جماعت پیدا کر گئے ہیں۔ جو منظم ہے نماز گذار ہے زکوٰۃ باقاعدہ دیتی ہے۔ اور صالح ہے۔ تو میں عرض کروں گا۔ کہ یہ کام اتنا بڑا نہیں۔ جس کے لئے نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت ہو۔ زکوٰۃ تو مسلمانان عالم میں سے سب سے زیادہ احتیاط اور باقاعدگی کے ساتھ آغا خاں کے مرید دیتے ہیں۔ نماز گذار ہونے میں بوہرہ جماعت کے شیعہ شائد ہر گروہ کے مسلمانوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ منظم بھی ہیں اور جماعت احناف کے اکثر پیروں کے مریدوں میں بھی یہ خوبیاں موجود ہیں۔

رہا جماعت کا صالح ہونا سو اس میں مجھے ذاتی تجربہ کی بنا پر کلام ہے۔ میرے احمدی بھائیوں میں سے جو بد ترین ہے۔ شاید وہ میری ذات سے بہت بہتر ہو۔ لیکن میرا تجربہ شاہد ہے۔ کہ عام مسلمان بلکہ عام انسان جن کمزوریوں میں مبتلا ہیں۔ احمدی بھائی ان سے بالاتر نہیں ہیں۔ ان میں اچھے بھی ہیں اور برے بھی۔ بدچلن بھی ہیں اور نیکوکار بھی۔ دیانتدار بھی ہیں بددیانت بھی۔ اس سے زیادہ مجھے نہ کچھ کہنا چاہئے۔ اور نہ کہنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام ہر شریف صوفی کر رہا ہے۔ اور اکثر ان میں سے کامیاب ہیں۔ اور انہیں مرزا صاحب پر یہ تفوق حاصل ہے۔ کہ وہ عقائد میں ترمیم کئے بغیر مسلمانوں کو صالح بنا رہے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب نے حیات مسیح کے مسئلہ کو واضح کر دیا۔ تو میں عرض کروں گا کہ یہ مسئلہ مرزا صاحب سے پہلے بھی زیر بحث تھا۔ اور جس طرح مسلمانوں میں متعدد اور مسائل کے متعلق بھی اختلاف رائے جس کو ضمنی و فروعی اختلاف کہنا چاہئے۔ موجود ہے۔ اسی طرح اس مسئلہ کے متعلق بھی اختلاف رائے عرصہ سے موجود ہے۔ یہ مسئلہ اتنی بڑی اہمیت نہیں رکھتا۔ کہ اس کیلئے

نبی مبعوث ہوتا۔

مسلمانوں میں جن مسائل کے متعلق اختلاف اجتہاد ہے۔ وہ متعدد ہیں۔ مگر میں ان کی تین مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

۱۔ وضو میں پاؤں دھونا لازمی ہے یا نہیں ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔

۲۔ طلاق کا لفظ ایک خفگی کی وجہ سے اگر تین بار یا اس سے زیادہ مرتبہ دہرایا جائے تو ایک طلاق ہوتی ہے۔ یا تین ایک اہم مسئلہ ہے۔ جو مختلف فیہ ہے۔

۳۔ معراج نبوی کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے۔ کہ معراج روحانی ہوا۔ اور دوسرے ہیں کہ وہ معراج جسمانی کے قائل ہیں۔

اللہ تعالٰے نے قرآن پاک میں خود فرمایا ہے۔ کہ مسائل قرآن دو قسم کے ہیں محکمات و متشابہات یہاں متشابہات سے مراد شبہ پیدا کرنیوالے مسائل نہیں ہیں۔ بلکہ میری دانست میں متشابہات سے مراد وہ مسائل ہیں۔ جن میں دلیل بازی کا امکان ہو اور بس۔

اللہ تعالٰے نے اس بات کو ناپسند کیا ہے۔ کہ دلیل بازی کے قابل مسائل کو لے کر دین فطرت میں اختلاف پیدا کیا جائے۔ بلکہ اس کو نہایت مقہور و مغضوب فعل ظاہر فرمایا۔

پس مناسب یہ ہے۔ کہ انسان یہ سمجھے کہ معراج جسمانی ہوا ہو یا روحانی۔ عیسٰی بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہوں یا باپ سے پیدا ہوئے ہوں۔ وہ زندہ آسمان پر موجود ہوں یا فوت ہو چکے ہوں۔ ان حالات سے خدا کی قدرت کاملہ میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ لہذا یہ مسائل جزو ایمان نہیں ہیں دیانتداری سے ایک رائے قائم کر لینا کافی ہے اور بس۔

اور یہ اصول بھی مسلمہ ہے۔ کہ فروعی اختلاف سے ایمان کو کوئی تعلق نہیں۔ حیات مسیح کا مسئلہ بھی ابتداء سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ یہ بھی جزو ایمان نہیں جو لوگ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ خدا قادر مطلق ہے۔ وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر مسیح جن کو کروڑوں آدمی خدا کا بیٹا مانتے ہیں مر گئے تو ان کی موت خداوند کریم کی لازوال قدرت کا ایک ثبوت ہے۔ اور اگر وہ آسمان پر زندہ

ہیں۔ تو یہ بھی خدائے عزوجل کی قدرت کا ایک بدیہی نشان ہے۔

واضح رہے کہ یہود ایک سے زیادہ پیغمبروں کیمتعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ مسیح کی موت کے ثبوت میں ایسے سوال کرنا کہ وہ کھاتے کیا ہیں۔ پاخانہ کہاں پھرتے ہیں۔ جہالت کی علامت ہے۔ اللہ تعالٰے یہ کرسکتا ہے۔ کہ وہ انہیں زندہ رکھے۔ اور خوراک یا حوائج ضروری سے مستغنی کرکے زندہ رکھے۔

یہ کہنا کہ ہر شخص کے لئے موت کا مزہ چکھنا لازم ہے۔ لہذا مسیح مرگئے۔ ایک بودی دلیل ہے اس لئے کہ ہر ایک کی میعاد حیات مقرر ہے۔ اور یہ کوئی نہیں کہتا۔ کہ مسیح کبھی بھی فوت نہیں ہونگے۔

غرض حیات مسیح ابتداء سے مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے۔ اور ایسے لوگ مرزا صاحب سے بہت پہلے موجود تھے۔ جو مسیح کی موت کے قائل تھے۔ اور جن میں سرسید کا نام بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جیسے کہ میں عرض کرچکا ہوں۔ حیات وممات مسیح کے متعلق ہر مسلمان مطالعہ کے بعد اپنی دیانتدارانہ رائے قائم کرنے میں آزاد ہے۔ اسکی یہ رائے نہ اس کو کافر بنا سکتی ہے نہ مؤمن لہذا ایسے مسئلہ کے تصفیہ کیلئے ایک نبی کی بعثت قطعاً غیر ضروری تھی۔

یاد رہے کہ خود قادیانی حضرات تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حیات مسیح کا مسئلہ جزو ایمان نہیں۔ ان حالات میں مرزا صاحب کا صرف اس مسئلہ کو واضح کرنے کیلئے مبعوث ہونا خارج از بحث ہے۔ اور اسکے علاوہ مرزا صاحب نے کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ جو ان کی بعثت کا مقصد قرار دیا جائے۔ اگر کوئی ہے تو مجھے اس کے سننے سے مسرت حاصل ہوگی۔

قسط بست و ششم ۲۶

میری رائے یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے ان مسائل میں پڑکر اسلام کی کوئی خدمت نہیں کی اور نہ انہوں نے کوئی نئی بات ہی پیدا کی۔ البتہ ایسے مسائل کو مرزا صاحب کے وقت سے پہلے یہ اہمیت حاصل نہ تھی۔ کہ لوگ ان کی وجہ سے آپس میں لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے کے خلاف

فتاوی شائع کرتے۔ مرزا صاحب نے ان فروعی مسائل کو غیر معمولی اہمیت دیکر ملت مرحومہ میں افتراق پیدا کیا۔ اور فتنہ و فساد کے دروازے کھولدیئے۔

اور فرض کر لیجیے کہ مسیح زندہ ہیں۔ ان حالات میں اس مسئلہ پر اعتراض کیا وارد ہو سکتا ہے کوئی نہیں۔ اصل میں معراج جسمانی و روحانی۔ ولادت مسیح اور وفات عیسیٰ علیہ السلام میں اختلاف خدائے قدوس کی قدرت کے محدود و غیر محدود ہونے کا اختلاف ہے۔ اور یہ بحث معجزہ کے امکان اور عدم امکان سے تعلق رکھتی ہے۔

انسان دنیا میں دو سو کروڑ کے قریب آباد ہیں۔ ایک انسان کی عقل نوع انسانی کے مقابلہ میں $\frac{1}{2000000000}$ ہوئی۔ اور اگر ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک کی کل انسانی آبادی سے ہر انسان اپنے دماغ کو نسبت دے۔ تو اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر معمولی عقل کا مالک ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ عالم و جاہل میں فرق صرف یہ ہے کہ عالم اپنی جہالت کی وسعت سے آگاہ ہوتا ہے اور جاہل اس سے واقف نہیں ہوتا۔

مثلاً میں جانتا ہوں کہ دنیا میں ہزار ہا زبانیں استعمال ہوتی ہیں۔ میں صرف سات یا آٹھ زبانوں میں گفتگو کر سکتا ہوں۔ اور وہ بھی نامکمل۔ اس سے مجھے علم ہے کہ السنۂ عالم کے لحاظ سے میری جہالت کی وسعت کیا ہے۔ لیکن جو بدبخت یہ سمجھتا ہے۔ کہ اردو کے سوا دنیا میں کوئی زبان ہی نہیں اسے اپنی جہالت کی وسعت کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔

پس جو لوگ یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ دو سو کروڑ افسانوں میں سے ایک فرد کی عقل کے مالک ہیں۔ اور عقل کل کروڑوں سے زیادہ انسان پیدا کر چکی ہے۔ اور کہ وحوش و طیور بھی دماغ اور شعور رکھتے ہیں۔ وہ ہر بات میں مین میکھ نکالتے ہیں۔ اگر وہ ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد عقل کل سے اپنی دانست کا تناسب مقرر کریں۔ تو شاید انہیں یہ کہنے کی جرأت نہ ہو کہ فلاں کام ناممکن ہے۔ اس لئے کہ حد عقل سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کیلئے قرآن پاک میں فرمایا ہے:-

"یہ ہر اس بات کو جو ان کے فہم میں نہیں آتی جھٹلا دیتے ہیں"۔

کل تک انسان کا زمین سے بلند ہونا خارج از عقل تھا۔ آج وہ ۳۵ ہزار فٹ کی بلندی پر اُڑتا پھرتا ہے۔ کل تک انسان کی آواز کا ایک میل کے فاصلہ تک پہنچنا خارج از امکان تھا۔ آج لندن اور دہلی میں روز باتیں ہوتی ہیں۔ اور درمیان کے سمندر۔ دریا۔ پہاڑ۔ جنگل اور بن کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتے۔ کل تک انسان کی حد نظر محدود تھی۔ آج جاپان میں بیٹھ کر وہ اس انسان کو دیکھا جا سکتا ہے جو امریکہ میں بیٹھا ہو۔ اور اس پر بھی ہم انسان چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق بن کر یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ فلاں کام خداوند تعالےٰ کیلئے ممکن نہیں ہے۔ ع

برین عقل و دانش بباید گریست

خلاف فطرت کا لفظ ہم نے سن لیا ہے۔ لیکن فطرت کیا ہے؟ وہ جو ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں؟ اور بس؟ لیکن کیا ہمیں احساس ہے کہ خداوند تعالےٰ کا ایک روز ہمارے ہزار سال کے برابر ہے اور اگر اس نے فطرت یہ بنائی ہو کہ فلاں ستارہ تیس سال تک یوں چلے گا۔ اور پھر تیس سال تک اُلٹا چلتا رہے گا۔ تو یہ دور ہمارے حساب کے مطابق تیس تیس ہزار سال کے ہوئے۔ اور تیس ہزار سال میں انسان کی کم از کم تین لاکھ نسلیں ختم ہوتی ہیں۔ لہذا تین لاکھ آدمیوں کے تجربہ کے بعد جو اصول فطرت مقرر ہوگا وہ بدلے گا اور انسان اس کو دیکھیں گے۔ تو کیا وہ اس کو خلاف فطرت کہنے میں حق بجانب ہوں گے۔ نہیں اور ہر گز نہیں۔

معجزہ سے انکار کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ ہم ہر چیز کو عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور عقل انسانی اس قدر محدود ہے۔ جس قدر کہ میں بیان کر چکا۔ ایمان بالغیب کے معنی یہی ہیں کہ انسان قرآن کی مسلمات کو تسلیم کرنے کے بعد متشابہات کو بلا چون و چرا مان لے اور عقل انسانی کو محدود و ناچار سمجھتے ہوئے ہر بات کو اس کی کسوٹی پر نہ پرکھے۔ تاہم یہ سچ ہے کہ ہر معاملہ کو خواہ مخواہ معجزہ بنانا بھی صحیح نہیں۔

غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی اپنی پیدائش سب سے بڑا معجزہ ہے۔ لیکن خدائے تعالےٰ نے اسکی تخلیق کو افلاک کی ساخت کے سامنے ہیچ قرار دیا ہے۔ ہم گلاب کا پھول دیکھتے ہیں۔ اور

اس کو عین فطرت سمجھ کر معجزہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اس علم کے باوجود کہ اس پھول کے اجزا کیا ہیں اور ان اجزا کے موجود ہوتے ہوئے بھی ہم ویسا پھول نہیں بنا سکتے۔ پھر فرمائیے اس کے باوجود پھول کے وجود کو معجزہ نہ سمجھنا حماقت ہے یا اعجاز ماننا غلطی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

شیطان اور فرشتے دونوں ابتداء سے زندہ ہیں۔ اور جب تک خدا چاہے گا زندہ رہیں گے۔ انکے ساتھ اگر ایک انسان (حضرت عیسیٰ) کو بھی خدا زندہ رکھے تو یہ خلاف فطرت کیسے ہوا؟

ہزاروں حشرات الارض ایسے ہیں کہ نر و مادہ کے اجتماع کے بغیر پیدا ہوتے ہیں۔ ایسی مرغیاں دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ کہ نر کے بغیر دوامی طور پر انڈے دیتی ہیں۔ اگر یہ فطرت ہے تو ایک عورت کے ماں باپ کے بغیر بچہ کا پیدا ہونا کیوں خلاف فطرت ہے۔ اور اب تو علم طب کی رو سے اس کا امکان ناقابل انکار طریق پر ثابت ہو چکا ہے۔

سچ یہ ہے کہ ہم فطرت کے اصول اپنی رائے سے مقرر کرتے ہیں۔ اور پھر ان اصولوں پر اگر کوئی چیز پوری نہیں اترتی۔ تو اس کو خلاف عقل قرار دیتے ہیں۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔ کہاں **عقل کل**۔ اور کہاں انسان ضعیف البنیان کا شعور۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

میرے ایک مکرم مولوی صاحب جو میدان صحیفہ نگاری کے شاہ سوار سمجھے جاتے ہیں جب اوّل اوّل لاہور میں آئے تو آپ نے معراج نبوی پر تقریر کی اور فرمایا کہ معراج روحانی تھا نہ کہ جسمانی کیسے ممکن ہے کہ انسان کا جسم آسمان پر موجود رہے۔ اس پر طبقہ جہلا میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔

"سن او مولوی۔ سن۔ خدا قادر مطلق ہے"

میں سمجھتا ہوں کہ اس جہالت پر ہمارا علم کروڑوں مرتبہ قربان کر دیا جائے تو بھی ایسی جہالت کی قیمت ادا نہیں ہوتی۔ ظالم نے کوزے میں دریا بند کر دیا۔

انکار معجزہ کی ایک مثال سنئے۔ قرآن شریف میں آتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم کو لوگوں نے آگ

میں پھینک دیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

اے آگ تو ابراہیم کے لئے ٹھنڈی ہو جا۔ اور سلامتی کا سبب بن جا۔ (قرآن الحکیم)

ہمارے فطرت نواز دوست اسکی تاویلیں کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ قانون فطرت یہ ہے کہ آگ انسان کو جلا دیتی ہے۔ لہذا یہ ناممکن ہے کہ ابراہیم اس میں گرتے اور جل نہ جاتے۔ پس آگ سے مراد فتنہ اور تکلیف ہے۔ وغیرہ وغیرہ

لیکن ان بھلے مانسوں سے پوچھئے کہ کیا یہ واقعہ نہیں کہ یورپ کے پہاڑ الپس کی بلندی پر آگ میں اتنی قوت نہیں رہتی کہ وہ انڈے کو اُبال سکے۔ ہم اگر انڈے کو آنچ زیادہ دیں۔ تو وہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ لیکن الپس کی بلندی پر اگر سو سال تک بھی آگ جلاتے رہیں۔ تو بھی انڈا اُبلتا نہیں۔ اس کا جلنا تو بڑی بات ہے۔ بتائیے وہاں آگ کی فطرت کیوں بدل جاتی ہے۔

اس کے جواب میں ہمارے فطرتی دوست کہیں گے کہ وہاں فطرت نے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ کہ آگ کا زور کم ہو جاتا ہے۔ خوب۔ تو معلوم ہوا۔ کہ بعض اسباب ایسے بھی ہیں جو آگ کو بیضرر کر سکتے ہیں۔ الپس دنیا کا بلند ترین پہاڑ نہیں۔ ممکن ہے کہ اس سے زیادہ بلند پہاڑ پر آگ کسی چیز کو بھی جلا نہ سکے۔ آخر یہ اسباب کس نے پیدا کیئے۔ خدا نے۔ تو کیا ابراہیم علیہ السلام کے معاملہ میں آگ کو بے بس کرنے کے متعلق خداوند تعالےٰ کو جو قدرت حاصل ہے وہ زائل ہو چکی تھی (معاذ اللہ) اور اگر زائل نہ ہوئی تھی۔ تو پھر آپ کو اس پر ایمان لانے میں کیا عذر ہے؟ اور آپ اسکی تاویلیں کیوں تلاش کرتے پھرتے ہیں؟ کیا خدا زمین پر وہ سامان پیدا نہ کر سکتا تھا جو بلند پہاڑ پر اس نے پیدا کر رکھے ہیں!

غرض مرزا صاحب نے ان فروعی مسائل کو چھیڑ کر دین فطرت کو نقصان پہنچایا ہے۔ میں اس بحث کو اب ختم کرتا ہوں۔ اس لئے کہ اس سے زیادہ لکھنے کی حاجت ہی نہیں مگر کج بحث کو کوئی قائل نہیں کر سکتا! اور صاحب شعور کے لئے جو کچھ تحریر ہوا۔ وہ کافی ہے۔

قسط بست و ہفتم ۲۷

یہ سوال کہ آخر مرزا صاحب نبی مبعوث ہوئے تو کس غرض سے تشنۂ جواب رہا جاتا ہے مرزا صاحب کے مریدان کے اس فعل کو اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں۔ کہ انہوں نے سیالکوٹ میں اپنا مشہور لیکچر دیتے ہوئے اعلان کیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے وسیلہ سے قرآن کی آیات جہاد کی تنسیخ کا حکم بھیجا۔ لیکن میں ثابت کروں گا۔ کہ مرزا صاحب نے یہ اعلان کر کے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت نہیں کی۔ بلکہ اُلٹا انہیں نقصان پہنچایا۔ اس لئے کہ میری ناقص رائے میں مرزا صاحب نے آیات جہاد کا کافی غور و تعمق سے مطالعہ ہی نہیں فرمایا۔ وگرنہ وہ کبھی تنسیخ جہاد کا اعلان کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔

جہاد کیا ہے؟ کیا تیغ و تبر لیکر ایک غیر مسلم شخص یا اشخاص کے گرد ہو جانا جہاد ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ جہاد اس کا نام نہیں اور نہ خدائے تعالےٰ نے ایسے جہاد کی اجازت ہی دی ہے بلکہ ایسے جہاد کے علم سے خدا کی وہ کتاب جو ہر رطب و یابس پر حاوی ہے۔ بالکل خالی ہے نہیں نہیں میں نے غلطی کی۔ وہ اس سے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ روکتی اور ٹوکتی ہے۔

اسلام کا جہاد کیا ہے؟ شاید اس پر کسی قدر وضاحت سے اظہار خیال بے جا نہ ہوگا۔ اسلئے کہ مرزا صاحب کے اعلان تنسیخ جہاد کا بہترین جواب یہ ہے۔ کہ جہاد کو اسکی حقیقی صورت میں بیان کر دیا جائے۔ اسلئے کہ اسکے بعد اہل الرائے حضرات اندازہ لگا سکیں گے۔ کہ ایسے جہاد کی تنسیخ کی صورت بھی کبھی پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں۔

میں اپنے ناقص علم کے مطابق جہاں تک احکام جہاد کو سمجھ سکا ہوں۔ ان کا ملخص پیش کرتا ہوں:۔

۱۔ مسلمان مذہباً نہ کسی کا دوست اور نہ کسی کا دشمن بننے پر مجبور ہے۔

۲۔ مسلمان کا فرض یہ ہے۔ کہ وہ شرافت سے اپنے مذہب کو دنیا کے روبرو پیش کرے اور

اس کی تائید میں دلائل پیش کرے۔

۳۔ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان سے بحث کرے۔ تو مسلمان کا فرض ہے کہ اس سے نہایت ہی عمدہ طریق پر بحث مباحثہ کرے۔

۴۔ جو لوگ مسلمان بننا گوارا نہ کریں۔ مسلمان صاحب ہمت و قوت ہوتے ہوئے بھی مجبور ہے کہ ان پر جبر نہ کرے۔ بلکہ انہیں ان کے دین پر رہنے دے۔

۵۔ اگر غیر مسلم کسی مجلس میں یا کسی موقعہ پر شعار اسلام کا مضحکہ اڑا رہے ہوں تو مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ ان سے ہرگز نہ اُلجھے۔ بلکہ وقار و تمکنت کے ساتھ انکے پاس سے گذر جائے۔

۶۔ مسلمان کو ہرگز اجازت نہیں کہ وہ کسی کے معبودوں کو بُرا کہے۔ اور یوں انہیں اپنے شعار دین کے خلاف غیر مؤدبانہ الفاظ کے استعمال کا موقعہ دے۔

۷۔ لیکن اس کے باوجود اگر غیر مسلم فرد یا قوم یا حکومت مسلمانوں کے حق تبلیغ کو چھینے اور ان پر ظلم کرے تو مسلمان کو اجازت ہے۔ کہ وہ اس کے مقابلہ میں ذیل کے وسائل اختیار کرے۔

الف۔ استطاعت ہو تو جہاد بالسیف کرے۔

ب۔ یہ ممکن نہ ہو تو ہجرت کر جائے۔

ج۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو عدم تعاون کرے۔

۸۔ اگر کوئی مسلمان ہجرت یا جہاد کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ اور دشمن اسلام سے عدم تعاون بھی نہ کرے۔ تو گناہ کبیرہ ہے۔ وہ قرآن الحکیم کے الفاظ میں دشمنوں میں سے سمجھا جائے گا۔

۹۔ اگر واقعی عدم تعاون کی استطاعت بھی نہ ہو تو خدا اس کو معاف کرنے والا ہے۔

۱۰۔ اگر جہاد کرے تو مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ دشمن پر اس سے زیادہ سختی نہ کرے جتنی کہ اس سے کی گئی ہو۔

۱۱۔ اگر جنگ شروع ہو جائے۔ تو فتنہ کے مٹنے تک مسلمان لڑنے پر مجبور ہے۔

۱۲۔ دوران جنگ میں بڈھوں۔ بیماروں۔ عورتوں بچوں اور غیر مصافی لوگوں پر ہاتھ اُٹھانا

منع ہے۔ درخت ترکاریاں کھیتیاں اور گھر برباد کرنے کی بھی اجازت نہیں۔

۱۳۔ انتہا یہ ہے کہ جس وقت بھی دشمن امن کے لئے درخواست کرے۔ مسلمان جنگ ترک کردینے پر مجبور ہے۔ مسلمان کو قرآن شریف حکم دیتا ہے۔ کہ اگر یہ صلح جوئی فریب پر مبنی ہو۔ تو بھی خدا اور رسول کے نام پر جو فریب دیا جائے۔ اس کو قبول کرو۔ اور فریب کو عذر قرار دیکر دشمن کی تجویز مصالحت کو مسترد نہ کرو۔ بلکہ اس کے فریب کو اللہ تعالٰی پر چھوڑ دو۔ یہ حکم سورۂ انفال میں وضاحت سے مرقوم ہے۔

قسط بست و ہشتم ۲۸

جہاد اسلامی کا مرقع پیش کرچکا ہوں۔ اس پر غور کیجئے۔ اور پھر فرمائیے کہ ان حالات میں مرزا صاحب کا فرمانا کہ اب تلوار کا زمانہ نہیں رہا۔ بلکہ دلیل کا زمانہ ہے۔ کیا معنی رکھتا ہے یہ اور صرف یہ کہ اس مسئلہ کے متعلق موصوف نے کافی غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ دلیل تو اسلام کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ اور مسلمان دلیل کے مقابلہ میں تلوار کو کبھی اٹھا سکتا ہی نہیں۔

اسلام خون ریزی کو اس قدر معیوب بتاتا ہے۔ کہ اس نے ایک انسان کے قتل کو جمیع نوع بشر کے قتل کے برابر ٹھہرایا ہے۔ لیکن اس کے باوجود فتنہ کو قتل سے بھی بدتر ظاہر کیا ہے۔ ان حالات میں تنسیخ جہاد کیلئے کسی نبی کی بعثت کی ضرورت ہی کیا تھی۔

اور اگر خدانخواستہ اس کی ضرورت تھی۔ تو معاذ اللہ کیا خداوند تعالٰی کو یاد نہیں رہا تھا۔ کہ ہجرت اور ترک تعاون جہاد کے دو لازمی جزو ہیں؟ اگر یاد تھا تو کیوں مرزا صاحب کی وساطت سے ہجرت کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ اور نہ عدم تعاون کے متعلق ہی کوئی حکم آیا۔

ایک اور اصولی بات ہے جو قابل غور ہے۔ انسان کے ساختہ پرداختہ اور خدا کے فرستادہ قانون میں فرق یہ ہے۔ کہ ایک بدلتا ہے اور دوسرا نہیں بدلتا۔ انسان آج ایک قانون بناتا ہے۔ کل اسکی تصحیح کے پرچے جاری کرتا ہے۔ کہیں اضافہ کا اعلان کرتا ہے۔ کہیں تنسیخ کا اور پھر اس قانون کو

دوبارہ شائع کرتا ہے۔ تو وہ بعض اوقات اس قدر متغیر ہو چکا ہوتا ہے۔ کہ اصل سے اس کا لگاؤ نام ہی کا رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے صحائف آسمانی میں ردوبدل یوں نہیں کیا۔ کہ ایک کتاب کے بعض حصص کی تنسیخ یا ترمیم کے لئے نبی مبعوث کیا ہو۔ بلکہ جب ضرورت محسوس ہوئی نئی کتاب نازل فرمائی۔ کیا برادران قادیان ہمیں بتا سکتے ہیں۔ کہ کوئی ایسا نبی آیا ہو۔ جس نے کسی موجود الوقت صحیفہ آسمانی کی ضمنی ترمیم کا محض زبانی اعلان کیا ہو۔

یہ اصول مسلمہ ہے کہ قرآن پاک کے بعد کسی صحیفہ آسمانی کے نزول کا امکان باقی نہیں رہا۔ ان حالات میں اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ مختلف اوقات میں نبی مبعوث ہوا کریں گے۔ وہ ظلی نبی ہونگے اور قرآن پاک کے بعض احکام کی تنسیخ یا ترمیم کے پیام لایا کریں گے۔ تو کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک روز قرآن مجید کے بعض جزو بالکل تبدیل ہو جائیں گے۔

اور اگر ایسا ہو تو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کے بجنسہ محفوظ رکھنے کا جو وعدہ کیا ہے۔ اس کا (معاذ اللہ) کیا حشر ہوگا؟

پھر تنسیخ آیات جہاد سے مرزا صاحب کی مراد کیا تھی؟ یہ کہ اللہ تعالےٰ ان احکام کو واپس لیتا ہے۔ یا ایک عرصہ کے لئے معطل فرماتا ہے۔ اگر یہ معطل ہوئے تو ان کے احیاء کی ترکیب کیا ہوگی کیا نیا نبی مبعوث ہوگا۔ جو اعلان کرے گا۔ کہ آیات جہاد پھر نافذ ہوتی ہیں؟ اور اگر یہ دوامی طور پر منسوخ ہو چکیں۔ تو کل حالات زمانہ بدلنے پر مسلمان کیونکر جہاد کر سکیں گے یا کیا مرزا صاحب کا خیال یہ تھا کہ دنیائے جنگ پرور میں مسلمان اور صرف مسلمان جنگ کی ضرورت سے مستغنی ہے۔ اگر ان کا خیال فی الحقیقت یہی تھا۔ تو ان کی سیاسی دوراندیشی کا فقدان قابل رحم ہے۔

لیکن ایک اور زبردست دلیل ایسی موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ تنسیخ جہاد کے لئے کسی نبی کی بعثت ضروری نہ تھی۔ تعجب ہے کہ اس کی طرف ابتک توجہ نہیں کی گئی۔

قرآن شریف کا دعویٰ ہے۔ کہ اس کے احکام قیامت تک تبدیل نہ ہوں گے۔ اس بات

پر ایمان رکھنے والا انسان جب دوسری طرف اس حقیقت پر غور کرتا ہے۔ کہ ممالک عالم کے حالات مختلف ہیں۔ اور زمانہ ہے کہ ہر روز رنگ بدلتا رہتا ہے۔ تو مسلمان اگر شک نہ بھی کرے۔ تو بھی اطمینان قلب کے لئے اس امر پر ضرور راہنمائی کا طالب ہوتا ہے۔ کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ ہر قوم ہر ملک اور ہر زمانہ کیلئے چودہ سو سال کا پرانا آئین قابل پذیرائی ہو۔

وہ دیکھتا ہے۔ کہ کل مسلمان دنیا بھر کے حاکم تھے۔ آج محکوم ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ حاکم و محکوم کی حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ لہذا وہ خوب سمجھتا ہے۔ کہ حاکم قوم کے لئے جو کچھ ممکن ہے۔ وہ محکوم کے لئے ہرگز ممکن نہیں۔ لہذا وہ تعجب کرتا ہے۔ اور پوچھتا ہے۔ کہ قرآن پاک کے وہ احکام جن کی تعمیل ایک حاکم قوم ہی کر سکتی ہے محکوم کیلئے کس طرح واجب العمل ہو سکتے ہیں۔

یہ طرز استدلال غیر طبعی نہیں۔ لیکن جن قوانین کا بنانے والا خود لازوال ہو۔ ان قوانین کا لازوال ہونا موجب تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں وہ خود ان قوانین کو بدلنا چاہے تو دوسری بات ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ اور جو چاہے کر سکتا ہے۔

جہاد کے احکام ہی کو لیجئے۔ مرزا صاحب ایک انسان تھے۔ ان کی عقل نے گردوپیش کے حالات کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا۔ کہ آج کل جہاد ممکن نہیں۔ لہذا انہوں نے اس کی تنسیخ کا اعلان کر دیا۔ لیکن اگر وہ سوچتے کہ خدائے تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ کہ قرآن پاک کے قوانین اٹل ہیں۔ اور پھر سوچتے کہ اگر قوانین جہاد کی بظاہر اس وقت ضرورت نہیں اور تلاش کرتے کہ ان بظاہر متضاد صورتوں کا حل قرآن شریف میں موجود ہے یا نہیں اور ایمان لاتے کہ حل موجود ضرور ہوگا۔ خواہ کسی خاص انسان کی عقل وہاں تک پہونچ سکی ہو یا نہ تو مجھے یقین ہے نہیں نہیں میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ ضرور ان کی راہنمائی کرتا اور ان پر بات واضح ہو جاتی۔

جو بات میں عرض کرنے والا ہوں یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ایک معمولی نکتہ ہے۔ لیکن معمولی نکات ہی بعض اوقات مسائل مبہمہ کے حل کا باعث بن جاتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قابل ترین انسان کی نگاہ اس نکتہ کو شناخت نہیں کر سکتی مگر عام آدمی اسکو فضل ایزدی سے پالیتا ہے۔

سنئے قرآن الحکیم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
(ترجمہ) اللہ تعالےٰ کسی انسان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔[1]
اس کے معنی کیا ہیں یہ کہ جس شخص میں وسعت نہ ہو اس پر جہاد یا دوسرے احکام قرآنی کا بجالانا فرض نہیں۔
ملت افراد کے اجتماع کا نام ہے اگر کسی ملت کے تمام افراد بہ حیثیت مجموعی جہاد کی وسعت نہ رکھتے ہوں۔ تو ظاہر ہے کہ اس قوم پر جہاد فرض نہیں ہوتا۔ اور جہاد کا فیصلہ کون کرسکتا ہے ملت چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

وامرھم شوریٰ بینھم

(ترجمہ) اور ان کی حکومت کا طرز یہ ہے کہ وہ آپس میں مشورہ کر لیتے ہیں۔
پس اگر ملت کے افراد باہمی مشورہ سے طے کریں کہ ملت میں جہاد کی وسعت نہیں تو جہاد کا فرض اس ملت پر عائد ہی نہیں ہوتا۔ یوں ثابت ہوا کہ ان احکام کی موجودگی میں تنسیخ جہاد کیلئے کسی نبی کی بعثت کی ہرگز ضرورت نہیں ہو سکتی۔ لہذا مرزا صاحب کا یہ اعلان کرنا۔ کہ وہ نبی تھے اور ان کی وساطت سے آیات جہاد منسوخ قرار دی گئیں۔ ایک ایسا اعلان ہے جو کسی صورت میں بھی کسی مسلمان کیلئے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

لہذا مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری

ستر ہویں دلیل

یہ ہے کہ انہوں نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جو ان کے ادعائے نبوت کو ضروری یا مسلمانوں کیلئے مفید ثابت کرنے۔ بدیں وجہ انکی تحریک ہم مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہے

قسط بست و نہم

ہر انسان اجتہاد میں غلطی کر سکتا ہے۔ لیکن نبی اس سے بری ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ خدا کا

[1] لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا

رسول ہوتا ہے۔ اور اس کی ہدایت کرنے والا غلطی سے بالاتر ہے۔ اور پھر غلطی بھی وہ جو اصول دین سے تعلق رکھتی ہو۔ نبی اللہ سے کیسے سرزد ہو سکتی ہے۔ مگر مرزا صاحب کے اقوال و افعال کو دیکھا جائے تو ان میں رخنے ہی رخنے نظر آتے ہیں۔ میں جہاد کے متعلق ان کے غلط استدلال پر بحث کر چکا ہوں۔ اب مناسب تفصیل کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ تحریک قادیان کے اجرا سے مرزا صاحب ملت مرحومہ کے ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہوئے۔ اور ممدوح کی تحریک میرے لئے قابل قبول نہیں۔ جس کی

اٹھارہویں دلیل

یہی ہے کہ مرزا صاحب نے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا۔

آپ کی وجہ سے امت مرحومہ کو جو عظیم الشان نقصانات ہوئے ان کی تفصیل ملاحظہ ہو:۔

اوّل ۔ اٹلی کے قائد اعظم مسولینی نے پچھلے دنوں اپنی حکومت کی پالیسی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

"ہم چاہتے ہیں کہ امن عالم کی حیات کا رشتہ زیادہ سے زیادہ طول پذیر ہو۔ لیکن ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں۔ کہ دنیا سے جنگ ہٹ سکتی ہے اسلئے کہ دوامی امن موت کا مرادف ہے"

ناظرین کرام آخری فقرہ پر غور کریں۔

"دوامی امن موت کا مرادف ہے"

یعنی وہی قوم دوامی امن کی طالب ہو سکتی ہے۔ جو تقریباً مر چکی ہو۔ مسولینی نے کوئی نئی بات نہیں کہی۔ اسی مقصد کو خداوند تعالے نے قرآن الحکیم میں یوں بیان فرمایا کہ مسلمانوں کو قیام امن کی تلقین کرنے کے باوجود اور یہ حکم دینے کے باوصف کہ اصلاح کے بعد ملک میں فساد پیدا نہ کرو۔ یہ بھی حکم دیا۔ کہ وہ سامان حرب وضرب سے ہمیشہ لیس رہیں۔ تاکہ دشمن ان میں کمزوریاں محسوس کریں۔ اور ان کو عواقب جنگ سے بے خبر سمجھ کر ان پر حملہ نہ کردیں۔

اس دنیا میں زندگی اور عزت کی زندگی وہی گذار سکتا ہے۔ جس کو اسکے گردوپیش کے رہنے

والے لقمۂ تر نہ سمجھ سکیں۔ یہی حال قوموں کا ہے۔ دنیا میں امن کی حامی سب سے زیادہ وہی اقوام نظر آتی ہیں۔ جن کی جنگی تیاریوں کے باعث ایک عالم ان کا حلقہ بگوش بن چکا ہے۔

انہی حالات و حقائق سے آگاہ خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کو مضبوط و توانا بن کر آمادہ کار رہنے کا مشورہ دیا۔ لیکن اگر جہاد ہی بقول مرزا صاحب اللہ تعالےٰ نے منسوخ فرمادیا ہے۔ تو پھر تیار بر تیار رہنے کی آیات کی ضرورت کیا باقی رہی؟ کچھ بھی نہیں۔

دنیا کی دول عظمےٰ روز اسلحہ کی تخفیف کے راگ الاپتی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اپنی جنگی قوتوں کو برابر بڑھا رہی ہیں۔ ان حالات میں ایک قوم جس کو خدا کے نام پر کمزور بن جانے غیر مسلح ہو جانے اور جنگ کو حرام سمجھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ وہ مسلمان ہیں۔

واضح رہے کہ مرزا صاحب کا ادعائے نبوت مقامی نہ تھا یعنی وہ محض مسلمانانِ ہندوستان کے لئے مبعوث ہونے کے مدعی نہ تھے۔ بلکہ ان کا تقرر عالمگیر تھا۔ لہٰذا ان کا الہام تنسیخ جہاد ترکی ایران۔ مصر۔ حجاز۔ نجد۔ افغانستان۔ یمن وغیرہ کے لئے یکساں نازل ہوا۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ اگر آج مرزا صاحب پر ایمان لا کر ترکی ایران اور افغانستان وغیرہم ایسے اسلامی ممالک جہاد کو منسوخ سمجھ کر نہتے ہو بیٹھیں تو ان کا کیا حشر ہو۔

فرانس سے جرمنی نے ایک مرتبہ جنگ کر کے الساس اور لورین کے علاقے چھین لئے تھے۔ فرانس کے بچوں کو بیس سال تک نقشوں پر جداگانہ رنگ لگا کر یہ تعلیم دی جاتی رہی کہ یہ علاقے تمہارے تھے آج دشمن کے قبضہ میں ہیں۔ اس سے ان کے سمندِ غیرت پر تازیانہ لگتا رہا۔ آخر بیس سال کے بعد فرانس کے سپوتوں نے وہ علاقے جرمنی سے واپس لے لئے۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ زندہ قومیں کمزور ہو جاتی ہیں تو نقصان ضرور اٹھاتی ہیں۔ لیکن اس نقصان کے احساس کو مٹنے نہیں دیتیں۔ اور یوں ایک روز اپنی عظمت گذشتہ کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔

مرزا صاحب نے تنسیخ جہاد کا اعلان کر کے مسلمانوں کی خودداری کو برباد کرنے کی کوشش کی۔

ان کی روایات کو تباہ کرنے کی سعی کی اور ان کی ہمت کی رگ جان ہی تک کو مسل دیا۔ لہذا انہوں نے تنسیخ جہاد کا اعلان کر کے ملت مرحومہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

دوم ۔ مرزا صاحب نے حیات و ممات مسیح کے ایسے فروعی مسائل کی بحث کو زندہ کیا۔ اور ان کو خاص اہمیت دی جس کی وجہ سے مسلمان ام الکتاب کو چھوڑ کر متشابہات کی بھول بھلیاں میں پڑ گئے اور ان میں انتشار پیدا ہوا۔ میں اس موضوع پر کافی بحث کر چکا ہوں۔ لہذا اس وقت اس پر زیادہ اظہار خیال نہیں کروں گا۔

سوم ۔ مرزا صاحب نے اہل قبلہ کی تکفیر کی اور یوں ملت مرحومہ میں بے حد اختلاف و انتشار پیدا کیا جس سے مسلمانوں کو شدید صدمہ اور بدترین نقصان پہنچا۔

یہ موضوع ذرا تفصیلی اور واضح بحث کا طالب ہے۔ لہذا میں اس پر قدرے تفصیل کے ساتھ اظہار خیالات کرنا چاہتا ہوں۔

اسلام کا اصول یہ ہے۔ کہ اگر کوئی مسلمان بلا وجہ کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ یہ بات اسلام سے مخصوص نہیں بلکہ جملہ مذاہب عالم کا قانون یہی ہے۔ کافر کیا ہے خدا کا مجرم۔ لہذا کسی بے گناہ کو مجرم قرار دینا جرم قرار دیا گیا ہے۔ آئین دنیا بھی یہی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر زنا یا چوری یا کسی اور قسم کے جرم کے ارتکاب کا جھوٹا الزام لگائے تو وہ خود مجرم قرار دیا جاتا ہے۔ اور سزا پاتا ہے۔

مرزا صاحب نے نہ صرف اپنے مخالفین کو بلکہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیا۔ چنانچہ غیر قادیانی مسلمانوں کے متعلق برادران قادیان کے عقیدہ کو بیان فرماتے ہوئے مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ لاہور اپنی کتاب تحریک احمدیت کے صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ فریق قادیان کا

> "عقیدہ یہ رہا۔ کہ جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی خواہ وہ انہیں مسلمان ہی نہیں مجدد اور مسیح موعود بھی مانتے ہوں۔ اور خواہ وہ ان کے نام سے بھی بے خبر ہوں وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

خود مرزا صاحب اپنی کتاب معیار الاخیار میں کے صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ :۔

"مجھے الہام ہوا۔ جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا۔ اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے"

نیز آپ نے ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب مرحوم کے نام ایک خط لکھا جسمیں آپ نے تحریر کیا۔ کہ :۔

"ہر وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے قبول نہیں کی وہ مسلمان نہیں"

انجام آتھم نامی کتاب کے صفحہ ۶۲ پر مرزا صاحب رقمطراز ہیں۔ کہ :۔

"اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور۔ خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ اور اس کا دشمن جہنمی ہے"

مولوی نور الدین صاحب نے جو مرزا صاحب کے خلیفہ اول تھے۔ اس مسئلہ کو زیادہ صاف کر دیا ہے۔ وہ اخبار الحکم مجریہ ۱۸ر اگست ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں کہ ؎

اسم او اسم مبارک ابن مریم می نہند ✦ آں غلام احمد است و میرزائے قادیاں
گر کسے آرد شکے در شان او آں کافر است ✦ جائے او باشد جہنم بے شک و ریب و گماں

کہا جائے گا کہ مرزا صاحب نے اس لئے مسلمانوں کو کافر بنایا کہ خود علمائے اسلام نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا۔

لیکن یہ استدلال صحیح نہیں۔ مرزا صاحب بقول خود مامور من اللہ تھے اور نہ صرف دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے بلکہ دنیا بھر کے انسانوں کے لئے خدا کا پیام لے کر آئے تھے۔ ان کے مقابلہ میں جو لوگ اٹھے وہ کسی کے نمائندہ نہ تھے۔ انہوں نے اگر مرزا صاحب کو کافر کہا تو وہ ان کا ذاتی فعل تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہئے کہ وہ ان کا اور ان کے عقیدتمندوں کا فعل تھا۔ لہذا ان کی وجہ سے تمام عالم اسلام کو کافر قرار دینا کہاں کی دانشمندی تھی۔

علماء کے اعلان تکفیر کے جواب میں مرزا صاحب زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے تھے کہ وہ مکفر علماء

کا نام لے کر ان کے خلاف خود کفر کا فتویٰ لگا دیتے یا تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتے کہ میں مسلمان ہوں۔ اور شرع مطہرہ کی رو سے مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے۔ اور بس۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور پنجاب یا ہندوستان تک جو بحث محدود تھی۔ اس کی وجہ سے چین اور امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں کو بھی کافر قرار دیا۔

مرزا صاحب کے فتویٰ تکفیر میں بھی تضاد ہے۔ جو حوالجات میں نے اوپر نقل کئے۔ ان میں مرزا صاحب نے منکروں کو جہنمی قرار دیا ہے۔ لیکن اپنی کتاب توضیح مرام کے صفحہ ۱۷-۱۹ پر ایک طویل تحریر کے ضمن میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ جزوی نبی بھی

"انبیا کی طرح ماسور ہو کر آتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے۔ کہ اپنے تئیں بہ آواز بلند ظاہر کرے۔ اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔"

ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرنے میں اور جہنمی ہونے میں تو بہت بڑا فرق ہے۔ لہذا میرے احمدی بھائی اگر اس تفریق کی توضیح فرما سکیں تو باعث ممنونیت ہوگا۔

لیکن اس پر اکتفا نہیں آپ اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والوں کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

مجھے یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ مرزا صاحب صاحب شریعت نہیں ہیں۔ ان حالات میں ان کا اپنے قول کے خلاف منکر خود کو کافر بنا دینا کہاں تک جائز ہے۔ اس کا فیصلہ خود مسلمان کر سکتے ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ۔

قسط سوم

اپنے اس قول کے باوجود تکفیر اہل قبلہ میں مرزا صاحب نے اس قدر مبالغہ سے کام لیا۔ کہ انہوں نے اپنے معتقدین کو مسلمانوں کے ساتھ نماز تک پڑھنے سے روک دیا۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب اربعین کے صفحہ ۳۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:-

"اس کلام الٰہی سے ظاہر ہے۔ کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنیوالے ہلاک شدہ قوم ہیں۔ اسلئے کہ وہ اس لائق نہیں ہیں۔ کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ جیساکہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ اما مکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا۔ تو تمہیں دوسرے فرقوں کا جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں، بکلی ترک کرنا پڑے گا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو۔ اور تمہارے عمل ضبط ہو جائیں۔ اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر حال میں مجھے حَکَم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازع کا فیصلہ مجھ سے چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ سے نہیں۔ کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں۔ عزت سے نہیں دیکھتا۔ اس لیے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔"

اب حالت یہ ہے۔ کہ ماں مرجائے تو بیٹا احمدی ہونے کی صورت میں جنازہ میں شامل نہیں ہوتا۔ گویا نماز میں شمول سے انکار کرکے احمدی بھائیوں نے ہم مسلمانوں کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔

لیکن تقاضائے انصاف یہ ہے کہ میں تسلیم کروں کہ شیعہ اور سنی مسلمان بھی ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ یہ شرف اہل حدیث گروہ ہی کو حاصل ہے۔ کہ اس نے شمول..... نماز سے انکار نہیں کیا۔ لیکن شیعہ سنی اختلاف عوام کا اختلاف ہے۔ اس کو نبوت کی تصدیق حاصل نہیں۔ شیعہ اور سنی دلائل سے ایک دوسرے کو کافر ٹھہراتے ہیں۔ اور ان کا استدلال غلط ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس کو خدائے تعالٰے کی تصدیق حاصل نہیں۔ برعکس ازیں مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور ان کا اعلان تکفیر گویا خدا کی طرف سے تمام غیر مرزائی مسلمانوں کے لئے اعلان تکفیر ہے اور ظاہر ہے کہ ان دو صورتوں میں بعد المشرقین ہے۔

نیز مرزا صاحب نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے۔ جو ازبس اندوہناک ہے۔ مرزا صاحب کی آمد تک غیر معروف اور تعداد کے لحاظ سے قابل تغافل فرقوں کے علاوہ صرف شیعہ سنی جماعت ہی میں اختلاف نماز پیدا ہوا۔ اور یہ اختلاف صرف ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے تک محدود رہا۔ اس کے علاوہ تمام ارکان اسلام پر ان کا اجتماع رہا خصوصاً حج پر لیکن مرزا صاحب کے مریدوں نے اگر اصولاً نہیں تو عملاً قادیان کو اپنا مرکز حج بنا لیا ہے۔ اور یہ بات نہایت ہی اندوہناک ہے۔

ان کا یہ فعل بھی مرزا صاحب کے ایک قول پر مبنی ہے۔ وہ اپنی کتاب درثمین جلد دوم کے صفحہ ۵۲ پر لکھتے ہیں کہ :-

زمین قادیاں اب محترم ہے ؎ ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

مجھے معلوم نہیں کہ کسی احمدی دوست نے حج کے لئے ارض مقدسہ حجاز کو جانے کی تکلیف گوارا کی ہو لیکن یہ بات میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ اگر اس میں لاعلمی کی وجہ سے مجھ سے کوئی غلطی ہوئی تو خدا مجھے معاف کرے۔ (مجھے اتنا لکھنے کے بعد معلوم ہوا۔ کہ جماعت قادیان کے خلیفہ ثانی اور بعض اور قادیانی اصحاب حج کر آئے ہیں۔ الحمد للہ علٰے ذالک گر عام رجحان یہی ہے کہ حج پر سفر قادیان کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور یہ رجحان رو بہ ترقی ہے۔ حبیب)

اسی موقعہ پر میں اس امر کے خلاف بھی احتجاج کرنا بطور مسلمان اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جس قدر

اسلامی الفاظ حضور سرور کائنات فداہ روحی اور ان کے آل کے ساتھ مخصوص ہیں۔ برادران قادیان ان کو نہایت بے باکی سے اپنے امام اور اس کی اولاد کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ ہم رسالت کے خادم اس کو بے ادبی و گستاخی قرار دیتے ہیں۔ دنیا میں عزت افزا الفاظ کی کمی نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ الفاظ مذکورہ ہمارے پیغمبر صلعم کے لئے کہیں باضابطہ طور پر رجسٹری نہیں ہوئے۔ لیکن احترام خاندان محمد صلعم کی وجہ سے برادران قادیان ان کا حد سے زیادہ آزادانہ استعمال ترک کر دیں۔ تو ان کی عنایت ہوگی مثلاً مرزا صاحب کی بیگمات کو امہات المومنین لکھا جاتا ہے۔ اور ان کے جانشین وقت کے ہر حرم محترم کو سیدہ کا لقب دیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

میرے ان فقرات کو بحث عقائد سے تعلق نہیں۔ یہ محض ایک دردمندانہ اپیل ہے اور بس۔

قسط سی ویکم

مرزا صاحب نے کرشن ہونے کا دعویٰ سب سے پہلے اپنے سیالکوٹ کے لیکچر میں کیا۔ یہ لیکچر قادیانی جماعت سیالکوٹ کی طرف سے بصورت کتاب شائع ہو چکا ہے۔ مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے یہ کتاب مجھے عاریتہً مطالعہ کے لئے دی تھی۔ جو میں نے واپس کر دی۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۲ پر یہ دعویٰ موجود ہے۔ صفحات ۳۳ و ۳۴ پر اس دعویٰ کو ادعائے مسیحیت سے مدغم کر کے ایک ہی دکھایا گیا ہے۔ کرشن مہاراج کو نبی بتایا گیا ہے۔ مسیح موعود مرزا صاحب ہیں وہ کرشن بھی ہیں۔ لہٰذا کرشن اور مسیح موعود ایک ہی ہیں۔

میں نے ابتدائی اقساط میں جہاں مرزا صاحب کے دعاوی گنوائے ہیں۔ وہاں جناب مرزا صاحب موصوف کی کتابوں کے حوالے دیکر ان کے کرشن ہونے کے ادعا کو پائیہ ثبوت تک پہنچایا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ ناظرین کرام کو گذشتہ اقساط کا ثبوت کے ملاحظہ فرمانے میں تکلیف نہ ہو۔ میں یہ لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ آپ کے لیکچر سیالکوٹ کے علاوہ (جس کا حوالہ اوپر درج ہو چکا ہے) کتاب البشریٰ کی جلد اول کے صفحہ ۵۶ پر آپ کے متعلق "ہے کرشن جی رودر گوپال" کے الفاظ لکھے ہوئے

ہیں۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ان کو

"آریوں کا بادشاہ"

لکھا ہے۔ اور اسی کتاب کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۱۸ پر ان کا نام

"امین الملک جے سنگھ بہادر"

قرار دیا گیا ہے۔ ایک اور مقام پر آپ نے خود کو

"کلغی والے"

کا خطاب بھی دیا ہے۔ جس سے مراد سکھوں کے دسویں گرو لیئے جاتے ہیں۔

حوالے تو اور بھی متعدد دیئے جا سکتے ہیں۔ لیکن زیر نگاہ مقصد کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

مرزا صاحب کے کرشن ہونے کے دعویٰ پر متعدد پہلوؤں سے بحث ہو سکتی ہے۔ سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کرشن جی کا اپنا دعویٰ کیا تھا۔ کیا وہ مدعی نبوت تھے۔ کہ مرزا صاحب کرشن ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ یا وہ کچھ اور دعویٰ رکھتے تھے۔ اگر ان کا دعویٰ نبوت سے بالاتر تھا۔ تو لازم ہوگا کہ مرزا صاحب کو بھی نبی سے زیادہ درجہ دیا جائے۔

جب ہم ہندوؤں کی کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کرشن جی خدا کا اوتار ہونے کے دعویدار تھے۔ یعنی وہ کہتے تھے۔ کہ وہ انسان نہیں ہیں۔ بلکہ انسان کے جسم میں خود خدا ہیں۔ میں مرزا صاحب کے ادعائے الوہیت پر بحث کرتے ہوئے لکھ چکا ہوں۔ کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ کہ انسان یا کسی دوسری مخلوق کو ہم استعارۃً بھی خدا سے تشبیہ نہیں دے سکتے لہذا کرشن جی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا۔ کہ وہ خدا کا اوتار تھے یا خود خدا تھے۔ صریح کفر ہے۔ شرک ہے اور اس عقیدہ کے لئے کسی نہج سے بھی شریعت اسلام میں قبولیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اوتار کھاتا پیتا ہے۔ حوائج ضروری امراض جسمانی اور خواہشات نفسانی کا رخواہ وہ منکوحہ ہی کے متعلق کیوں نہ ہوں، شکار ہوتا ہے۔ اور خداوند کریم کی شان اس سے ارفع و اعلےٰ ہے۔ اوتار ایک جگہ تک محدود ہوتا ہے۔ سوتا اور جاگتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی ذات سے بعید ہے۔

پیغمبر اور اوتار کے مفہوم میں بعد المشرقین ہے۔ تمام پیغمبر انسان تھے۔ اور خدا کے بندے تھے۔ وہ یہی کہتے رہے کہ ہم خدا نہیں ہیں۔ خدا محدود نہیں ہو سکتا۔ اوتار اس امر کے مدعی تھے کہ وہ خود خدا ہیں۔ اسلام نیابت و رسالت اللہ کا قائل ہے۔ اور فلسفہ اوتار کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اوتار کی بحث بہت طویل ہے اور ع

صد سال می تواں سخن از زلف یار گفت

کی مصداق ہے۔ لیکن میں اس کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں قادیانی بھائی صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ کرشن جی کا اپنا دعویٰ یہ نہ تھا۔ کہ وہ خدا کا اوتار ہیں۔ وہ نبوت کے مدعی تھے ان کی تعلیم کو ہندو اسی طرح غلط پیش کر رہے ہیں۔ جس طرح مسیحی دوست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ادعائے نبوت کو دعویٰ الوہیت و ابن اللہ کہہ کر ظاہر کرتے ہیں۔ خوب

لیکن اس کے جواب میں دو باتیں عرض کرتا ہوں۔ اوّل یہ کہ ہندوؤں کی تمام تاریخ میں نبوت کا نشان نہیں ملتا۔ ان کے ہاں جو بھی آیا۔ وہ اوتار ہی بن کر آیا۔ عیسائی اس کے برعکس تمام مرسلین من اللہ کو صرف نبی مانتے ہیں۔ اور صرف ایک کو خدا کا بیٹا یا خدا کہتے ہیں۔ ہندوؤں میں ایک بھی ایسا آدمی نہیں ملتا جس کا دعویٰ صرف نبوت تک محدود ہوتا۔ اور جس کو ہندو بھی نبی مانتے۔

اس سے ظاہر ہے کہ نبوت کا مفہوم ہی ہندو قوم کی ذہنیت سے خارج رہا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ کرشن جی خود تو مدعی نبوت تھے۔ ان کے مریدوں نے انہیں اوتار بنا دیا۔ بڑی دور کی کوڑی لانے کے مصداق ہے۔

لیکن میں برادران قادیان کے اس جواب کو تسلیم کر لیتا بشرطیکہ مرزا صاحب خود اوتار ہونے کے مدعی نہ ہوتے۔ مگر جس حالت میں وہ خود اوتار ہونے کے دعویدار ہیں۔ اس صورت میں یہ کہنا کہ وہ کرشن کو اوتار نہیں بلکہ نبی مانتے تھے۔ ایک عجیب معمہ بن جاتا ہے جس کا سمجھنا ایک عام آدمی کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔

مرزا صاحب کے اوتار ہونے کا دعویٰ کتاب البشریٰ کی جلد دوم کے صفحہ ۱۱۶ پر ملاحظہ

فرمایئے۔ جہاں ہندوؤں کو مخاطب کر کے لکھا ہے۔ کہ

"برہمن اوتار سے مقابلہ اچھا نہیں"

یہاں مرزا صاحب نے خود کو برہمن اوتار لکھ کر ایک اور بحث کو زندہ کر دیا ہے۔ جو فلسفہ اسلام و فلسفہ ہنود میں ہمیشہ سے موجود چلی آتی ہے۔ مسلمان یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد انسان برزخ میں رہے گا۔ اور پھر قیامت کے روز زندہ ہو کر اپنا حساب دینے کے بعد بہشت یا دوزخ میں چلا جائے گا۔ ازاں بعد کیا ہوگا۔ ایک ایسی بحث ہے جس کو موجودہ مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا میں اسے قلم انداز کرتا ہوں۔

برعکس اس کے ہندو فلسفہ یہ ہے۔ کہ انسان مر کر کئی کروڑ جیو بدلتا ہے۔ جس کو جون کی تبدیلی کہتے ہیں۔ اور بالآخر یہ خدا بن جاتا ہے۔ یعنی نروان حاصل کر لیتا ہے۔ ہندو عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔ کبھی فرصت ملی تو انشاء اللہ ان دونوں متضاد خیالات پر تبصرہ کر کے ثابت کرونگا کہ اسلامی عقیدہ بہتر۔ صحیح اور عقل کے مطابق ہے۔ اس وقت اتنا لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب کا برہمن اوتار ہونے کا دعویٰ اسلام کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔

لیکن میں اپنے موضوع سے دور چلا گیا۔ میں ثابت کر رہا تھا۔ کہ مرزا صاحب نے یہ جانتے ہوئے کہ کرشن جی مہاراج نبوت کے دعویدار نہ تھے۔ بلکہ خدا ہونے کے مدعی تھے۔ خود کو کرشن قرار دیا۔ اور لیں وہ بات کی جو اسلام کی شریعت کی پابندی کرنیوالے کیلئے ہرگز ہرگز موزوں نہ تھی۔

مگر بالفرض بحث کے لئے مان لیجئے کہ کرشن نبوت کے دعویدار تھے۔ اور مرزا صاحب نے ان کو نبی مان کر کرشن ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو پھر کلغی والے کے دعویٰ کے متعلق کیا کہیں گے جو ہرگز نبوت کے مدعی نہ تھے۔ اور اسلام سے جنکی عداوت اظہر من الشمس ہے۔

کرشن جی مہاراج کو گذرے مدتیں بیت گئیں لیکن کلغی والے گرو تو کل زندہ تھے۔ اور انکے صحیح و مستند حالات کتابوں میں محفوظ ہیں۔ کیا وہ اسلام کی شریعت کی رو سے عقائد باطلہ نہ رکھتے تھے۔ پھر مرزا صاحب نے کلغی والے کا اوتار ہونیکا دعویٰ کیا تو کیوں۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب تمام مسلمانوں کے لئے مطلق نبی بنے۔ مذہب سے بیگانہ مسلمانوں کے واسطے ظلی نبی ہوئے۔ عیسائیوں کے لئے مسیح ہندوؤں کے لئے کرشن اور سکھوں کے لئے کلغی والے بن گئے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ نہ سمجھے کہ ان تمام دعاوی میں بعد المشرقین پیدا ہو جائے گا۔

آؤ ذرا ان کے کرشن ہونے کے دعوٰی پر مزید غور کریں۔ کرشن جی کے مخالفوں کو ان کے چلن پر اعتراض ہے۔ احمدی بھائی کہتے ہیں کہ کرشن جی کے متعلق ایسے تمام حصے جن میں گوپیوں کا ذکر ہے صحیح نہیں ہیں اور اگر صحیح ہیں تو کیا حضرت سلیمان کی بیویاں صدہا سے متجاوز نہ تھیں۔

اول تو کرشن جی مہاراج اور ان کی گوپیوں کے قصے ہندوؤں کی مستند کتابوں میں مذکور ہیں اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم ان کو جھوٹا یا محرف قرار دیں خصوصاً اس صورت میں کہ لالہ لاجپت رائے اور دوسرے مستند ہندو مورخین نے ۸ سے لیکر ۸۰ گوپیوں تک کا وجود صحیح مان لیا ہے یہ تو وہی مثل ہوئی کہ مدعی سست و گواہ چست

اگر کرشن جی اور ان کی گوپیوں کے واقعات سچے ہیں۔ تو ان کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے تشبیہ دینا انتہائی گستاخی ہے۔ حضرت سلیمان نے وہ کیا جو ان کی شریعت کی رو سے جائز تھا۔ ان کی تمام بیویاں ان کی منکوحہ عورتیں تھیں۔ اور منکوحہ اور غیر منکوحہ سے تعلق رکھنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

میں اس بات کو ذرا واضح کئے دیتا ہوں۔ حضرت موسٰی کے زمانہ میں اجتماع بین الاختین یعنی دو سگی بہنوں سے نکاح جائز تھا۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت موسٰی کے حرم میں دو سگی بہنیں موجود تھیں۔ آج یہ حرام کر دیا گیا ہے۔ پس اگر کوئی شخص آج دو بہنوں سے نکاح کر کے یہ کہے کہ کیا حضرت موسٰے نے ایسا نہیں کیا تھا۔ تو سوائے ازیں کہ اس کی عقل پر آنسو بہائے جائیں۔ اور کیا کہا جا سکتا ہے

ہاں اگر مرزا صاحب یا ان کے مرید یہ کہیں کہ اسلام کے خدا نے جو نبی بھیجے۔ ان میں سے کسی کو کسی وقت غیر منکوحہ عورتیں بھی داخل حرم کرنے کی اجازت تھی تو اور بات ہے۔

جس طرح میں نے بحث کی خاطر سے مان لیا ہے کہ مرزا صاحب نے کرشن جی کو خدا یا خدا کا اوتار نہیں بلکہ نبی مان کر کرشن ہونے کا دعوٰی کیا ہے۔ اسی طرح میں محض بحث کی غرض سے یہ بھی تسلیم

کئے لیتا ہوں۔ کہ کرشن جی مہاراج کے چلن کے متعلق جو کچھ بھی ہندوں کی مسلمہ و مستند کتابوں میں درج ہے۔ وہ غلط ہے اور کرشن جی مہاراج کا چلن ہر قسم کے شبہ سے بالاتر ہے۔

قسط سی و دوم ۳۲

اس کے بعد کرشن جی کی تعلیم کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ یعنی یہ دیکھنا لازمی ہے۔ کہ ان کی تعلیم اسلام کے موافق تھی یا متضاد۔ اس کا جائزہ لینا اس لئے ضروری ہے۔ کہ ہم فیصلہ کر سکیں کہ وہ نبی تھے یا نہ تھے۔

میں نے ان کی گیتا کو سنسکرت میں نہیں دیکھا۔ اسلئے کہ میں سنسکرت سے ناآشنا ہوں۔ لیکن میں نے جیل میں ہندی اور گورمکھی کو درساً پڑھ کر گیتا کا ہندی میں مطالعہ کیا۔ اس سے قبل میں اردو میں گیتا جی کا ترجمہ پڑھ چکا تھا۔ اور فیضی خلد آشیاں کا فارسی ترجمہ بھی بہت تعمق و غور کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔ میں نے گیتا بعض پنڈت صاحبان سے درساً پڑھی ہے۔ جن میں سے سب سے پہلے مشہور قومی کارکن پنڈت نیکی رام صاحب شرما تھے۔

ان پنڈت صاحب سے میانوالی جیل میں خوب لطف صحبت رہا۔ بہت شریف اور مخلص انسان ہیں۔ کئی ہندو سیاسی قیدی ان سے گیتا پڑھا کرتے تھے۔ سب سے دور ایک مسلمان بھی اپنی فارسی اور اردو اور ہندی کے گیتا کے نسخے لئے ہوئے مؤدب بیٹھا کرتا تھا۔ اور توجہ سے انکی باتیں سنا کرتا تھا۔ ظن بلکہ سوئے ظن بدنصیبی سے ہم مسلمانوں کی طبیعت ثانیہ بن گیا ہے مسلمان سیاسی قیدی اپنے اس گیتا خواں بھائی کے متعلق عجیب و غریب خیالات کا اظہار کیا کرتے تھے لیکن یہ ان سب کی طرف سے بے پروا ہو کر علم کے موتی جمع کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ یہ طالب علم یہی خاکسار حبیب تھا جسکی یہ تحریر ناظرین کرام ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

گیتا کے سب سے بڑے مؤید زمانہ حال میں مہاتما گاندھی جی مہاراج ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے۔ کہ وہ ایک جنگ میں مصروف ہیں۔ اور گیتا بھی میدان جنگ میں لکھی گئی۔ یہ کوئی شریعت

کی کتاب نہیں۔ کہ اس کو کسی نبی کا کلام یا الہامی کتاب سمجھا جائے۔ بلکہ یہ فلسفۂ جنگ ہے اور بس۔
واقعہ یہ ہے۔ کہ کورو اور پانڈو بھائی بھائی تھے۔ ان میں جنگ ہو گئی۔ ایک فریق کا سب سے بڑا بہادر اپنے بھائیوں کا خون گراتے ہوئے گھبراتا تھا۔ وہ موت کو جنگ پر ترجیح دیتا تھا۔ کرشن جی نے اسے جنگ پر اکسایا۔ اور جن الفاظ میں اکسایا۔ یا جن دلائل سے اسے قائل کیا وہ گیتا کی پونجی ہیں۔
اپنے مقاصد کے لحاظ سے یہ کتاب بہت اعلےٰ ہے۔ مگر چونکہ الہامی کتاب نہیں۔ اس لئے اس میں خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی۔ اس کی خوبیوں کی دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔ کرشن جی ایک جگہ ارجن کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ تو جنگ کر اس لئے کہ ؎

شہادت کہ نبود ازاں برتری ✤ نصیبے کسے نیست جز چھتری
اگر مردہ گردی بہ خلد است جا ✤ وگر فتح یابی شوی بادشاہ

دوسری جگہ جب ارجن ہزیمت کا خدشہ ظاہر کرتا ہے اور نتیجہ کی بحث چھیڑتا ہے۔ تو کرشن کہتے ہیں کہ تو جنگ کر اس لئے کہ نتائج خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ انسان کا کام یہ ہے۔ کہ پوری توجہ سے کام کرے اور نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دے۔

ظاہر ہے کہ یہ دونوں خیالات موتیوں میں تولنے کے قابل ہیں۔ لیکن اگر تحریر و خیالات کی جزوی خوبی کے باعث کتابوں کو الہامی قرار دیا جائے تو شاید ان کی کوئی انتہا نہ رہے۔
اب میں کرشن جی کے اس فلسفہ کو لیتا ہوں۔ جو اسلام کے خلاف ہے۔ اور عقل عامہ بھی جس کو قبول نہیں کر سکتی۔ ملاحظہ ہو وہ ایک فرماتے ہیں ؎

من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام ✤ تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام

یہ خیال اسلام کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ کرشن جی نے ایک اور خیال گیتا میں یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ انسان مرتا نہیں۔ بلکہ جون بدلتا ہے۔ لہذا ارجن کو جنگ کرنے میں عذر نہیں ہونا چاہئے
ظاہر ہے کہ جون بدلنے کا فلسفہ اسلام اور عقل عامہ کے خلاف ہے۔
جس روز کرشن جی کا یہ فلسفہ زیر غور آیا۔ اس روز میں نے پنڈت نیکی رام صاحب سے پوچھا۔

کہ اگر انسان اور دوسرے حیوانات جو آج دنیا میں زندہ موجود ہیں۔ اس دورِ حیات میں سے بطور سزا گذار رہے ہیں۔ تو پھر جیو ہتیا۔ اور انسان کا قتل جرم کیوں ہے (اس تحریر کے بعد مجھے ایک معزز ہندو دوست نے بتایا۔ کہ اس کا جواب آسان ہے۔ یعنی یہ کہ انسان قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ اگر کسی شخص کو پھانسی کی سزا مل چکی ہو۔ اور تمام مراحل متعلقہ اپیل و درخواست رحم ختم ہو چکے ہوں اور صرف مرگ مفاجات باقی ہو تو بھی کوئی شخص اس کو قتل کرنے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ یہ جواب معقول ہے۔ حبیب)

ان کے ارشاد پر میں نے اپنے مطلب کو یہ کہہ کر واضح کیا۔ کہ ایک گائے یا ایک گھوڑا کسی گناہ کی وجہ سے قید حیات میں مبتلا ہیں۔ پھر ان کا قتل جرم کیوں ہے۔ اس لئے کہ ان کا قتل تو انہیں قید سے چھڑا دیتا ہے۔ اور اگر انہیں ایک مخصوص تعداد میں جون کی قید بھگتنا ہے۔ تو اس تعداد میں سے ایک کی میعاد کم ہو جاتی ہے۔

دوسری مثال میں نے یہ عرض کی تھی۔ کہ فرض کیجئے ایک شخص کا نام دین محمد ہے۔ وہ اس لئے انسان بنا۔ اور گھوڑا نہیں بنا۔ کہ اس کے گناہ ایسے سخت نہ تھے۔ کہ اسے حیوان بنایا جاتا۔ لیکن وہ ملیچھ مسلمان کے ہاں پیدا ہوا۔ اسلئے کہ اسکے گناہ بہت تھے۔ اور وہ ہندو گھرانے میں پیدا ہونیکے قابل نہ تھا۔

اسی طرح ایک ہندو رام لال ہے۔ وہ اپنے گناہوں کے حساب سے اچھوت یا کھتری یا برہمن پیدا ہوتا ہے۔ بہترین انسان وہ ہے۔ جو برہمن اور اس پر بھی مہاراجہ ادھیراج پیدا ہو۔ لیکن ایسا انسان بھی اس زندگی کو ایک قیدی کی حیثیت سے گذارتا ہے۔ اگر اس کو قتل کرکے اس کی میعاد قید کو کم کر دیا جائے۔ تو یہ اسکے لئے مفید ہے۔ نہ کہ مضر۔ پھر قتل یا جیو ہتیا جرم کیوں ہیں۔

پنڈت جی نے کچھ عرصہ تک سکوت کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ مقتول کو اس قتل کی وجہ سے کئی لاکھ جونوں میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ گناہ تو کیا قاتل نے یہ مقتول کو الٹی سزا ملتی ہے تو کیوں۔ پنڈت جی خاموش ہو گئے اور دوسرے روز سے گیتا کا درس بند ہو گیا (اس نکتہ

کا جواب میرے محولہ بالا معزز ہندو دوست صرف یہ دے سکے۔ کہ پنڈت جی کا استدلال غلط تھا۔ مگر وہ خود بھی اسکی تردید نہیں کر سکے۔ جیتب)

عقل عامہ بھی کرشن جی کے جون کے فلسفہ کے خلاف ہے۔ سزا وہ جس کا احساس ہو اور جس کی لم واضح ہو۔ جب پرتاپ کے ایڈیٹر مہاشہ کرشن کو یہ معلوم ہی نہیں کہ وہ کس جرم کی وجہ سے انسان بنایا گیا۔ اور معمولی ہندو پیدا ہوا۔ تو وہ اس جرم سے آئندہ اجتناب کیسے کر سکتا ہے۔ اور اسے جب احساس جرم ہی نہیں تو یہ سزا کیسے ہوئی۔ (اس کا جواب بھی میرے موصوف بالا دوست نہیں دے سکے۔ جیتب)

ایک دفعہ یہی اعتراض کلکتہ میں پنڈت دینا ناتھ صاحب متوفی مدیر تجلی لاہور کے رُوبرُو پیش کیا گیا تھا۔ انہوں نے میرے اس سوال پر کہ گدھے کو جب احساس سزا ہی نہیں تو تو سزا کیسے ہوئی سکوت فرما کر جواب دیا کہ اعتراض وزنی ہے۔ اور میں اس کا جواب دینے سے قاصر ہوں۔

میرا ارادہ ہے کہ تحریک قادیان کے اختتام کے بعد اسی طرز و طریق پر مسیحیت۔ آریا دہرم۔ ہندو مت۔ اور سکھوں کے پنتھ پر ناقدانہ سلسلہ لکھوں۔ وباللہ التوفیق۔ اس وقت ان مسائل پر زیادہ وضاحت سے بحث کروں گا۔ فی الحال اسی قدر اظہار خیال کافی ہے۔

کرشن جی کے کلام سے اور متعدد مثالیں ایسی پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے خیالات اسلام کے خلاف تھے۔ اور ان کی کتاب الہامی کتاب نہیں۔ لیکن موجودہ مقاصد کے لیئے محولہ بالا اشلوک کافی ہیں۔

پھر ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ اگر دنیا میں تمام حیوانات و انسان گناہ کیوجہ سے آئے ہوئے ہیں۔ تو ان کی نسل کا جاری رکھنا کیوں ثواب ہے۔ کیا کوئی پسند کرتا ہے کہ جیل خانے بھرے جائیں۔ نہیں پھر اگر یہ فلسفہ درست ہے تو کیوں حیوانات سے بچہ کشی کرائی جاتی ہے۔ کیوں ہر انسان کیلئے لازمی ہے۔ کہ اولاد پیدا کرے۔ کیوں اس کی موت کے بعد اس کا سر پھوڑنے کے لیئے اس کے لڑکے کا وجود رحمت مانا جاتا ہے۔ کیوں انسان کی زندگی کو مقدس مانا جاتا ہے۔ (اس کا جواب بھی میرے

متذکرہ بالا ہندو دوست نہیں دے سکے۔ جیتب م

لیکن ہمارے اس استدلال کے جواب میں ہمارے قادیانی دوست کہہ سکتے ہیں۔ کہ جس طرح کرشن جی کے ادعائے نبوت کو ہندوؤں نے اوتار کا دعویٰ بنا دیا۔ اسی طرح انہوں نے ان کی تعلیم کو بھی بدل دیا۔

خوب۔ لیکن اس خیال پر کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ خود ہندو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اس کتاب میں تحریف نہیں ہوئی۔ دوسرے ہم تاریخ مذاہب حقہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں صاف نظر آتا ہے۔ کہ جب بھی کسی آسمانی کتاب میں تحریف ہوئی۔ دوسری آسمانی کتاب میں جو اس کے بعد .... نازل ہوئی۔ اس کی تحریف کا ذکر آیا۔ چنانچہ توریت میں جب تحریف ہوئی تو حضرت عیسیٰ نے انجیل لا کر دنیا کو دی جس میں تحریف تورات کی مثالیں بیان کی گئی تھیں۔ اور اب تک موجود ہیں۔ جب انجیل میں بھی تحریف ہوئی۔ تو قرآن پاک نازل ہوا اور اس میں صاف لکھا ہے۔ کہ

۱۔ توریت اور انجیل کے علماء خدا کے کلام میں تحریف کرتے ہیں۔

۲۔ یہ بعض وہ کلمات جو کتاب میں موجود ہیں۔ نہیں پڑھتے اور

۳۔ جو کلمات کتاب میں موجود نہیں تھے وہ اپنی طرف سے انہیں ملا کر پڑھتے ہیں۔

۴۔ کلام غیر اللہ کو یوں پڑھتے ہیں کہ گویا وہ خدا کا کلام ہے۔

۵۔ خدا نے ہرگز نہیں لکھا تھا۔ کہ خدا تین میں سے ایک ہے۔ لیکن انہوں نے کتاب میں یہ بات لکھ دی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اگر گیتا الہامی کتاب ہے۔ تو اس میں جو تحریف ہوئی۔ اس کے متعلق مرزا صاحب پر الہام کیوں نہ ہوا کہ اس کی فلاں فلاں باتیں محرف ہیں۔

ایک اور اعتراض یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ہر آسمانی کتاب شریعت کی حامل تھی۔ مگر گیتا جی کے بہترین حصے بھی شریعت بننے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ نیز اگر گیتا کے ان تمام حصص کو جو اسلام کے

خلاف ہیں نکال دیا جائے تو باقی جو کچھ رہ جاتا ہے۔ وہ بہت قلیل ہے۔ اور اسکو خوبی خیال کے لحاظ سے خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ دیا جائے۔ تو بھی وہ خدا کا کلام ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر بحث کی خاطر سے یہ بھی تسلیم کر لیجئے کہ کرشن جی کے کلام میں تحریف ہوئی۔ اس صورت میں گویا اب تک بحث کی غرض سے ہم تین باتیں تسلیم کر چکے ہیں:-

اول۔ یہ کہ کرشن جی مہاراج خدا کا اوتار ہونے کے مدعی نہ تھے۔ بلکہ محض نبوت کے عویدار تھے

دوم۔ یہ کہ ان کے چلن پر جو حملے کئے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت پر مبنی نہیں ہیں بلکہ محض افسانے ہیں اور

سوم۔ یہ کہ ان کی کتاب ان کی تعلیم کا صحیح مرقع پیش نہیں کرتی۔ بلکہ اس میں تحریف کی گئی ہے

اور اس وجہ سے مرزا صاحب نے ان کو نبی قرار دیکر کرشن ہونے کا دعویٰ کیا۔

بہت اچھا اگر صورت معاملہ یہ ہے۔ تو پھر بحث کا اصول یہ ہوگا۔ کہ ہم قرآن الحکیم کو کسوٹی بنا کر اس پر مرزا صاحب کے اس دعویٰ کو پرکھیں۔ کہ انہیں خدا کی طرف سے علم دیا گیا تھا۔ کہ کرشن جی نبی تھے۔

قسط سی و سوم ۳۳

مجھے معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے کرشن جی مہاراج کے سر پر نبوت کا جو تاج رکھا ہے اس میں غیر قادیانی مسلمانوں میں سے کتنے ان سے متفق ہیں۔ البتہ ایک صاحب کا مرزا صاحب سے اس معاملہ میں اتفاق اظہر من الشمس ہے۔ اور وہ مولوی ظفر علی صاحب مالک و مدیر جریدۂ زمیندار لاہور ہیں۔ جن کا اخبار آئے دن برمحل و بے محل یہ اعلان کرتا رہتا ہے۔ کہ کرشن جی پیغمبر تھے باقی مسلمانوں میں سے بعض تعلیم یافتہ مسلمان یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔ کہ ہندوستان ایسے وسیع ملک اور ہندوؤں ایسی بڑی قوم کا پیغمبر سے خالی ہونا خارج از امکان ہے۔ لہذا اگر کرشن جی کو پیغمبر مان لیا جائے تو اس میں حرج کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ قرآن پاک میں خدائے قدوس نے خود فرمایا ہے۔ کہ ہر قوم کے لئے ہم نے ہادی بھیجا۔ اور کوئی گاؤں ایسا نہیں۔ جس میں ہمارا پیام نہیں پہنچا۔

میں عرض کروں گا۔ کہ میرا بھی یہ ایمان ہے۔ کہ ہندوستان چھوڑ پنجاب میں بھی پیغمبر آئے اور پنجاب یا تبت یا چین کا ایک قریہ بھی ایسا نہیں جس میں خدا کا پیام نہ پہنچا ہو۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں بھی عذر نہیں۔ کہ ہر گاؤں میں کوئی ڈرانے اور بشارت دینے والا آیا ۔لیکن شرط یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے مبعوث ہوا ہو۔ اسلئے کہ خاتم النبیین کے بعد بعثت انبیاء بند ہو چکی ۔اس پر مرزا صاحب کے ادعائے نبوت کی ذیل میں کافی بحث کر چکا ہوں ۔اور اس موضوع پر اس وقت کچھ لکھنا غیر ضروری ہے ۔نیز کرشن جی چونکہ حضرت خاتم الانبیاء سے پہلے پیدا ہوئے تھے لہذا ان کی نبوت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے بعثت احمد مجتبے محمد مصطفے کے بعد کسی کا مبعوث ہونا خارج از بحث ہے۔

بہر کیف مجھے یہ تسلیم ہے کہ ہندوستان میں ایک چھوڑ متعدد نبی پیدا ہوئے اور مجھے یہ بھی تسلیم ہے کہ قرآن پاک کے چوبیسویں پارہ کے ربع ثالث یعنی سورۃ المومن میں اللہ تعالے امی لقب (فداہ روحی) کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے پیغمبر۔

تحقیق ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے۔ جن میں سے بعض ہیں۔ کہ ان کا ذکر ہم نے آپ سے کر دیا ہے۔ اور بعض ہیں کہ ان کا ذکر ہم نے آپ سے نہیں کیا۔

کرشن جی کی نبوت کے حامی کہتے ہیں۔ کہ جب ہندوستان میں نبیوں کی بعثت مسلم ہے اور اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ بعض انبیاء کا ذکر قرآن مقدس میں موجود ہی نہیں۔ تو پھر کرشن جی کو نبی مان لینے میں حرج کیا ہے خصوصاً اس صورت میں کہ ان کی کتاب گیتا ایک بینظیر کتاب ہے۔

ان میں سے اکثر اصحاب وہ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے گیتا کی تعریف ادھار لی ہوتی ہے۔ یعنی انہوں نے خود کبھی گیتا کا مطالعہ نہیں کیا ہوتا ۔اور اس کے باوجود وہ اسکی خوبی کے قائل ہوتے ہیں۔

اگر خوبی تحریر کو معیار نبوت سمجھا جائے تو پھر مجھے یاد ہے کہ ایک انگریز نے آکسفورڈ سے شکسپیئر کے کلام کا جو مجموعہ شائع ہوا ہے۔ اس کی تمہید میں لکھا ہے۔ کہ

احمقوں میں سے وہ بدترین احمق ہی جس کے سر پر حماقت کا تاج راس آئے اس

حقیقت سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ یہ کتاب (شیکسپیئر کی تصانیف) دنیا کی بہترین کتاب ہے۔

قرآن پاک سے تو اس شخص کو دور کی نسبت بھی نہ تھی۔ لیکن انجیل یا کتاب مقدس پر ایمان رکھتے ہوئے اس نے شیکسپیئر کی تصنیف کو دنیا کی بہترین کتاب قرار دیا۔ کیا اس میں حرج کی کوئی بات لازم نہیں آتی۔ اگر نہیں تو آؤ شیکسپیئر کو بھی پیغمبر مان لیں۔

آج ممنوعات شرعی کو عقلی دلائل کی وجہ سے حلال قرار دیا جا رہا ہے۔ سود کا جواز زیر بحث ہے۔ اس لئے کہ لینے میں حرج نہیں اور نہ لینے میں نقصان ہے۔ ہماری تجارت کی کساد بازاری کو حرمت سود پر محمول کیا جاتا ہے۔ گویا معاذاللہ اصول قرآنی کو ہماری تذلیل کا باعث ثابت کیا جاتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آج سود ہی نے دنیا کو پریشان کر رکھا ہے۔ اور جس مغرب کی تقلید میں ہم سود کو حلال ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ مغرب حرمت سود کی حکمت کا قائل ہوتا چلا جا رہا ہے۔

کجا بود مرکب کجا تاختم۔ آمدم بر سر مطلب۔ سوال یہ نہیں کہ کرشن جی کو پیغمبر مان لینے میں کوئی حرج ہے یا نہیں۔ سوال یہ ہے۔ کہ کیا اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم کسی خاص شخص کو جس کا قرآن میں بالصراحت ذکر نہیں نبی مان لیں۔

میری گذارش ہے کہ جن انبیا علیہم السلام کا قرآن پاک میں نام بہ نام ذکر موجود ہے۔ جس طرح ان میں سے کسی کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح ان میں کسی کا نام لے کر اضافہ کرنا بھی اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اور ان دونوں اصولوں کی لم منجملہ دلائل متعددہ یہ بھی ہے۔ کہ ایک ایسے نبی کا انکار جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ تحریف فی القرآن ہے۔ اور اسی طرح کسی ایک کا اضافہ بھی تحریف فی القرآن ہوگا۔

میں ناسخ و منسوخ کی بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن اتنا عرض کروں گا۔ کہ اب تک بعض لوگوں نے یہ تو لکھا ہے۔ کہ فلاں آیت کو فلاں آیت نے منسوخ کر دیا۔ مگر یہ کسی نے نہیں کہا۔ کہ نزول قرآن پاک کے بعد کوئی آیت منسوخ ہوئی ہے۔ یہ کام بن پڑا تو مرزا صاحب ہی سے جنہوں نے آیات جہاد کی تنسیخ کا اعلان کیا۔ اور اس اعلان کو الہام پر مبنی قرار دیا۔

اسی طرح تکمیل قرآن الحکیم کے بعد کسی نے آج تک یہ نہیں کہا۔ کہ اس میں بذریعہ الہام اضافہ ہوا ہے۔ لیکن اگر یہ مان لیا جائے کہ مرزا صاحب نبی تھے۔ اور انہیں بذریعہ الہام کرشن بنایا گیا اور بتایا گیا کہ کرشن نبی تھے۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے۔ جہاں حضرات ابراہیم۔ اسماعیل۔ اسحاق یعقوب وغیرہم علیہم السلام کا ذکر آتا ہے۔ وہاں قرآن پاک میں ایک نبی کے نام کا اضافہ کرنا پڑے گا۔ اور یہ تسلیم کرلیں تو تحریف یا تکمیل قرآن کو صحیح ماننا پڑتا ہے۔ جو کفر ہے۔

محولہ بالا آیۃ کریمہ سے یہ تو ثابت ہے۔ کہ خود خدائے تعالے نے بعض انبیا کے نام نہیں لئے اور کرشن جی کا نام بھی نہیں لیا۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ خداوندکریم نے جس کا نام نہیں لیا۔ اس کا نام لینے کا حق کس کو ہے۔ کیا محمد صلعم نے ایسا کیا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ ورنہ حدیث موجود ہوتی۔ کہ فلاں۔ یا فلاں فلاں رسول یا رسولوں کے نام خدا نے تو نہیں لئے۔ لیکن رسول اللہ نے ان کی تخصیص نام بہ نام فرمائی۔

اور جب خدا اور اس کے رسول صلعم دونوں نے ایسا نہیں کیا۔ تو کیا خلفائے راشدین نے ایسا کیا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیا کسی مدعی نبوت نے محدث نے مجدد نے یا کسی اور مسلمان نے کسی کا نام لیکر اس کو نبوت کا درجہ دیا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔

تو یہ سوال حل طلب ہوا کہ جس کی تخصیص خدا اور رسول صلعم نے نہیں کی۔ اس کی تخصیص کون کرسکتا ہے۔ کیا ہر مسلمان ایسا کرسکتا ہے۔ اگر ہر مسلمان کو اس کی اجازت ہے۔ تو پھر انبیا کی ایک لامتناہی فہرست تیار ہوسکتی ہے۔ کیا اجماع امت کو اس کا حق دیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے۔ تو لازم ہے کہ ووٹوں کے ذریعہ سے گذشتہ انبیاء کی فہرست تیار کی جائے۔ جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود نہیں۔ اور اگر افراد ملت کو مجموعی طور پہ یہ حق حاصل نہیں۔ کہ کسی کا نام لے کر اس کی نبوت کی تصدیق کریں تو پھر سوال پیدا ہوتا کہ آخر یہ حق کس کو حاصل ہے۔

جواب ملے گا کہ خدا اور صرف خدا کو اور وہ الہام یا وحی کے ذریعہ ہی سے کسی کا نام اپنے کسی فرستادہ کو بتائے گا۔ اسلئے کہ سنت اللہ یہی ہے۔ کہ انسان سے کلام بذریعہ الہام یا وحی ہو۔ اور

اگر یہ صورت صحیح مان لی جائے اور تسلیم کیا جائے کہ اس نے مرزا صاحب کو منتخب کر کے ایک نام بتایا تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ محمد (فداہ روحی) پر قرآن نامکمل نازل ہوا۔ اس میں ایک نام نہ تھا اور وہ نام مرزا صاحب پر ظاہر کر کے قرآن کی تکمیل کی گئی۔ اور یہ عقیدہ خلاف اسلام ہے۔ اس لئے کہ قرآن مکمل ہے۔ اور اس میں کسی ترمیم یا اضافہ کی گنجائش نہیں۔

پس میرا استدلال یہ ہے۔ کہ

۱۔ جن پیغمبروں کا ذکر خدا نے خود نہیں کیا۔ ان کا نام کوئی شخص بتا نہیں سکتا۔ سوائے ازیں کہ خود خدا اس پر کوئی نام ظاہر کرے۔

۲۔ اگر خدا کی مرضی اور خدا کے بتانے کے بغیر نام لے کر کسی رسول کی تخصیص کی اجازت ہوتی تو حضور سرور کائنات ایسا کرتے۔ مگر ان کا ایسا نہ کرنا بتا رہا ہے کہ خدا جس کو ظاہر نہ کرے۔ بندہ اس میں دخل نہیں دے سکتا۔

۳۔ خدا قادر مطلق ہے اور وہ چاہے تو ہزاروں قرآن نازل کر سکتا ہے۔ مگر قدرت اور مشیت میں فرق ہے۔ مشیت ایزدی یہ ہے کہ قرآن شریف مکمل ہے۔ اور یہ اسی صورت میں محفوظ رہیگا۔ اس میں تبدیلی ممکن نہیں۔ نہ اس میں اضافہ ہی ممکن ہے۔

۴۔ اگر اللہ تعالےٰ بذریعہ الہام کسی ایسے نبی کی بعثت کی تصدیق کرے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود نہیں تو وہ تکمیل قرآن الحکیم کے مرادف ہوگی۔ اور یہ بات بھی تعلیم قرآن پاک کے خلاف ہے۔

پس اصولاً یہ ایمان رکھنا۔ کہ دنیا بھر میں متعدد پیغمبر مبعوث ہوئے جن سے ہندوستان بھی خالی نہیں رہا۔ لیکن کسی کا نام لے کر اس کو مخصوص بہ نبوت کرنا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر یہ حق عام افراد کو دیا جائے۔ تو فتنہ کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور انبیاء کی فہرست لامتناہی ہو جاتی ہے۔ اور اگر اجماع ملت کو یہ حق دیا جائے تو اس کے لئے ووٹوں کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اور انبیاء کا نام بھی کونسل کا ایک انتخاب بن جاتا ہے۔ یہ علم صرف خدا کو ہے۔ اور رب العزت جن ناموں کو ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ ان کو ظاہر کر چکا۔ اور اگرچہ مزید نامول

کا اظہار اس کی قدرت سے خارج نہیں ۔ تاہم اس کی مشیت اور سنت یہ ہے ۔ کہ مزید نام ظاہر نہ کئے جائیں ۔ لہذا کسی کا یہ کہنا کہ فلاں شخص بھی نبی تھا بروئے قرآن الحکیم جائز نہیں پس مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری

انیسویں دلیل

یہ ہے کہ انہوں نے کرشن جی مہاراج کو نبی ظاہر کر کے خود ان کے اوتار ہونے کا دعوے کیا اور یہ دونوں باتیں تعلیم قرآن الحمید کے خلاف ہیں ۔

الحمدللہ والمنۃ کہ تحریک قادیان پر میرا مضمون انتہا کو پہنچا ۔ میں نے کوشش کی ہے ۔ کہ میں کوئی ایسی بات نہ لکھوں ۔ جو کسی کے لئے دل آزار ثابت ہو ۔ میرے احباب نے مجھے اس مقصد میں کامیاب ہونے پر مبارک بادیں دی ہیں ۔ لیکن میں اب پھر اعلان کرتا ہوں کہ اگر میرے قلم سے کوئی ایسا فقرہ نکل گیا ہو ۔ جو کسی صاحب کے قلب پر گراں گذرا ہو تو اس کو نادانستہ غلطی سمجھ کر معاف کر دیا جائے ؂

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ ۔ الخ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تتمّہ اوّل

تحریک قادیان

اس کی کامیابی کی ظاہری وجوہ

(۱)

میں جن دنوں سیاست میں تحریک قادیان کے حسن و قبح پر اظہار خیال کر رہا تھا۔ تو اس کے دوران میں بعض احباب نے سوال کیا تھا۔ کہ تحریک قادیان ترقی پذیر کیوں ہے۔ بعض حضرات ایسے ہیں۔ کہ وہ قادیان کی دولت و ثروت سے اور بعض اسکے معتقدین کی تعداد سے بعض انکے مریدوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اصحاب کی شمول سے مرعوب ہیں۔ اور وہ اس کو تحریک قادیان کی صداقت کی دلیل سمجھے بیٹھے ہیں۔ اسی خیال باطل کے ازالہ کے واسطے میں نے ابتدائے مضمون میں بعض ایسے مدعیان نبوت کے حالات درج کئے۔ جنہوں نے مہدی یا مسیح موعود یا ظلی و بروزی نبی یا پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور وہ اس قدر ترقی پذیر ہوئے کہ ان کی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ اور تین تین نسل تک ان کی اولاد صاحب سریر و تاج و علم ہوئی۔ ایک عام خیال یہ ہے۔ کہ مسیح موعود یا حضرت مہدی جب تشریف لائیں گے۔ تو وہ مسلمانوں کی حکومت قائم کریں گے۔ جناب مرزا صاحب قادیان کی تحریک پر عوام کی طرف سے یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے۔ کہ وہ ایسا نہیں کر سکے۔ لیکن جنہوں نے واقعی سلطنتیں قائم کیں۔

اور اپنے نام کا سکہ چلایا۔ وہ وجاہت دنیوی اور تعداد معتقدین کے لحاظ سے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء سے بہت زیادہ کامیاب تھے۔ پر آخر وہ مٹ گئے۔ اور اسلام اپنی اصلی شان اور حقیقی صورت میں باقی رہ گیا۔ والحمد اللہ علیٰ ذالک۔

اللہ تعالےٰ خود قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ کہ یہ لوگ جو بازاروں میں شان سے پھرتے ہیں۔ ان کی شوکت سے اے مسلمان تو گمراہ نہ ہونا۔ اس لئے کہ ان کی پونجی بہت تھوڑی ہے۔ اور ان کا آخری ٹھکانا دوزخ ہے۔ جو بہت ہی بری قیام گاہ ہے۔

اگر وجاہت دنیوی۔ حکومت مادی۔ تعداد معتقدین یا علم وفضل مریدین ہی معیار صداقت ہو۔ تو آج دنیا میں مسیحیت سے زیادہ کوئی مذہب سچا قرار نہیں پا سکتا جس کے بادشاہوں کی شان کوس لمن الملک بجا رہی ہے۔ جن کے معتقدین کی دولت کا کوئی اندازہ ہی نہیں جن کی سلطنتیں بے شمار ہیں اور جن کے مرید سائنس کے میدان میں ایسے شہسوار ثابت ہو رہے ہیں۔ کہ کوہ ہمالیہ کی بلندی ان کی پائگاہ بن چکی ہے۔ پاتال کے راز ان کی کف دست کا سرمایہ بن چکے ہیں۔ ہوا۔ پانی اور خاک پر ان کا قبضہ ہے۔ دنیا کی بربادی ان کیلئے ایک لمحہ کا کھیل ہے۔ انسان کی آواز کو ہزاروں میل پر پہونچاتے ہیں۔ اور دشت وہاموں کوہ و بیابان دریا اور سمندر ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ لیکن بحمد اللہ کہ یہ سب کچھ معیار صداقت نہیں ہے۔

پس وجاہت دنیوی شوکت ظاہری اور تعداد وقسم معتقدین تحریک قادیان کے لئے وجہ تفاخر نہیں بن سکتیں۔

بعض لوگ یہ بھی پوچھتے ہیں۔ کہ تحریک قادیان کے خلاف ایسے واضح دلائل موجود ہیں جیسے کہ میں نے قلم بند کئے۔ اور جن کے مطالعہ کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ کوئی سلیم العقل انسان اس مذہب کا معتقد نہیں ہو سکتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اعلےٰ تعلیم یافتہ انگریزی دان مسلمان اس مذہب کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔

اس کے جواب میں یہ عرض کرنا کافی ہے کہ تحریک قادیان کی نسبت بہت زیادہ زبردست دلائل

شرک اور بت پرستی کے حامی مذاہب کے خلاف موجود اور بے شمار مرتبہ اصرار کے ساتھ پیش ہو چکے ہیں۔ پھر بھی گاندھی جی اور برنارڈ شا جیسے لوگ کیوں اپنے دین اور مذہب کی کفریات سے باز نہیں آتے۔

اس کا جواب خود اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ کہ ابتداء میں دین ایک تھا۔ یعنی دین فطرت اسی دین پر اب تک اللہ تعالےٰ لوگوں کو پیدا کرتا ہے۔ دین میں اختلاف لوگوں نے بعد میں پیدا کیا۔ اور لوگ ہی ہر سلیم الفطرت مولود کو بتدریج عقائد باطلہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے لوگوں کی راہ نمائی اور ہدایت کیلئے رسول بھیجے۔ لیکن لوگوں نے ان کو جھٹلایا اور یوں تفریق باقی ہے۔ اور قیامت تک باقی رہے گی۔

خدا قادر مطلق ہے وہ چاہے تو ایک لمحہ میں ان اختلافات کو مٹا کر دین فطرت کا ڈنکہ بجا دے لیکن میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ قدرت ایزد متعال اور مشیت خدائے لایزال میں فرق ہے۔ قدرت یہ ہے کہ جب اور جو چاہے کرے۔ مگر مشیت یہ ہے۔ کہ یہ اختلافات تبلیغ کے ذریعہ رفع ہوں۔ اور اگر نہ ہوں تو ان کا فیصلہ اللہ تعالےٰ خود قیامت کے دن کر دے گا۔ قرآن پاک میں بارہا حق تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر ہم یہ نیت نہ کر چکے ہوتے۔ کہ ہم ان اختلافات کا قضیہ قیامت کے روز چکائیں گے۔ تو ہم کبھی کا ان کفار کا قصہ ہی پاک کر دیتے۔

مگر ایسا کیوں ہے؟ یہ ایک راز قدرت ہے۔ جس پر انسان حاوی نہیں۔ روحانی امور میں بھی جسمانی امور کی طرح بعض جگہ انسان معذور ہے۔ اور اس معذوری کے باوجود اس پر ایمان لانا ایمان بالغیب ہے۔ انسان سورج سے روشنی اور گرمی پاتا ہے۔ اور اس روشنی اور گرمی سے فائدہ بھی اُٹھاتا ہے۔ لیکن وہ اس روشنی اور گرمی کی مقدار یا اسکے معیار کو گھٹانے یا بڑھانے سے معذور ہے۔ اسی طرح روحانیات میں انسان جانتا ہے۔ کہ یہ اختلافات برے ہیں۔ خون ریزی اور فتنہ و فساد کا سبب ہیں۔ وہ براہین قاطعہ پیش کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے مخالف اس کی بات پر کان نہیں دھرتے۔ وہ گھبراتا ہے لیکن خود کو بے بس پاتا ہے۔ اس لئے کہ مشیت ایزدی یہی ہے۔

اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں حضرت ابراہیم کو نار نمرود میں ڈالا گیا حکم ہوا کہ اے آگ ابراہیم کے لیے سرد ہوجا۔ اور سلامتی کا سبب بن جا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس خدا میں یہ قوت تھی۔ کہ وہ آگ کو سرد کردے۔ اور آزار کی بجائے سلامتی کا سبب بنادے کیا وہ یہ قدرت نہیں رکھتا تھا۔ کہ اس آگ کے جلانے والوں کو آگ جلانے کا موقعہ ہی نہ دیتا یا ان کے دل ہی پیغام ابراہیم کی طرف پھیر دیتا۔

یقیناً اس میں یہ قدرت تھی۔ لیکن مشیت ایزدی یہی تھی کہ ایسا نہ کیا جائے۔ اور غور کرو تو ابراہیم علیہ السلام کے جوہر کھلے تو اس طرح کہ آگ ان کے سامنے جلی۔ اس کا اعلان ان کے روبرو ہوا۔ ان کو وہاں تک پہنچایا گیا۔ موت اور بدترین عقوبت کی موت سامنے نظر آئی۔ انہیں اٹھا کر اس میں پھینکا گیا۔ انہیں علم نہ تھا۔ کہ آگ ان کے لئے سرد ہوکر سلامتی کا سبب بن جائے گی۔ یہ تسلیم ورضا کے آخری امتحان میں کامیاب ہوئے۔ اور پھر انعام واکرام الہٰی سے فائز المرام ہوئے۔ اگر جبراً کفار کے دل پھیر دیے جاتے۔ تو دین کا خزانہ آج رضائے الہٰی کے روبرو انتہائی تسلیم کے ان موتیوں سے خالی ہوتا۔ جن کا وجود ابراہیم کے پسینے اور سید الشہداء علیہ السلام کے پاک خون سے پیدا ہوا۔

پس یہ مشیت ہے کہ دین فطرت کے خلاف ادیان وعقاید باطلہ پیدا ہوں۔ ترقی کریں اور موجود رہیں۔ لیکن یہ سب پیدا ہوتے اور مٹتے رہتے ہیں۔ دین فطرت البتہ ازل سے موجود ہے اور ابد تک قائم رہے گا۔ مبارک ہے وہ جو عقائد باطلہ کی مؤقت ترقی اور چمک دمک سے فریب نہ کھائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر مسلمان کو اس دھوکے سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اب تک جو کچھ عرض ہوا۔ وہ ایک اصولی اعتقاد تھا۔ کہ عقائد باطلہ اور ادیان کاذبہ کیوں قائم رہتے اور بہ ظاہر ترقی کرتے ہیں۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ کہ یہ نکتہ بہت باریک ہے۔ اس کے اظہار کے لئے مجھ سے زیادہ صاحب استطاعت وعلم انسان اور مجھ سے کہیں زیادہ صاحب قوت اہل قلم کی ضرورت ہے۔ تاہم ممکن ہے کہ مسلمانوں کا ایک حصہ اس دلیل سے مطمئن ہوجائے مگر حصہ کثیر ایسا ہے۔ کہ اس کے فہم ہی سے یہ دلیل بالاتر ہے۔ اور اس کے سمجھانے کے لئے زیادہ واضح

اظہار خیال کی ضرورت ہے۔

۲

تحریک قادیان کی ظاہری ترقی کے دنیوی اسباب کے متعلق کچھ عرض کرنے کے لئے مجھے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی تاریخ کے ابواب کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

جو لوگ موجودالوقت دول یورپ کی تبلیغی جد وجہد سے آگاہ ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ مرکز مسیحیت کا ہر بادشاہ یا صدر جمہوریہ

"یمین الدین"

کے لقب سے ملقب ہے۔ اور تبلیغ مسیحیت ان کی حکومت کا جزو لاینفک ہے۔ چنانچہ دور کیوں جاؤ۔ برطانیہ ہی کے نظام حکومت پر نگاہ ڈالو تو معلوم ہوگا۔ کہ محکمہ جات دفاع۔ مالیات اور خارجہ کی طرح محکمہ دینیات بھی نظام سلطنت کا ایک جزو لاینفک ہے۔

لیکن ہندوستان میں سلمانوں نے جو سلطنت قائم کی۔ اس میں دینیات کو یہ مرتبہ کبھی حاصل نہیں ہوا۔ البتہ اتنا ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اس ملک میں جو مسلمان بادشاہ ہوئے۔ وہ درس و تدریس کے لئے کافی جاگیریں دیا کرتے تھے۔ جن کی وجہ سے ہر مسجد درسگاہ بن گئی تھی۔ جو تعلیم دین کے لئے ایک مرکز کا کام دیتی تھی۔ لیکن اس کرم فرمائی سے مندر بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ تاہم مجھے چونکہ اس وقت مسجدوں ہی سے تعلق ہے۔ لہٰذا میں انہی کا ذکر کروں گا۔ ان کے متعلقین یعنی علماء اور صوفیا بھی عوام و حکام دونوں کی عقیدت اور خدمت کے باعث قوت لایموت سے بے پرواہو کر تبلیغ دین کے کام میں مصروف رہتے تھے۔

غرض یہ کہ تبلیغ اسلام کا کام حکومت کی بجائے غیر سرکاری ذرائع کا شکر گذار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کا مرکز تو تھا آگرہ اور مسلمان زیادہ ہوئے بنگالہ میں۔ جہاں صوفیا کا گذر زیادہ تھا۔ اس صورت حالات نے بھی اکبر اعظم کے وقت میں پلٹا کھایا۔ ان کے زمانہ میں ہندو مسلم اتحاد کی سیاسی ضرورت کے باعث قومیت ہند کے باپ جلال الدین اکبر نے شعار اسلام کو بالکل پس پشت

ڈال دیا۔ اور انہوں نے اور ان کے درباریوں نے اپنی عملی مثال سے تبلیغ دین کو نقصان پہنچایا اس وقت اگر شریعت حقہ کا علم بلند رہا۔ تو وہ اپنی سرفرازی کے لئے مخصوص صوفیائے کرام وعلمائے دین کا ممنون احسان تھا۔ جہانگیر اور شاہجہان کے زمانہ میں اکبر کے جاری کردہ دین الہٰی کے چرچے تو باقی نہ رہے۔ مگر تبلیغ کے کام کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں ہوئی۔

اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ اس کلیہ کی واحد استثنا ثابت ہوئے۔ معرکہ کفر و دین میں اقبال نے انہیں ع

ترکش ما را خدنگ آخریں

لکھ کر اظہار حق کیا ہے۔ لیکن اس کے بعد حالت بد سے بدتر ہوگئی۔ اور نہ صرف بادشاہ اور امراء واعیان واکابر سلطنت شعار دین سے بے پرواہ ہو گئے۔ بلکہ اکبر جہانگیر اور شاہجہان کے زمانہ میں مساجد ومقابر ومکاتب کو جو گراں قدر امداد ملتی تھی۔ وہ بھی طوائف الملوکی وجہ سے بند ہو گئی۔

سلطنت مغلیہ کے انحطاط کے ساتھ زر امداد نہ ملنے کی وجہ سے اور ہر زور آور کے بادشاہ بن کر اپنے علاقہ کو لوٹنے کی وجہ سے مدرسے خانقاہیں اور مسجد بند ہو گئیں۔ علماء اور صوفیا کو بدرجہ مجبوری سلسلہ درس وتدریس بند کرنا پڑا۔ اور ملک میں تعلیم کا نام تک باقی نہ رہا۔ نہ دین کی تعلیم باقی رہی نہ دنیا کی۔

عالمگیر کے وصال اور ۱۸۵۷ء کے غدر تک کا زمانہ پنجابی میں "بر چھا گردی" کا زمانہ کہلاتا ہے۔ نہ کوئی نظام حکومت تھا اور نہ امن وامان ہی موجود تھا۔ کسی کی زندگی و دولت عزت وعصمت محفوظ نہ تھی۔

ان حالات میں نہ صرف مسلمانان ہند کیلئے بلکہ عام ہندوستانیوں کیلئے علم کا چراغ گل ہو گیا۔

انگریز اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے ہندوستان سے جہالت دور کی۔ یہ صحیح ہے لیکن یہ بھی امر واقعہ ہے کہ مصر روما اور یونان کے میدان تہذیب وتمدن میں کوس لمن الملک بجانے سے بہت پہلے ہندوستان آسمان علم پر ماہ عالمتاب بن کر چمک چکا تھا۔ پھر انقلاب کی وجہ سے قعر جہالت میں گرا جس سے مسلمانوں نے آکر اسے نکالا۔ مگر سلطنت مغلیہ کے انحطاط کے ساتھ یہ پھر جہالت کے گڑھے

میں گر پڑا۔ عالم و فاضل لوگ طبعاً میعاد حیات پوری کر کے اٹھ گئے۔ علم کے مرکز مٹ چکے۔ لہذا ملک جاہل رہ گیا۔

غدر ۱۸۵۷ء کی تمام ذمہ واری بے جا طور پر مسلمانوں کے سر منڈھ دیگئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارباب حکومت کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے بغض پیدا ہوگیا۔ ادھر مسلمانوں کے علماء نے حکومت انگلشیہ سے ہر قسم کے تعاون کو گناہ قرار دے کر اعلان کر دیا۔ کہ ہندوستان دارالحرب ہے نیز بین الاقوام معاملات نے بھی ایسی صورت اختیار کر لی۔ کہ مسلمانوں اور انگریزوں کے تعلقات اچھے نہ رہے۔ مسلمانوں نے علما کے فتاوی کے باعث انگریزی مدارس سے جو تعلیم کی روشنی کو واپس لانے والے تھے اجتناب کیا۔ مساجد اجڑی پڑی تھیں۔ مکاتب کا نشان تک مٹ چکا تھا۔ صوفیا کے تکئے حدیث شریف و قرآن مجید کے مسائل کی جگہ بھنگ نواز دوستوں کی گپ بازی کا مرکز بن چکے تھے۔

غرض حالت یہ تھی۔ کہ مسلمان حکام وقت کا چور بنا ہوا تھا۔ حکومت اس کے ہاتھ سے چھن چکی تھی۔ تجارت سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ تعلیم اس کے ہاں سے غائب ہو چکی تھی اور جاہل ماں باپ جاہل تر اولاد پیدا کر رہے تھے۔ بیکاری مفلسی اور حکومت کے عتاب نے مسلمانوں کو ایک قابل نفرت چیز بنا دیا تھا۔

مسیحی پادری ہمیشہ تسلیم کرتے رہے ہیں۔ کہ دنیا میں ان کے عقائد کے لئے اگر کوئی خطرہ موجود ہے۔ تو اس کا نام اسلام ہے۔ وہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو بہکانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ انہوں نے اس وقت کو غنیمت اور اس موقعہ کو بے حد مناسب جان کر مسلمانوں کو بہکانے کیلئے ایک عالمگیر جد و جہد شروع کی۔ جس کا سلسلہ ۱۸۶۰ئہ سے لے کر ۱۹۰۳ئہ کے بعد تک بڑے زور و شور سے قائم رہا۔

بیکار مسلمان مسیحی ہو کر روزگار حاصل کر لیتے تھے۔ قلاش مسلمان مالی لحاظ سے بہتر حالت میں ہو جاتے تھے۔ اور غداری کا داغ جوان کے لئے بیحد پریشان کن تھا۔ وہ بپتسمہ کے پانی کے

ساتھ ان کی پیشانی سے دہل جاتا تھا۔ یہ ترغیبات کچھ معمولی نہ تھیں۔ زر حکومت اور ثروت کی ترغیب سے اگر کسی اور دین کا واسطہ پڑتا تو مٹ جاتا۔ یہ اسلام ہی کا کام تھا کہ وہ اس بے پناہ حملہ سے محفوظ رہا۔ والحمد اللہ علیٰ ذالک۔

عیسائیوں کے ان حملوں سے ہندو بھی محفوظ نہ تھے۔ لیکن اول تو وہ جدید تعلیم حاصل کر کے پرانی جہالت کے ازالہ میں مصروف ہو گئے تھے۔ دوسرے ان کے پاس تجارت اور دولت موجود تھی۔ لہذا یہ نہ قلاش و مفلس تھے نہ بے روزگار تیسرے یہ حکومت کے عتاب سے محفوظ تھے بلکہ یوں کہیے کہ اس کے لطف کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ لہذا انہیں وہ خطرات درپیش نہ تھے جو مسلمانوں کے لئے مخصوص ہو چکے تھے۔

مسلمانوں کو بہکانے کیلئے عیسائیوں نے دین حقہ اسلام اور اس کے بانی صلعم پر بے پناہ حملے شروع کر دیئے۔ جن کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ آخر زمانہ نے تین آدمی ان کے مقابلہ کیلئے پیدا کئے۔ ہندوؤں میں سوامی شری دیانند جی مہاراج نے جنم لے کر آریا دہرم کی بنیاد ڈالی اور عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا۔ مسلمانوں میں سر سید علیہ الرحمتہ نے سپر سنبھالی۔ اور ان کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اس میدان میں اترے۔

سر سید علیہ الرحمتہ نے مسلمانوں کے سر سے غداری کا الزام دور کرنے کی کوشش کی اور انہیں تعلیم جدید کی طرف متوجہ کیا۔ اور ساتھ ہی مسیحیوں کے حملوں کا جواب دیکر شریعت حقہ کی حمایت کرنے لگے۔ غدر کا الزام آج تک مسلمانوں کے سر پر موجود ہے۔ البتہ جدید تعلیم کی ترویج میں سر سید کو غیر معمولی کامیابی ہوئی۔ ان کی سیاسی رہنمائی بھی صحیح ثابت ہوئی۔ اور مسلمان ایک عرصہ تک اس راہنمائی سے روگردانی کرنے کے بعد آج پھر لاچار ہو کر انہی کے اصولوں کو اختیار کر کے کامیاب ہو رہے ہیں۔

مذہبی حملوں کا جواب دینے میں البتہ سر سید کامیاب نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ انہوں نے ہر معجزے سے انکار کیا۔ اور ہر مسئلہ کو بزعم خود عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنیکی کوشش کی نتیجہ

یہ ہوا۔ کہ ہندوستان میں بچے کھچے جو علما بھی موجود تھے۔ ان میں اور سرسید میں ٹھن گئی۔ کفر کے فتوے شائع ہوئے۔ اور بہت غلاظت اچھلی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی پروپاغندہ زور پکڑ گیا اور علیگڈھ کالج مسلمانوں کی بجائے ایک قسم کے ملحد پیدا کرنے لگا۔ یہ لوگ محض اتفاق پیدائش کی وجہ سے مسلمان ہوتے تھے۔ ورنہ انہیں اسلام پر کوئی اعتقاد نہ ہوتا تھا۔ بحمد اللہ کہ یہ صورت حالات عارضی ثابت ہوئی۔ اور اب خدا کے فضل و کرم سے مسلم یونیورسٹی باعمل اور سچے مسلمان پیدا کر رہی ہے۔

اس وقت کہ آریا اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔ اکے دکے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہو گئے مگر کوئی زیادہ کامیاب نہ ہوا۔ اس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اُترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریا اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کیطرف سے سینہ سپر ہونیکا تہیہ کر لیا۔

میں مرزا صاحب کے ادعائے نبوت وغیرہ کی قلعی کھول چکا ہوں۔ لیکن لقولیکہ ؎

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں۔ کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب ہیں۔ اور میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر مرزا صاحب اپنی کامیابی سے متاثر ہو کر نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تو ہم انہیں زمانہ حال میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خادم مانتے۔ لیکن افسوس ہے کہ جس کی ابتدا اچھی تھی۔ اسکی انتہا وہ نہ رہی جو ہونا چاہئے تھی۔

مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو اپنے خدام کی قدر کرتی ہے۔ عیسائیوں اور آریاؤں کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی خدمات کی وجہ سے مسلمانوں نے انہیں سر پر بٹھایا۔ اور دلوں میں جگہ دی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اور مولانا ثناء اللہ امرتسری جیسے بزرگ ان کے حامی اور معترف تھے۔ اور ان ہی کے نام کا ڈنکہ بجاتے تھے۔

غرض مرزا صاحب کی کامیابی کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ جبکہ جہالت مسلمانوں پر قابض تھی۔ اور اسلام مسیحی اور آریا مبلغین کے طعن و تشنیع کا مورد بنا ہوا تھا۔ مرزا صاحب

نے اس حالت سے فائدہ اٹھایا۔ اور مسلمانوں کی طرف سے سینہ سپر ہو کر اغیار کا مقابلہ کیا۔ اور یوں مسلمانوں کے دلوں میں جگہ پیدا کر لی۔ یہ ہر دلعزیزی آگے چل کر ان کے بہت کام آئی۔ اسی کی وجہ سے یہ صاحب زر ہو گئے۔ اور اسی کو ان کی خدمت اسلام کا نام دیکر آج بھی ان کے مرید سادہ لوح مسلمانوں کو پھسلا لیتے ہیں۔

﴿۳﴾

مخالفین اسلام سے مقابلہ کرنے میں مرزا صاحب نے چونکہ صرف مذہبی رنگ لیا۔ لہٰذا ایسی تحریروں کی وجہ سے جن کی خوبی کا مجھے اعتراف ہے۔ یہ محبوب انام ہو چکے تھے۔ اب انہوں نے اس کامیابی کو اجتماع زر کا ذریعہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس لئے کہ دنیا میں زر کے بغیر کوئی تحریک کامیاب نہیں ہوتی۔ اور مرزا صاحب اگرچہ ایک پرانے بارسوخ اور حاکم خاندان کے وارث تھے۔ تاہم مالی لحاظ سے انکی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ کسی انگریز کا مقولہ ہے۔

کامیابی سے بڑھ کر کوئی چیز کامیاب نہیں ہوتی۔

مرزا صاحب ایک کامیاب مبلغ تھے۔ مسلمان اس لئے ان کے شیدا ہو رہے تھے۔ کہ یہ محمد صلعم (فداہ روحی) کے دین کی حمایت میں جان لڑا رہے تھے۔ لہٰذا جب انہوں نے دین حقہ کی صداقت کے ثبوت میں دلائل جمع کرنے کے لئے ایک کتاب (براہین احمدیہ) کی اشاعت کا اعلان کیا۔ اور پیشگی قیمت مانگی۔ تو محمدؐ کے نام پر مر مٹنے والی قوم نے ان پر سیم وزر کا مینہ برسا دیا۔

شہرت اور زر حاصل کر کے انہوں نے نبوت کا اعلان کیا۔ اب لوگ بدکے۔ لیکن جو شخص دلوں میں گھر پیدا کر چکا تھا۔ کروڑوں میں سے چند سو کو اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

اس کے بعد مرزا صاحب کو جو کامیابی ہوئی۔ اس کی وجوہ یہ ہیں کہ ہر جدید عقیدہ کے رکھنے والے زیادہ مخلص اور جوشیلے ہوتے ہیں۔ یہ دونوں خواص جو کامیابی کی کلید ہیں۔ اب تک ان کی جماعت میں موجود ہیں۔ جہاں کسی مرزائی کو پاؤ گے اپنے سلسلہ سے اس کا اخلاص قابل تعریف

دیکھو گے۔ ہر مرزائی ایک مبلغ ہے۔ جس کا جوش ہر وقت اُبلتا رہتا ہے۔ اور کبھی ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ میں دہرم سالہ گیا۔ وہاں مسلمان صفر کے برابر ہیں۔ ان میں سیاسی۔ مذہبی۔ اخلاقی جوش نام تک کو موجود نہ تھا۔ مگر کوتوالی بازار کے ایک کونے میں ایک قادیانی دوست کی دوکان تھی۔ وہ درزی کا کام کرتے ہیں۔ ان کی دوکان ہر اسلامی تحریک کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ اور وہاں مذہبی مباحث ہر وقت تازہ رہتے ہیں حنفی۔ سنی۔ شیعہ جو موجود ہیں۔ وہ عہدوں پر سرفراز ہیں تعلیم یافتہ ہیں۔ ان میں سے بعض متقی بھی ہیں۔ لیکن ان کے ہاں مذہبی اخلاقی تعلیمی یا تمدنی امور کا ذکر تک نہیں آتا۔ یہ اذکار زندہ ہیں۔ تو ایک قادیانی درزی کے دم سے۔ پھر اگر جہلا اور نوجوان مسلمان اس سے متاثر ہوں۔ تو تعجب کیا۔

اس جماعت کی تنظیم بہت ہی تعریف کی مستحق ہے۔ ہر شخص خیرات زکوٰۃ اور چندہ کا روپیہ قادیان کو روانہ کرتا ہے۔ اور وہاں سے تبلیغ عقائد کیلئے مبلغ ہر حصہ ملک کو روانہ کئے جاتے ہیں کتابیں شائع کی جاتی ہیں۔ رسالے شائع ہوتے ہیں اور اخبار نکالے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس قادیانی عقائد کی اصلاح یا عقائد صحیحہ کی تبلیغ کے لئے عام مسلمان جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ ناقابل ذکر ہے۔ یہ صحیح ہے کہ علماء اور صوفیا عقائد قادیان کی تردید کرتے رہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ اکثر حضرات کا طرز بیان واستدلال ایک مسلمان مبلغ کی شان کے شایان نہیں ہوتا۔ نیز ان لوگوں کا دائرۂ تبلیغ بالعموم ان کی جماعت تک محدود ہوتا ہے۔ جو لوگ ان کی باتیں سنتے ہیں۔ ان کے بہکنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان کی تقریریں ضائع جاتی ہیں۔ ضرورت تو یہ ہے کہ ان لوگوں تک صحیح خیالات کو پہنچایا جائے۔ جن کا متاثر ہونا زیادہ ممکن ہو۔

تحریر کے ذریعہ سے تحریک قادیان کے خلاف جو پروپاغندہ ہوتا ہے۔ وہ قلت زر کی وجہ سے نہایت غلیظ اور گھٹیا کاغذ پر اس طرح چھپتا ہے کہ کوئی اس کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتا۔ ایسی تحریریں عموماً ایک گروہ کے باہر پہنچنے تک نہیں پاتیں۔ غرض قادیان کا پروپاغندہ منظم اور وسیع ہے۔ اور مخالفت غیر منظم کمزور اور مفلس ہے۔

تحریک قادیان کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب مسلمانوں کی جہالت ہے۔ جہالت سے میری مراد اصول دین سے مسلمانوں کی ناآگاہی ہے۔ جو لوگ بی۔ اے۔ ایم اے اور بیرسٹر ہو جاتے ہیں۔ وہ انگریزی زبان اور دوسری چیزوں کے ماہر ہوں تو کیا وہ دین حقہ سے بالکل ناآگاہ ہوتے ہیں۔ ان کے دل تعلیم دین کے پیاسے ہوتے ہیں۔ حنفی۔ سنی۔ شیعہ اور اہل حدیث وغیرہ جماعتوں کے عقائد کو ان تک پہونچانے کا کوئی بندوبست ہی نہیں۔ ان تک اگر کوئی عقیدہ پہونچتا ہے۔ تو وہ یہی قادیان کا عقیدہ ہوتا ہے۔ لہذا وہ اس کو اختیار کر لیتے ہیں۔

مرزا صاحب کی تحریک میں ایک لچک بھی ہے۔ جو کسی اور عقیدہ میں موجود نہیں۔ یعنی ماننے والے کا اختیار ہے۔ کہ وہ ان کو صرف محدث مانے یا مجدد۔ نبی بروزی وظلی مانے مستقل نبی تسلیم کرے مسیح موعود مانے یا مہدی آخرالزمان۔ جو لوگ مذہب اور اس کے فلسفہ سے آگاہ ہیں۔ ان کے لئے یہی لچک تحریک قادیان کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ مگر ایک ایسے شخص کو جو اصول دین سے بے بہرہ ہو۔ ایسی باریکیوں کا علم بھی نہیں ہوتا۔ اور وہ اسکی بھی پرواہ نہیں کرتا۔

ایک اور سبب یہ ہے۔ کہ قادیان کے ماننے والے عام مسلمانوں سے بحث کرتے رہتے ہیں وہ خود بعض مسائل کی باریکیوں کو اپنی کتابوں سے ازبر کر لیتے ہیں۔ ان کے مدمقابل زیر بحث معاملات سے بالکل ناآگاہ اور کورے ہوتے ہیں۔ اور یوں وہ پریشان ہو کر علما کے پاس جاتے ہیں چند معزز و قابل قدر ہستیوں کے سوا ہمارا موجودہ طبقہ علما جو کچھ ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ لہذا وہ گالی اور کفر کے فتوئی سے کام لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پریشان مسلمان ان سے بیزار ہو کر دوسرے گروہ سے جا ملتا ہے۔

ایسے لوگوں کا علاج ایک اور صرف ایک ہے۔ یعنی یہ کہ ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی جائے جس قدر مہدی پیدا ہوئے۔ وہ سب ناکام رہے۔ سوائے ان کے جن کی مخالفت ہوئی۔ بقدار مخالفت کے تناسب سے انہیں کامیابی ہوئی۔ اور مخالفت کے مٹتے ہی ان کا بازار سرد پڑ گیا۔ ضرورت ہے۔ کہ علمائے اسلام اول تو تحریک قادیان سے بے پرواہ ہو جائیں پھر دعوی

سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ بحث میں پڑکر سادہ لوح مسلمان آسانی سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اگر انہیں بحث میں نہ ڈالا جائے۔ تو ان کے عقیدہ راسخ میں غیر مانوس عقائد کی تبلیغ کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی۔ قادیان سے اُلجھنے والے ان کے دل میں شوق بحث پیدا کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کے ہاتھ میں مسالہ نہیں ہوتا۔ اور جو ہوتا ہے۔ اس کو وہ استعمال نہیں کر سکتے۔ لہذا گمراہ ہو کر بھٹک جاتے ہیں۔

لیکن اگر مقابلہ کرنا ہے۔ تو پھر قادیان کی طرح ایک منظم جماعت بناؤ۔ اور مسلسل پروپاغندہ کرو۔ صحیح عقائد کی تبلیغ ہی عقائد باطلہ کی تردید ہے۔ اور یہ بات ہر بحث سے مستغنی ہے۔ عقائد صحیحہ کی تبلیغ کرو۔ اور اشد ضرورت کے سوا کسی کی تردید نہ کرو۔ وما علینا الا البلاغ۔

قادیانی دوستوں کی عادت ہے۔ کہ وہ کبھی اس سوال پر بحث نہیں کرتے۔ کہ مرزا صاحب نبی تھے یا نہیں۔ بلکہ وہ ہمیشہ دجال۔ مسیح موعود۔ وفات مسیحؑ۔ حیات عیسیٰؑ۔ اور دوسرے ایسے مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ جن میں اختلاف موجود ہے اور غلط مبحث پیدا کر کے مسلمانوں کو پھسلانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس کا بہترین ثبوت یہ ہے۔ کہ میں نے تحریک قادیان کے خلاف جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا جواب دینے کی بجائے جماعت احمدیہ لاہور کو اصرار ہے۔ کہ میں یہ بتاؤں۔ کہ مرزا صاحب کافر تھے یا نہیں۔ انکے پیرو کار مذہب اسلام سے خارج ہیں یا نہیں۔ اس صدی کا مجدد کون ہے۔ اور دجال آئیگا یا نہیں۔

مگر یہ مبحث ہی غلط ہے۔ اصل سوال یہ اور صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب نبی تھے یا نہیں۔ اور انہوں نے خود جو معیار قائم کیا۔ کیا وہ اسی معیار کے مطابق ایک غلط دعویٰ کے مدعی ثابت ہو چکے ہیں یا نہیں۔

لیکن مرزا صاحب کی جماعت کی کامیابی کا ایک اور راز بھی ہے۔ جو میں اپنی ذمہ واری کے احساس کامل کے بعد سپرد قلم کر رہا ہوں۔ اور وہ راز یہ ہے۔ کہ حکومت برطانیہ اس عقیدہ کی حمایت کر رہی ہے۔

۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد حکومت جبر و تعدی اور تبلیغ دونوں کے ذریعہ سے مسلمانان ہند کو رام کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ اسلئے کہ اس نے حکومت ہند اسی بدنصیب قوم سے لی تھی۔ اور طبعاً یہ قوم انگریزوں سے کھچی ہوئی تھی۔ اور دار الحرب اور ترک تعاون کے فتاوٰی جاری تھے۔

حکومت نے مسلمانوں کو رام کرنے کیلئے متعدد وسائل اختیار کئے۔ زور وجبر کے قصوں کے بیان کا نہ یہ موقع ہے نہ محل۔ تبلیغ نے جو راہیں اختیار کیں۔ ان میں سے تین قابل ذکر ہیں۔

اوّل۔ فورٹ ولیم کلکتہ میں اردو کی اشاعت کا مرکز کھولا گیا اور مسلمان مصنفین کو گراں قدر رقوم بطور معاوضہ دیکر ان سے کتابیں لکھوائی گئیں۔ جو مختلف مضامین پر مشتمل تھیں۔ لیکن جن میں انگریزی راج کی برکتوں کا ذکر ضرور ہوتا تھا۔

دوم۔ جنگ کریمیہ میں روس کے خلاف ترکوں کی امداد کی گئی۔

سوم۔ سر سید سے علیگڈھ میں کالج کھلوایا گیا۔ اور راجاؤں، مہاراجوں اور نوابوں سے اسکی امداد کرائی گئی۔

چہارم۔ مرزا صاحب نے جب نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور اس دعوے کی بنا پر تنسیخ جہاد کا اعلان کیا۔ تو ان کی جماعت کی ترویج واشاعت میں امداد کی گئی۔

شاید نہیں یقیناً مجھ سے سوال کیا جائیگا۔ کہ اس کا ثبوت کیا ہے کہ سرکار برطانیہ تحریک قادیان کی مؤید ہے۔ اسکے جواب میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اول اول تو میرے دل میں یہ خیال محض ایک گمان تھا۔ مگر گذشتہ دو سال میں مجھے اس کا بہت ثبوت ملا ہے۔ جس کو ظاہر کرنا غیر ضروری ہے۔ صرف ایک واقعہ بطور مشتے نمونہ از خروارے قلمبند کرتا ہوں۔ اور وہ واقعہ مولوی ظفر علی صاحب سے تعلق نہیں رکھتا مولوی صاحب جس مصیبت میں مبتلا ہوئے وہ انکی عریاں نویسی اور فحش نگاری کا لازمی نتیجہ تھا۔

جس واقعہ کا میں ذکر کرنے والا ہوں۔ وہ اگرچہ مختصر ہے مگر اہل دانش وبینش کے تخیل کیواسطے ایک غیر محدود وسعت کا حامل ہے۔ سنئے ایبٹ آباد کے میر ولی اللہ صاحب ایڈووکیٹ جو بے نظیر شاعر، بے بدل مصنف، اور نہایت مخلص قومی کارکن ہیں۔ اپنے ہاں کے سپرنٹنڈنٹ پولیس سے جو انگریز ہیں ملے اور اپنے لڑکے کے واسطے ملازمت کا ذکر چھیڑا۔ یہ لڑکا ایم۔ اے پاس ہے صاحب بہادر نے فرمایا:۔

"ویل آپ حکومت سے امداد چاہتے ہیں۔ اور خود حکومت کی ویسی مدد نہیں کرتے جیسی

کہ آپ کر سکتے ہیں۔"

میر صاحب نے پوچھا وہ کیا تو جواب ملا کہ :۔

"آپ مقامی اسلامیہ انجمن کے صدر ہیں مسجد جامع آپ کے انتظام میں ہے لیکن انجمن کے مبلغ اور مسجد کے امام صاحب قادیانیوں کے خلاف تقریریں کرتے پھرتے ہیں۔"

مجھے ذاتی طور پر ایسے نوجوانوں سے سابقہ پڑا ہے جنہیں قادیانی حضرات نے اس شرط پر ملازمت دلوانے کا وعدہ کیا۔ کہ وہ قادیانی ہو جائیں۔ نیز مجھے بعض ایسے نوجوانوں کا حال معلوم ہے جو محض ملازمت کیلئے قادیانی بن گئے۔ میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے قادیانی جماعت کے نوجوانوں کے لئے حصول ملازمت زیادہ آسان ہے۔ (سید) حبیب

(۴)

تتمہ دوم

تحریک قادیان

اس کی اصلاح کے ذرائع کیا ہیں

تحریک قادیان کی ظاہری کامیابی کے متعلق جو کچھ میں لکھ چکا ہوں۔ اگر غور سے اس کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں اس تحریک کی اصلاح کا مواد بھی موجود ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ یہ نکات ذرا واضح تر ہو جائیں میں اس تحریر میں صرف اصلاح قادیان کے موضوع پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔

اصلاح عقائد قادیاں سے میری مراد مرزا صاحب کے صرف ان مریدوں کی اصلاح ہے۔ جو عرف عام میں قادیانی کے نام سے معروف ہیں۔ اسلئے کہ جہانتک احمدی جماعت لاہور کا تعلق ہے۔ میں اس کو اسلام یا مسلمانوں کے لئے خطرناک نہیں سمجھتا۔ ان کے عقائد میں یہ تضاد موجود ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کو نبی مانتے بھی ہیں اور نہیں بھی مانتے۔ لہذا جو عام لوگ ان کے ہم خیال ہیں۔ ان کو خود یہ معلوم نہیں۔ کہ ان کے عقائد کیا ہیں اور کچھ اس تضاد عقائد کی وجہ سے اور بہت زیادہ اس

وجہ سے کہ جماعت لاہور کے امیر مولانا محمد علی صاحب ایم اے کا استدلال یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے تنسیخ جہاد کا اعلان ہی نہیں کیا۔ اور یوں یہ جماعت کسی غیر مسلم طاقت کے لئے مفید نہیں رہی۔ ان کی جماعت ترقی نہیں کر رہی۔ اور نہ اس کے ترقی کرنے کی کوئی توقع ہی باقی ہے۔ مولانا محمد علی صاحب کی بے نظیر قابلیت استعداد و محنت کی وجہ سے اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحبان کے اخلاص کے باعث یہ جماعت زندہ ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ چند افراد پر جس تحریک کا دارو مدار ہو۔ وہ حیات جاودانی کی متوقع نہیں ہو سکتی۔

قادیانی جماعت البتہ مصروف جدوجہد ہے۔ اور اگرچہ تبلیغ میں جس قدر عرق ریزی محنت شاقہ زرپاشی اور جدوجہد سے یہ جماعت کام لیتی ہے۔ اس کے لحاظ سے اس کی کامیابی کو نمایاں نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم حقیقت یہ ہے۔ کہ خواہ نسبت و تناسب کے لحاظ سے اس جماعت کی ترقی کی حقیقت کیسی ہی یاس انگیز کیوں نہ ہو۔ من حیث الکل اس جماعت کی ترقی ایسی نہیں جس سے مسلمان بے پروا ہو سکیں۔ تبلیغ مسلمان کا فرض اولین ہے۔ اور وہ اغیار کے لئے ہے۔ لیکن جب اپنے حلقہ میں سے دوست نکل رہے ہوں۔ تو ان کا سنبھالنا اغیار کو دعوت تبلیغ دینے سے کہیں زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔

میری دانست میں چونکہ عقائد قادیان کی اصلاح کی ضرورت مسلمہ ہے۔ لہٰذا اس قابل انکار ضرورت پر بحث کرنا تحصیل حاصل ہے۔ پس میں اب وہ تجاویز سپرد قلم کرتا ہوں جن کے اختیار کرنے سے میری ناقص رائے میں قادیاں کے پروپاگنڈہ کا کماحقہ سدباب ہو سکے گا۔

ا۔ سب سے پہلی بات یہ ہے۔ کہ ہم اپنے دلوں میں محسوس کریں۔ کہ قادیاں کے پروپاغندہ کی وجہ سے جو لوگ جادۂ حق سے انحراف کر جاتے ہیں۔ وہ ہندو یا عیسائی، سکھ یا سوسائی وغیرہ نہیں ہوتے۔ بلکہ ہمارے بھائی اور مسلمان ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کے خلاف اپنے قلوب میں جذبات بغض و عناد پیدا کر کے ہم ان کو واپس نہیں لا سکتے۔ ضرورت ہے۔ کہ ہم ان کو گم کردہ راہ بھائی سمجھ کر ان سے محبت کریں۔ اور تالیف قلوب اور اخلاص والفت سے ان کو واپس

لانے کی کوشش کریں۔

۲۔ پس لازم ہے۔ کہ ہماری ہر تحریر اور ہر تقریر گالی گلوچ سے بدزبانی سے۔ اخلاق سے گری ہوئی باتوں سے اور خصوصًا بانیٔ سلسلہ کی تحقیر سے بالکل خالی ہو۔ اس کا اساس ذاتی حملے اور رکیک یا استہزا نواز فقرات و الفاظ نہ ہوں۔ بلکہ دلائل و براہین قاطع پر اس کا مدار ہو۔

۳۔ قادیاں کا پروپاغندہ منظم و مسلسل ہے۔ ہمارے پروپاغندہ کی حالت یہ ہے۔ کہ اس کو اگر نابود کہیں۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ میری ناقص رائے تو یہ ہے۔ کہ جس قدر پروپاغندہ قادیان کے خلاف جاری ہے۔ وہ مفید ہونے کی بجائے مضر ہے۔ لہذا اگر ایسا بھی نہ ہوتا تو شاید بہتر ہوتا۔ صوفیا علماء اور دوسرے حضرات اپنے اپنے طور پر ہزاروں کا خرچ بھی برداشت کرتے ہیں۔ اور دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر عدم تنظیم کی وجہ سے انکی تمام کوششیں رائگاں جاتی ہیں۔ ضرورت ہے کہ قادیان کی اصلاح کے لئے منظم و مسلسل پروپاغندہ کا بندوبست کیا جائے۔

۴۔ قادیان کے مبلغ اپنے کام کے ماہر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں خاص طور پر اس کام کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ ان کے پاس کتابوں کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ اور وہ عام مسلمانوں کو شبہ میں ڈال کر گمراہ کرنے والے مسائل سے خوب آگاہ ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں کے مبلغین کا یہ حال ہے۔ کہ چند بزرگ و آگاہ حضرات کے سوا سب کے سب بالعموم مسائل قادیان سے ناآگاہ ہوتے ہیں۔ ان کی تقریر کی پونجی صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ ادھر اُدھر سے کچھ سن گن لیتے ہیں۔ اور بس۔ وہ خود اسلام کے مسائل مسلمہ سے آگاہ نہیں ہوتے۔ لہذا وہ استہزا تفنن اور بدزبانی پر اُتر آتے ہیں۔ اور یوں ان کی تقریریں اور ان کے وعظ نہ صرف مفید ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ مضر ثابت ہوتے ہیں۔ پس اگر پروپاغندہ کی تنظیم ہو جائے گی۔ تو ہم بھی قادیانی تحریک کی کمزوریوں سے آگاہ مبلغ میدان میں اتار سکیں گے۔

۵- تحریر کا یہ حال ہے۔ کہ ان کے اخبار ان کے پروپاغندہ کے لئے مخصوص ہیں۔ اس طرف ان کے جواب کے لئے کوئی مستقل رسالہ یا اخبار موجود نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ پروپاغندہ کو منظم کرکے ایک اخبار یا رسالہ جاری کیا جائے۔ جو صرف عقائد قادیاں پر بحث کرنے کے لئے وقف ہو۔ اور جس میں تہذیب و متانت سے اس عقیدہ کی کمزوریاں واضح کرکے مسلمانوں کو اس سے محفوظ رہنے یا اس کو چھوڑ کر صراط مستقیم پر واپس آنے کی دعوت دی جائے۔

۶- قادیاں کی جماعت تبلیغ کی طرف سے آئے دن پمفلٹ رسالے اور کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ جو اکثر مفت بانٹی جاتی ہیں۔ ادہر یہ حال ہے۔ کہ مفید مطلب رسالوں یا کتابوں کی اشاعت کا کوئی بندوبست ہی نہیں۔ ہر شخص انفرادی طور پر کچھ کرتا ہے۔ اور پھر خاموش ہو جاتا ہے۔ اور اگر کہیں دردمندوں کی کوئی جماعت پیدا ہوتی ہے۔ کہ وہ کام کرے تو اس کے رسالے یا پمفلٹ کمی سرمایہ کی وجہ سے ذلیل ترین کاغذ پر بدترین صورت سے شائع ہوتے ہیں اور کفایت شعاری کے خیال سے ان کا حجم اس قدر کم ہوتا ہے۔ کہ صاحب تحریر اپنے جذبات کو دبا کر لکھتا ہے لہذا ہر تحریر تشنۂ تفصیل و تکمیل ہوتی ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ پروپاغندہ کو منظم کرکے اس نقص کا ازالہ کیا جائے۔

۷- یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کہ کوئی شخص مرض کے علاج کے لئے کبھی کسی وکیل کے پاس نہیں جاتا۔ اور نہ مقدمہ میں مشورہ لینے کے لئے کوئی فریق مقدمہ کسی طبیب ہی کے ہاں پہنچتا ہے۔ لیکن مذہب کے معاملہ میں ہم لوگ اس قدر غیر محتاط ہیں۔ کہ اقل واقفیت کے بل بوتے پر اہم ترین مذہبی مسائل پر بحث کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ عام جاہل مسلمان قادیانیوں کے آگاہ حضرات سے الجھ کر خود دام میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ منظم پروپاغندہ کی صورت میں ہر شہر میں تحریک قادیان کے متعلق لٹریچر جمع کیا جائے۔ اور حسب ضرورت ایک یا زیادہ علماء کو اس بحث کے متعلق ہر قسم کی واقفیت پہنچا کر اعلان کر دیا جائے۔ کہ کوئی مسلمان کسی قادیانی بھائی سے بحث نہ کرے۔ بلکہ اگر کسی مسئلہ میں اسے خود شک ہو یا کوئی

قادیانی کسی مسئلہ پر اس سے بحث کرنا چاہے۔ تو دونوں حالتوں میں وہ فلاں عالم کی طرف رجوع کرے۔

۸۔ ایک نہایت تکلیف دہ صورت یہ ہے۔ کہ ہم میں سے کوئی کیسا ہی دانا تجربہ کار پختہ مغز مسلمان بھی قادیانی حضرات سے کسی وجہ سے بھی کوئی تعلق کیوں نہ رکھے۔ ہم اسے خود قادیانی مشہور کر دیتے ہیں۔ اس سے دو نقصان ہوتے ہیں۔ پہلے یہ کہ عوام کو شبہ ہوتا ہے۔ کہ فلاں شخص سا صاحب فراست انسان بھی قادیانی ہو گیا۔ لہٰذا اس تحریک میں ضرور کوئی قابل ستائش بات موجود ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو یوں بدنام کیا جاتا ہے۔ وہ ضد میں آ کر اعلان کر دیتے ہیں۔ کہ وہ واقعی مرزائی ہو گئے۔ نیز اس قسم کا سوءِ ظن گناہ بھی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیوں ہم اپنے آزمودہ و پختہ کار آدمیوں کو بھی نادان و خام عقل والی دوشیزگان کی طرح اغوا ہونے کے قابل جان لیں۔ اور یہ سمجھ لیں کہ جہاں یہ قادیانی سے ملے یہ قادیانی ہو گئے۔

۹۔ پس میری رائے یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو چاہیے۔ کہ وہ باہمی فروعی اختلاف عقائد کو دبا کر اصلاح عقائد قادیاں کے نام سے ایک جماعت قائم کریں۔ جو محبت کو اصول عمل قرار دے اور برادران قادیان کو راہ حق پر واپس لانے کے لیے مسلسل و متواتر کام کرے۔ اگر ایسا ہوا۔ تو مجھے یقین ہے۔ کہ تحریک مذکورہ کی وجہ سے مسلمانوں کی صفوں میں جو رخنہ پیدا ہو گیا ہے۔ وہ جلد مٹ جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اگر کافی تعداد میں باہمت مسلمانوں نے میری اس رائے کو پسند کیا۔ تو میں اپنی تجویز کو جامۂ عمل پہنانے کیلئے ہر ممکن کوشش کروں گا۔

السعی منی والاتمام من اللہ تعالےٰ

(سید) حبیب

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

روزنامۂ سیاست لاہور پڑھا کیجئے!

کیوں؟

اس لئے کہ اس میں ہندوستان اور غیر ممالک کی خبریں نہایت اہتمام سے تازہ بتازہ شائع ہوتی ہیں۔

اس لئے کہ اس میں عالم اسلام کے وہ حالات شائع ہوتے ہیں۔ جو ہندوستان کے کسی زبان کے کسی اخبار میں نہیں ملتے۔

اس لئے کہ اس میں آزادانہ اظہار آرا کیا جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے خدا کے خوف کے سوا یہ اخبار ہر طاقت کے خوف سے بالاتر ہے۔ حکومت بیسیوں مقدمے چلا چکی۔ ہزاروں روپے جرمانہ اور ضبطی ضمانت کی صورت میں وصول کر چکی۔ مگر یہ اخبار اس سے دب نہیں سکا۔ امراء۔ خان بہادر۔ سر۔ نواب۔ راجے اور مہاراجے تخویف یا تحریص سے اس اخبار کو اپنا نہیں بنا سکے۔ اس نے ہمیشہ حق اور صرف حق کی حمایت کی۔ عوام نے اگر گمراہی اختیار کی تو اس اخبار نے مقاطعہ۔ قلت فروخت اور سب وشتم سے بے نیاز ہو کر انہیں راہ مستقیم دکھائی۔

حجاز کے معاملہ میں نہرو رپورٹ کے قضیہ میں گاندھی جی کی سول نافرمانی کے مسئلہ میں سیاست کی رائے اس قدر صحیح ثابت ہوئی۔ کہ اس کے مخالف بھی آج اسی کی روش اختیار کر چکے اور کر رہے ہیں۔ گالیاں کھا کر برا بن کر بدنام ہو کر بھی اس اخبار نے مسلمانوں کے حقوق کے لئے جنگ کی۔ اور کامیاب رہا۔ اس کو گالیاں دینے والے مدعیان انتخاب مخلوط بھی آج اس کے ہم نوا بن کر اس کی اصابت رائے کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

نہرو رپورٹ کے خلاف چالیس نکات۔ سفر افغانستان کے حالات۔ اسلامی ریاست چترال کے مناظر اور تحریک قادیان کے عیوب کو مولانا سید حبیب مصنف کتاب ہذا نے اپنے خاص انداز میں لکھا۔ ہر موقع پر سخن شناس حضرات نے انکے انداز بیان طرز تحریر استدلال اور واقفیت کی داد دی۔ ہر موقع پر وہ لوگ پشیمان ہوئے جنہوں نے ابتدا سے کسی مضمون کو نہ دیکھا تھا اور پھر اس کی شہرت ہونے پر اخبار کو خرید کیا۔ اب مولانا ممدوح نوشیروان عادل کے جانشین واحد خان بہادر سردار بہادر نواب محمد حبیب اللہ خاں دام اقبالہٗ کی ریاست خاران کے حالات حوالہ قرطاس کر رہے ہیں۔ اس کے بعد سید صاحب موصوف ہر ہفتہ کسی تاریخی سلسلہ پر ایک مضمون اپنے قلم سے لکھا کریں گے۔

المشتہر۔

(سید) عنایت شاہ، مہتمم اعلیٰ روزنامہ سیاست لاہور

مكتب متصبية
ميونهة